یا اللہ مدد   چار یار

اصل کلمہ اسلام

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

(پ ۲۶ ع ۲۰۰۶ ۱۲)

اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَخْمِشِیْ عَلَیَّ وَجْهًا وَلَا تَنْشُرِیْ عَلَیَّ شَعْرًا وَلَا تُنَادِیْ بِالْوَیْلِ وَلَا تُقِیْمِیْ عَلَیَّ نَائِحَةً

فرمان رسولؐ فروع کافی ج ۳ ص ۵۲۷

حضور علیہ السلام نے فرمایا اے فاطمہ میری وفات پر منہ نہ نوچنا پیٹنا بال نہ بکھیرنا بین نہ کرنا مجمع ماتم قائم نہ کرنا

صبر و ماتم پر مستند ترین فیصلہ کن تالیف

حرمتِ ماتم اور تعلیماتِ اہل بیت (رضی اللہ عنہم)

◎

۵۰ آیات قرآنی، ۲۵ احادیث نبوی، ۷۰ احادیث اہل بیتؓ از کتب معتبرہ شیعہ اور ۵ دلائل عقلیہ کی روشنی میں مسئلہ ماتم پر محققانہ سیر حاصل بحث، مثبت دلائل کا تجزیہ، ہر مکتب فکر کے مسلمات کا خزانہ و یکساں قابل استفادہ

◎

از : مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی

◎

مکتبہ عثمانیہ بن حافظ جی ضلع میانوالی

نام کتاب ——— مسئلہ عزاداری و تعلیمات اہلِ بیت
مصنف ——— حافظ مہر محمد میانوالوی
تعداد ——— ۱۱۰۰
صفحات ——— ۱۶۹
قیمت ——— ۳۵/-
مطبع ——— [illegible] پریس لاہور
طبع دوم ——— اکتوبر ۱۹۸۲ء
سوم ——— جون ۱۹۸۷ء

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ عثمانیہ، ٹھٹھے والی ضلع میانوالی
(۲) مکتبہ شان اسلام، چوک اُردو بازار، ۷ راحت مارکیٹ لاہور
(۳) اقبال بک ہاؤس، صدر کراچی۔
(۴) ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
(۵) دفتر تحریک خدام اہلِ سنت مدنی مسجد چکوال۔

انتساب

بنام

فرزندِ رسول سیّد منیر احمد شاہ شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
صدر جمعیۃ طلباء اسلام ضلع سکھر
نبیرۂ ولی کامل عارف باللہ حضرت مولینا سید تاج محمود امروٹی قدس اللہ سرہ

جن کو ۱۰ محرم ۱۳۹۶ھ میں ماتمی جلوس نے ان کی خانقاہ پر حملہ آور ہو کر گولی سے شہید کر دیا جیسے ان کے اسلاف نے شہید کے جدِ اقدس سیّدنا حضرت امام حسینؓ عالی مقام کو مکہ سے بُلا کر غدر کر کے بیدردی سے شہید کر دیا تھا تو ان کی یہ بددُعا رب انتقام نے حقیقت بنا دی "تم پر لعنت ہو۔ حق تعالیٰ دونوں جہاں میں میرا بدلہ تم سے لے گا کہ اپنی تلواریں اپنے نفسوں پر چلاؤ گے۔ اپنے خون خود بہاؤ گے، دُنیا سے نفع نہ پاؤ گے، اپنی امیدوں کو نہ پہنچو گے جب آخرت میں جاؤ گے خدا کا ابدی عذاب تمہارے لیے تیار ہے اور تم کو کافروں والا بدترین عذاب دیا جائے گا۔" (خطبہ امام حسینؓ در کربلا۔ جلاء العیون مصنفہ ملا باقر علی مجلسی ص ۴۰۹ فارسی مطبوعہ ایران)

کتاب ہذا اسی خطبہ عالیہ کی تفسیر ہے جو ۲۰۰ دلائل عقلیہ، نقلیہ، مسلمہ فریقین پر مشتمل ہے اور خاندان اہلِ بیتؓ سے عقیدت رکھنے والے تمام مسلمانوں سے مطالعہ کرنے کی پرزور اپیل کرتی ہے۔

راہِ خدا اور سنّتِ مصطفےٰؐ کے شہداء کو لاکھوں سلام
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

محتاج رحمتِ غفار
غمزدہ مؤلف

افتتاحیہ

سُنّی بھائیوں کی توجّہ کے لیے

ماتمی مجالس کی حُرمت پر سلف صالحین کے فتاوی جات

۱۔ حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں۔

" اگر یومِ وفاتِ حسین رضؓ کو یومِ ماتم قرار دینا جائز ہوتا تو اس سے کہیں زیادہ حقدار دوشنبہ (پیر) کا دن ہے کہ اسی روز اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دی اور اسی دن حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات ہوئی۔ (غنیتہ الطالبین ج ۲ ص ۳۸)

۲۔ علامہ ابن حجر مکیؒ صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔

خبردار خبردار کہ عاشورا کے دن رافضیوں کی بدعتوں میں کوئی مبتلا نہ ہو اور نہ گریہ و زاری و آہ و بکا کرے۔ نہ غم و الم کا اظہار کرے کیونکہ یہ مسلمانوں کی خصلت نہیں اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو وہ دن (و تاریخ) جس دن آپؐ کی وفات ہوئی اس سلوک کا زیادہ مستحق تھا۔

۳۔ شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں۔

عاشورا کے دن ماتم و نوحے کے بدعت جو منہ پیٹنے واویلا مچانے اور رونے دھونے اور مرثیے پڑھنے سے منائی جاتی ہے۔ یہ سلف کی بدگوئی اور لعنت ملامت پر حتیٰ کہ سابقون اولون کی دشنام دہی تک لے جاتی ہے۔ حضرت حسینؓ کی شہادت کے واقعہ میں بہت جھوٹ ہوتا ہے جس کسی نے اس رسم کو جاری کیا اس کا مقصد اس امت میں فتنہ و تفرقہ کا باب کھولنا تھا۔

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

طریقۂ اہلسنت آنست کہ دریں روز عاشورا از مبتدعات فرقہ رافضیہ مثل ندبہ و نوحہ و عزا و امثال آں اجتناب کنند کہ آں نہ از داب مومناں است والا روز وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اولیٰ واحریٰ مے بود بداں۔ (شرح سفر السعادت)

اہلِ سنت کا عاشورا کے دن دستور یہ ہے کہ وہ رافضی فرقہ کی رونے۔ پیٹنے۔ ماتم وغیرہ مرثیہ خوانی کی بدعتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ مومنوں کا شیوہ نہیں ہے۔ ورنہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا یومِ وفات اس کام کے زیادہ مناسب و لائق تھا۔

۵۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

اس زمانہ میں جو خرابیاں ہمارے واعظوں میں پیدا ہوگئی ہیں ان میں سے ایک خرابی ان کا تمیز نہ کرنا درمیان موضوعات و غیر موضوعات (کے قصوں) کے ہے اور ان ہی قصوں میں کربلا کا قصہ ہے۔

۶۔ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

تعزیہ بنانا ناجائز ہے اور بنانے والا اس کا فاسق ہے۔ (کمالات رحمانی ص ۱۴)

آپ نے مسجد میں عبادتِ خدا کا عزم کیا تو مسجد کی بغل میں تعزیہ بھی رہتا تھا آپ نے جوشِ شریعت میں آکر اس میں آگ لگا دی (ص ۲۲) تعزیہ داروں کے بارے میں فرمایا کہ یہ فاسق و جہنمی ہیں۔ (ایضاً ص ۳۶)

۷۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث ان امور کے متعلق فتوٰی یہ دیتے ہیں۔

یہ تمام چیزیں یعنی تابوت و تعزیہ کی زیارت کرنا اس پر فاتحہ پڑھنا اور مرثیہ کہنا اور پڑھنا یا سننا اور فریاد و نوحہ اور سینہ کوبی و ماتم ناجائز ہیں۔ کتاب السراج میں خطیب سے یہ حدیث منقول ہے۔ (حضورؐ نے فرمایا) فرضی مزار اور فرضی تابوت کی زیارت کرنے والوں پر خدا کی لعنت ہو۔ . . . فریاد و نوحہ و سینہ کوبی وغیرہ سب حرام ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص پچھاڑیں کھائے یا بلند آواز سے روئے یا اپنا گریبان چاک کرے وہ ہم میں سے نہیں اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جس نے اپنا منہ پیٹا یا اپنا کپڑا پھاڑا یا جاہلیت والوں کی طرح پکارا (اور واویلا کیا) وہ ہم میں سے نہیں۔ (رسالہ محرم ص ۵۵)

۸۔ فتاوٰی عزیزی میں ایک سوال کے جواب میں ہے۔

اس مجلس (عزا) میں بہ نیت زیارت و گریہ زاری کے بھی حاضر ہونا ناجائز ہے اس واسطے اس جگہ کوئی زیارت نہیں کہ زیارت کے واسطے جائے اور وہاں چند لکڑی جو تعزیہ دار کی بنائی ہیں وہ قابلِ زیارت نہیں بلکہ مٹانے کے قابل ہے ص ۱۶۴ اور فاتحہ و درود پڑھنا

فی نفسہٖ درست ہے لیکن ایسی جگہ یعنی مجلس تعزیہ داری میں پڑھنے سے ایک طرح کی بے ادبی ہوتی ہے اس واسطے کہ ایسی مجلس اس قابل ہے کہ مٹادی جائے اور ایسی مجلس میں نجاست معنوی ہوتی ہے۔ اور فاتحہ و درود اس جگہ پڑھنا چاہیے جو نجاست ظاہری و باطنی سے پاک ہو۔ پس جو شخص پاخانہ میں تلاوت قرآن شریف کی کرے اور درود پڑھے مستوجب ملامت وطعن ہوگا۔ اس واسطے کہ وہ بے محل پڑھتا ہوگا۔ (ص ۱۶۴/۱۶۵) اسی طرح ردِ رفض میں لاجواب تصنیف تحفہ اثناعشریہ میں بھی ماتم کی حرمت صریح بتائی ہے۔ اور اسے نادان بچوں اور عورتوں کا فعل بتایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فتاویٰ عزیزی کی ایک اور عبارت جو جوازِ مجلسِ ماتم پر پیش کی جاتی ہے۔ وہ کسی نے سازش سے اضافہ کر دی ہے کیونکہ آپ ہرگز اسکے قائل نہ تھے۔

۹۔ مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی لکھتے ہیں۔

سوال۔ تعزیہ بنانا اور علم رکھنا اور سینہ کوبی کرنا اور مالیدہ و شربت سامنے تعزیہ کے رکھنا اور اس پر نذر دینا اور اس کو تبرک جان کر کھانا اور پینا اور یوم عاشورا کو ہمراہ تعزیہ کے ننگے سر جانا اور بعد دفن تعزیہ تیسرے روز سوم کرنا مثل سوم مردہ کے اور اس میں اوّل قرآن خوانی کرنا اور پھر مرثیہ پڑھنا اور الائچی دانے تقسیم کرنا یہ امور واجب ہیں یا سنت یا بدعت ہیں یا حرام اور ممنوع۔ اور کرنے والا کیسا ہے۔ الجواب۔ یہ سب امور بدعت اور ممنوع ہیں اور مرتکب ان کا مبتدع اور فاسق ہے۔

۱۰۔ ایسے ہی سوال کے متعلق قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا۔

"کہ غم کی مجلس تو کسی کے واسطے درست نہیں کہ حکم صبر کرنے اور غم کے رفع کرنے کا ہے تعزیہ و تسبیہ اسی واسطے کیا جاتا ہے تو اس کے خلاف غم پیدا کرنا خود معصیت ہوگا اور شہادت حسینؓ کا ذکر مجمع کر کے سوائے اس کے نہیں کہ مشابہت روافض کی بھی ہے اور تشبہ ان کا حرام ہے۔ لہذا عقد مجلس کا درست نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱)

اے اللہ اپنے سب بندوں کو [illegible] نصیب فرما۔

وصلی اللہ علی حبیبہ خیر خلقہ محمد و علی آلہ واصحابہ واہل بیتہ و

[illegible]

علماءِ دیوبند کا فتویٰ

رسوم محرم کے متعلق چھ سوالات کا جواب یہ دیا ہے۔

۱۔ تعزیہ داری ناجائز و حرام ہے۔ ۲۔ یہ جملہ رسوم باطل و حرام ہیں۔ (یعنی حضرت حسینؓ کا نام لے کر ماتم کرنا۔ نوحہ پڑھنا، سینہ کوبی کرنا، ضریح۔ براق و تابوت بنانا ان پر روشنی کرنا۔ علم و ذوالفقار اٹھانا، ڈھول تاشہ بجانا)

۳۔ رسومات میں روپیہ صرف کرنا اسراف ہے اور حرام بتانا ناجائز ہے۔

۴۔ (لڑائی، دنگا، فساد) ناجائز ہے بلکہ یہ رسوم مٹانے کے قابل ہے جس طرح ہو ان کو مٹادے۔ اور فی سبیل اللہ کہنا اس جنگ وجدال کو عموماً اور مطلقاً غلط ہے۔

۵۔ یوم غم منانا جائز نہیں رکھا بلکہ اس سے سخت منع فرمایا ہے۔

۶۔ یوم عاشورا روز مبارک ہے اس میں روزہ رکھنا اور وسعت طعام میں کرنا مستحب ہے۔ باقی رسومِ جہلاء کی پابندی کرنا ممنوع ہے اور اس مبارک دن کو منحوس سمجھنا جہالت اور گمراہی ہے۔ احادیث میں اس دن کی فضیلتیں وارد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے بارے میں فرمایا ہے۔ صیام یوم عاشوراء احتسب علی اللہ ان یکفر السیئۃ اللتی قبلہ۔ (عاشورہ کا روزہ ایک سال پہلے کے گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔

فقط۔ واللہ اعلم۔ کتبہ مفتی عزیز الرحمٰن مدرسہ دیوبند ۱۶ صفر ۱۳۴۳ھ

الجواب صواب۔ (مولانا) محمد انور شاہ عفا اللہ عنہ۔ (بحوالہ رسوماتِ محرم ص ۱۱)

"اعلیٰ حضرت" بریلوی کا فتویٰ

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب بشارۃ الدارین ص ۴۲۶ پر لکھتے ہیں: (آپ نے شیعوں کی مجالس میں جانے کے متعلق فرمایا)

الجواب: جانا اور مرثیہ سننا حرام ہے ان کی نیاز نہ لی جائے۔ ان کی نیاز نیاز نہیں اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی۔ .... اور وہ حاضری سخت ملعون ہے اور اس میں شرکت موجب لعنت۔ محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامتِ سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ خصوصاً سیاہ کہ شعارِ رافضیانِ لئام ہے۔ واللہ اعلم

(احکامِ شریعت حصہ اوّل ص ۲)

۳۔ مسئلہ۔ بعض اہلِ سنت و جماعت عشرہ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں کہتے ہیں بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔ ۲۔ ان دس دن میں کپڑے

نہیں اتارتے۔ ۳۔ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے۔ ۴۔ ان ایام میں سوائے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے۔ یہ جائز ہے یا ناجائز ؟۔

الجواب۔ پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے اور چوتھی بات جہالت ہے۔ ہر مہینے میں ہر تاریخ، ہر دن کی نیاز اور مسلمان کی (برائے ایصال ثواب) فاتحہ ہو سکتی ہے۔ (احکام شریعت حصہ اوّل ص۷)

۴۔ سوال۔ رافضیوں کے یہاں محرم میں ذکرِ شہادت و مصائب شہدائے کربلا و سوز خوانی و مرثیہ مصنفہ انیس و دبیر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب۔ حرام ہے۔ ع کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے۔ لا تجالسوھم۔ ان کے پاس نہ بیٹھو۔ دوسری حدیث میں فرمایا۔ من کثر سواد قوم فھو منھم۔ جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے گا وہ انہیں میں سے ہے۔ (احکام شریعت حصہ دوم ص۱۲۱۰ اور مجموعہ سہ حصہ ص۸۴)

۵۔ تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض و روگردانی کریں اس کیطرف دیکھنا ہی نہ چاہیے۔ (عرفان شریعت حصہ اوّل ص۱۵)۔ ۶۔ تعزیہ بنانا اور اس پر نذر و نیاز کرنا عرائض بامید حاجت برآری لٹکانا اور بہ نیت بدعت حسنہ اس کو داخل حسنات جاننا.... کتنا گناہ ہے۔

الجواب۔ افعالِ مذکورہ جس طرح عوام زمانہ میں رائج ہیں۔ بدعت و ممنوع و ناجائز ہیں۔ انہیں داخلِ ثواب جاننا اور موافقِ شریعت اور مذہبِ اہلِ سنّت ماننا اس سے سخت تر وخطائے عقیدہ جہل اشد ہے۔ (رسالہ تعزیہ داری ص۱۵)

اس استفتاء کے جواب میں کہ بنا بر شوکت و دبدبۂ اسلام تعزیہ بنانا اور نکالنا و عَلَم و براق وغیرہ نکالنا جائز ہے یا نہیں۔ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے حسب ذیل فتویٰ دیا۔ الجواب۔ علم، تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں اور بدعت سے شوکتِ اسلام نہیں ہوتی۔ تعزیہ کو حاجت روا یعنی ذریعہ حاجت روائی سمجھنا جہالت پر جہالت ہے۔ اور اس سے منت ماننا اور حماقت، اور نہ کرنے کو باعثِ نقصان خیال کرنا زنانہ وہم۔ مسلمانوں کو ایسے حرکات و خیالات سے باز آجانا چاہیے۔ (مہر) فقیر احمد رضا خاں بریلی)

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
تقدیم		طبعی غم پیغمبر کو بھی ہوتا ہے	۵۸
حکام و انصاف پسند حضرات کے لیے	۱۰	صبر کا وقت صدمہ کا وقت ہے	۵۹
مختصر تاریخ اسلام	۱۲	اپنے قریبی پر بھی ماتم سے آپؐ نے منع فرمایا	۵۹
سانحہ کربلا کا مختصر ذکر	۱۴	ماتم سے میت کو عذاب ہوتا ہے	۶۰
حادثہ کربلا کے دین پر اثرات	۱۷	آواز سے رونا حرام ہے	۶۱
محمدی اسلام اور ماتمی اسلام کا باہم باتوں	۱۸	میت کی تعریف میں مبالغہ عذاب کا باعث ہے	۶۲
میں تقابل		ماتم کرنیوالے حضورؐ کی امت سے خارج ہیں	۶۲
مقام حسینؓ اور عزا کی آڑ میں اسلام کشی	۲۶	ماتم میں لباس بدلنا بھی جاہلیت ہے	۶۴
عزاداری کے ملی، ملکی اور اخلاقی نقصانات	۳۰	میت پر رونے سے رحمت کے فرشتے دور ہو جاتے ہیں	″
(۵۱ دلائل عقلیہ کی روشنی میں)		مصیبت کے وقت صبر کا بہت بڑا ثواب ہے	۶۵
قارئین سے گزارش	۳۹	احادیث مذکورہ کا خلاصہ	۶۷
اہل السنت والجماعت کے مطالعہ کے لیے		شیعہ حضرات کی توجہ کے لیے ستر	
باب اوّل		احادیث مستند کتب شیعہ سے	
صبر و ماتم اور تعلیماتِ قرآنی (۵۰ آیات)	۴۱	ماتم و نوحہ کی حرمت پر کتب شیعہ سے مرفوع احادیث	۶۹
حرمتِ ماتم پر صریح دس آیات	۴۸	ماتم جاہلیت کا شعار ہے	″
باب دوم		ماتم و بین کی سزا	″
صبر و ماتم اور تعلیماتِ محمدیؐ	۵۳	ماتم سے حضورؐ نے منع فرمایا	۷۰
اہل السنۃ والجماعۃ کی ۲۵ مرفوع احادیث	۵۸	ماتم سے اعمال صالحہ برباد ہو جاتے ہیں	۷۱

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
حضرت فاطمہؓ کو حضورؐ نے صبر کی وصیتیں فرمائیں	۷۲	(بُت پرستی کی حقیقت)	
خدا نے بھی صبر کی وصیت نازل فرمائی	۷۳	ماتم و عزاداری کی ایجاد و تاریخ	۱۰۷
باب سوم		مجتہدین شیعہ بھی عزاداری کو حرام کہتے ہیں	۱۰۹
صبر و ماتم اور تعلیمات اہل بیتؓ	۷۴	علامہ الفت حسین صاحب کا فتویٰ	؍؍
حضرت علیؓ کے ارشادات	۷۶	علامہ محمد حسین کا فتویٰ (اقتباسات کی روشنی میں)	؍؍
حضرت امام حسنؓ کا ارشاد و عمل	۷۸	بدعتی پر امام جعفر صادقؒ کا فتویٰ	۱۱۲
حضرت امام حسینؓ کی وصایا	۷۹	تعزیہ بنانیوالا خارج از اسلام ہے۔ شیخ صدوق	۱۱۳
حضرت زین العابدینؒ کے ارشادات	۸۲	ماتم غنا کی وجہ سے بھی حرام ہے۔ امداد حسین کاظمی	؍؍
حضرت امام باقرؒ کے ارشادات	۸۵	غنا کی تعریف و تشریح	۱۱۵
اہم مصیبت پر حضورؐ کی موت یاد کرو	۸۶	مرثیہ خوانی وغیرہ بھی یقیناً غنا ہے	۱۱۶
حضرت امام جعفر صادقؒ کے ارشادات	۸۷	**باب پنجم**	
میت پر بین کرنا اور کپڑے پھاڑنا حرام ہے		اہل ماتم کے سطحی شبہات اور ان کے جوابات	۱۲۰
تعلیمات اہل بیتؓ کا خلاصہ	۹۱	ہر دلیل عزا کے رد پر دس اصولی مقدمات	
نوٹ مذہب شیعہ کی بنیادی کمزوری	۹۳	۱۔ قرآن مستقل حجت نہیں؟	۱۲۰
دلائل مذکورہ کا معارض نہیں ہے	۹۵	۲۔ خلاف قرآن احادیث مردود ہوں گی	۱۲۲
باب چہارم		۳۔ استدلال کے چار طریقے	؍؍
مروجہ ماتم و عزاداری بدعت ہے	۹۷	۴۔ ترجیح کے اسباب	۱۲۳
بدعت کی مذمت (احادیث سے)	؍؍	۵۔ استدلال صرف صحاح سے ہوگا	؍؍
بدعت کی تعریف	۹۹	۶۔ نصوص کے مقابلے میں قیاس	۱۲۴
بدعات عزاداری کی ایجاد و تاریخ	۱۰۲	یا عمل عوام سے استدلال باطل ہے	
تعزیہ کی اقسام	؍؍	۷۔ مقربین الٰہی کی طرف گناہ کی نسبت	۱۲۵
مروجہ عزاداری شرک ہے	۱۰۴	بڑی جسارت ہے۔	
۸۔ تفسیر بالرائے کی حقیقت	۱۲۵	۹۔ خواب کی شرعی حیثیت	۱۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

حکّام اور انصاف پیشہ حضرات کی توجہ کیلئے

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد خاتم النبیین وعلی خلفاءہ الراشدین المھدیین وعلی آلہ وصحبہ الانصار والمہاجرین وعلی اھل بیتہ من الازواج والاولاد والعشیرۃ سادۃ للمؤمنین سیما علی ابی محمد الحسن السبط الذی ورد فی شانہ ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین الفئتین العظیمتین من المسلمین وعلی ابی عبد اللہ الحسین الاشبہ برسول اللہ من السرۃ الی القدمین الشھید المقتول لسیف الکوفیین الغادرین۔
اللھم ارحمھم انا احبھما کما قال نبیکُ اللھم انی احبھما فاحبھما وقال ھما ریحاناتی من الدنیا“

میرے پیارے مسلمان بھائیو اور مومن دوستو! اللہ تعالےٰ رحیم و کریم نے تمام عالم دُنیا کی تاقیامت راہبری اور ہدایت کے لیے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اور نمونہ ہدایت بنا کر بھیجا اور آپ پر اپنی آخری وحی کا شاہکار قرآن عظیم اور کتابِ مبین نازل فرمائی جو سب لوگوں کے لیے راہبر، ہادی اور بیان ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السّلام نے کتاب اللہ، اپنی سُنّت اور جماعتِ صحابہ کرامؓ کے ذریعے عرب کے کفرستان میں ایسا انقلاب برپا کر دیا کہ وہاں سے آفتابِ دین و اسلام نے طلوع ہو کر سب دنیا کو نورِ ہدایت اور ایمان سے جگمگا دیا۔ چنانچہ خلافت راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کے زرّیں اور مثالی دَور میں اسلامی قوّت اور ایمانی فوجوں کے سامنے قیصر و کسریٰ اور یہود و نصاریٰ کی سب منظم طاقتیں نیست و نابود ہو گئیں اور کلمۂ اسلام چار سُو پھیل کر رہا اور قرآن و حدیث کی وہ متواتر پیشین گوئیاں پوری ہو گئیں کہ یہ اللہ کا دین دنیا کے تمام ادیان پر غالب آئے گا۔ دعوت دین ہر بدوی و شہری اور جھونپڑی والے تک

لہ پ۱ رکوع ۱۱ ، پ۲۶ رکوع ۲ ۔ پ۲۱ ع ۹

پہنچے گی[1] محمدؐ کی حکومت تمام مشرق و مغرب میں پھیلے گی[2] قیصر و کسریٰ اور یمن کی چابیاں میرے حوالے کر دی گئیں[3] فتح کا نام لینا آسان نہیں اپنی مرضی اور محض قوت سے ایک اینٹ بھی کوئی نہیں دیتا، دہلیز پر بھی کوئی قدم رکھنے نہیں دیتا مگر ٹھنڈے دل سے سوچیئے مٹھی بھر عرب ربع صدی میں تمام دُنیا پر چھا جاتے ہیں اور چند دفاعی جنگوں کے ردِ عمل کے نتائج کے ظہور سے معلوم دُنیا پر لا الٰہ الاّ اللہ کا جھنڈا گاڑ دیتے ہیں اور سیاست، عدل، معیشت، عسکریت، تہذیب و تمدن، تعلیم اخلاق، رُوحانیت غرض ہر شعبۂ حیات میں اسلامی و محمدی نظام کا عملی نقشہ دے کر رخصت ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی غیبی قوت ان کے ساتھ اسی طرح تھی جیسے اس کے پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ تھی۔ ان کا دین و عمل پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا دین و عمل تھا جس کی تبلیغ کا ذمہ دار انہی سوا لاکھ (تقریباً) صحابہ کرامؓ، حزب اللہ کو خود پیغمبر پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر "فلیبلّغ الشّاھد الغائب" حاضر کو چاہیئے کہ غائب تک یہ احکام پہنچا دے کی سندیں عنایت فرما کر بنا دیا تھا۔

اس مثالی دور میں سب مسلمانوں کا کلمہ ایک، نبیؐ ایک، کعبہ ایک، قرآن ایک سنّتِ نبویؐ ایک، دعوتِ دین ایک، خلیفہ و پیشوا ایک اور فکر و نظر کا محور ایک تھا۔ کسی چیز میں دوئی یا اختلاف کا شائبہ نہ تھا۔

بد قسمتی سے جب نومسلم یہود و مجوس نے منافقت کا روپ دھارا اور ابولؤلؤ مجوسی نے امیر المومنین عبقری اسلام، چمن محمدیؐ کے شجرہ طوبیٰ، خسرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دامادِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کو جامِ شہادت پلایا اور پھر انہی کی خفیہ تنظیم، عبداللہ بن سبا کی تربیت کردہ پارٹی نے کوفہ، بصرہ، مصر سے بلوہ کر کے امیر المؤمنین شہیدِ مظلوم، ذوالنورین، کامل الحیاء والایمان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کو بے دردی سے مدینۃ الرسولؐ

[1] بخاری و مسلم، [2] جلاء العیون، [3] حیات القلوب وغیرہ۔

میں روضۂ اقدس کے سامنے شہید کیا تو آسمان و زمین تھرّا اُٹھے، فلک خون بار ہوا، دھرتی خونی نہروں سے سُرخ ہو گئی، مُسلمان افتراق و انتشار کا شکار ہو گئے قصاصِ عثمان مظلوم رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کی خاطر جنگِ جمل میں دس ہزار مسلمانوں نے اور جنگِ صفین میں تقریباً ۷۰ ہزار مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

حقیقتِ حال کی ترجمانی اور ملوّث و ذمہ دار طبقہ کی نشاندہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے کیا خوب فرما دی:

وقام علی فی الناس خطیبا فذکر الجاھلیۃ وشقاءھا واعمالھا وذکر الاسلام وسعادۃ اھلہ بالالفۃ والجماعۃ وان اللہ جمعھم بعد نبیھم علی الخلیفۃ ابی بکر الصدّیق ثم بعدہ عمر بن الخطاب ثم علی عثمان ثم حدث ھذا الحدث الذی جری علی الامۃ اقوام طلبوا الدنیا وحسدوا علی الفضیلۃ التی من اللہ بھا وارادوا رد الاسلام والاشیاء علی ادبارھا واللہ بالغ امرہ الخ (تاریخ طبری حادثہ جمل)

آپ نے خطبہ دیتے ہوئے زمانہ جاہلیت اس کی بدبختی اور اعمال کا ذکر فرمایا پھر اسلام آپس میں اُلفت و جماعت کی وجہ سے نیک بختی کا ذکر فرمایا اور یہ کہ اللہ نے نبیؐ کے بعد سب کو حضرت صدیقؓ پر پھر حضرت عمرؓ پر پھر حضرت عثمانؓ پر متفق کر دیا پھر یہ امّت پر عظیم حادثہ (قتل عثمانؓ و اختلاف) ان لوگوں نے برپا کیا جو طالبِ دُنیا ہیں اور اس امت کی نعمتِ اتفاق پر حسد کرتے ہیں اسلام اور اس کے اثرات کو جاہلیت کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام کو کرنے والا ہے پھر فرمایا میں صبح کوچ کر رہا ہوں تم بھی واپس کوچ کرنا اور میرے ہمراہ وہ لوگ نہ چلیں جنہوں نے کچھ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کے قتل میں اعانت کی اور وہ گھٹیا لوگ ہیں وہ اپنے آپ پر نفرین کریں۔ حضرت علیؓ نے تو فیصلہ طالبانِ قصاص حضرت طلحہؓ، زبیرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھم کے حق میں دے دیا۔ مگر قاتلینِ عثمانؓ نے خفیہ سازش سے رات کو جنگِ جمل بھڑکا دی اور علیحدہ ہونے کی بجائے آپ سے چمٹے رہے حتیٰ کہ صفین میں حضرت معاویہؓ سے لشکرِ اسلام کو جا ٹکرایا۔ اگر یہ لوگ دعویٰ اسلام اور دعویٰ حبِ علیؓ میں ذرا بھی مخلص ہوتے تو بالفعل ۸۰ ۔ ۱ قاتلین عثمانؓ اپنے افراد کو

قصاص کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیتے تو مسئلہ حل ہو جاتا یا اپنے
مفسد غنڈوں کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور طالبانِ قصاص کے حوالے کر دیتے تو حضرت
علی کو کبھی خونی معرکوں سے نہ گزرنا پڑتا، نہ پبلک آپ سے کنارہ کش ہوتی۔ نہ آپ کا دائرۂ
حکومت تمام عالمِ اسلام سے سمٹ کر حجاز و عراق تک محدود رہتا۔ آخر عمر میں حضرت علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ ان مارِ آستین دوستوں کو پہچان چکے تھے۔ ان کی مذمت میں نہج البلاغہ کے
خطبات بھرے ہوئے ہیں مذکورہ بالا سیاسی نقصانات کے متعلق ایک استفسار میں
آپ نے کیا خوب فرمایا کہ پہلے خلفاء کے وزراء و اصحاب ہم تھے (کامیابی قدم چومتی تھی)،
اب ہمارے تم مصاحب ہو (یعنی یہ حالات تمہاری سازشوں ہی کا نتیجہ ہیں۔)

ملا باقر علی مجلسی نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے "احادیث معتبرہ (شیعہ) میں
وارد ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کی نافرمانی نفاق کفر اور مخالفت
سے دل تنگ ہو گئے اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا لشکر آپ کے ملک کے اطراف و جوانب
پر غارت کر رہا تھا اور حضرت کے ساتھی آپ کی مدد نہ کرتے تھے تو منبر پر فرمایا اللہ کی
قسم میں پسند کرتا ہوں کہ خدا مجھے تم سے جدا کر کے جنت میں جگہ دے ..... پھر فرمایا اے
اللہ میں ان سے تنگ آ چکا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ ہو چکے ہیں میں نے ان سے دکھ
پایا انھوں نے مجھ سے دکھ پایا اے اللہ مجھے ان سے جدا کر کے آرام بخش اور اس
کے ہاتھ میں انھیں مبتلا کر کہ مجھے یاد کریں۔ جلاء العیون ج۱ ص۱۸۴ (ان منافقوں سے حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ کا مناسب سلوک دعائے مرتضوی کا نتیجہ ہے)۔

تشیع کا دعوے دار یہی گروہ خارجیت کے روپ میں آیا اور انہی کے ایک
بدبخت نے حبِ علی کی قسمیں کھانے کے باوجود آپ کو رمضان المبارک ۴۰ھ میں شہید
کیا (رضی اللہ عنہ) (ایضاً)

یہی گروہ اب حضرت حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے گرد (اپنے دشمن حضرت معاویہؓ
سے لڑنے کی خاطر) بھی جمع ہوا۔ مگر یہ صلح و امن اور ترقیٔ اسلام کا حامی شہزادہ، عظیم مدبر
اور فطین جرنیل ان منافقوں کے جھانسے میں نہ آیا۔ ان کی چھاتی پر مونگ دل کر شرائط خاص

کے تحت خلافت و امامتِ اسلامیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی کیونکہ
بجز حکومت و کرسی کی تبدیلی کے اسے اسلام اور اس کے عظیم تر مفادات کے خلاف۔
جانا اگر آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ظالم اور آپ کی خلافت کو ظالمہ جانتے تو کبھی
امانتِ پیغمبر آپ کے سپرد نہ کرتے کیونکہ اس ظلم کا شکار براہ راست اسلام اور مسلمان ہوتے
سہیل بن عمرو کے ساتھ مصالحتِ پیغمبر در حدیبیہ کی اس سے قدرے (کوئی) مناسبت ہی
نہیں کیونکہ وہاں کفار کا سیاسی و مذہبی اثر مسلمانوں پر پڑ ہی نہ سکتا تھا بلکہ مسلمانوں کا ان پر
پڑا کر اشاعتِ اسلام تیز ہوئی اور فتح مکہ کا سبب بنی۔ فافہم القصہ اس بیعتِ حسنیؓ
سے مشتعل ہو کر شیعوں نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا، ران کاٹی، مصلیٰ چھین لیا۔ سفیان بن
ابی لیلیٰ جیسے "مومن" نے آپ کو مذل المؤمنین کہا۔ آپ پر بکنے اور کفر کے فتوے لگے
یہ اسی احتجاج کی صدائے بازگشت ہے کہ آج بھی امام باڑوں میں حضرت حسنؓ کے نام
کی کوئی عزاداری نہیں، کبھی بھی کسی کمال پر مخصوص مجلس و تقریب نہیں، لاولد بنائے گئے
یا امامت فی الاولاد سے محروم کیے گئے۔ آپ اہلِ عراق سے جان بچا کر مدینہ میں مقیم ہو
گئے پھر اہلِ کوفہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف
اٹھانا چاہا آپ نے حضرت حسنؓ کی بیعت و مصالحت کا حوالہ دے کر ان کو واپس کر دیا
بعد از وفاتِ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی انھوں نے یہ کوشش کی مگر ناکام ہوئے۔
وہ حضرت محمد بن حنفیہ (برادر حسینؓ) سے سفارش کرانے لگے تب حضرت حسینؓ نے
فرمایا یہ لوگ ہمیں حکومت سے لڑا کر ہمارے خون سے کھیلنا چاہتے ہیں اور انہیں خاموشی
پر مجبور کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیس سالہ دورِ خلافت میں حضرات حسنینؓ کو آپ
کے قرابتداروں سچے طرف داروں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ حسنینؓ سالانہ شاہی دعوت پر
دمشق کا دورہ کرتے بخشے شدہ اموال کے علاوہ لاکھ لاکھ روپے کا وظیفہ اعزاز و اکرام میں
ملتا۔ ان میں سے ہر بات کتبِ طرفین میں مسطور ہے۔

سانحۂ کربلا کا مختصر ذکر

جب حضرت معاویہؓ کے بعد یزید تخت پر بیٹھا۔
آپ کو طبعاً یا نامزدگیٔ یزید سے نفرت تھی غیر جانبدار

رہنے کا فیصلہ کیا۔ مدینہ کے حاکم نے بلایا تو بیعت کے بجائے چپکے سے مکہ مکرمہ چلے آئے۔ یہاں کسی نے بیعت کا مطالبہ کیا نہ شام و مدینہ سے کوئی نیا آرڈر آیا آپ نے تقریباً پانچ ماہ شعبان تا ۱۰ ذی الحجہ بڑے سکون و اعتکاف میں جوار بیت اللہ میں گزارے ، مثبت یا منفی سیاست میں کوئی حصہ نہ لیا۔

جب اہل کوفہ کو آپ کے بیعت نہ کرنے کا پتہ چلا ان کی دیرینہ تمنا پوری ہونے کا وقت آگیا۔ ہزاروں خطوط بھیجے وفود پر وفود بھیجے مگر آپ ان کی غدّارانہ جبلّت اور حضرت علی وحسن رضی اللہ عنہما سے منافقانہ سلوک کے مشاہدہ کے پیش نظر جانے پر آمادہ نہ ہوئے لیکن بار بار اصرار پر حالات کی تحقیق کے لیے حضرت مسلمؓ بن عقیل کو بھیج دیا اور وعدہ کیا کہ حالات سازگار ہوئے تو آجاؤں گا۔ حضرت مسلمؓ نے جاتے ہی حالات موافق پائے تو فی الفور آنے کا خط لکھ دیا مگر عبید اللہ بن زیاد کے آنے سے حالات بالکل برعکس ہو گئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ عالم غیب سے آگاہ نہ تھے۔ وعدہ کے مطابق جانے کا ارادہ پختہ کر لیا۔ مکہّ کے تمام اصحاب، بہی خواہ اور ذمہ دار لوگوں کے روکنے پر بھی نہ رُکے۔ جب مقام ثعلبیہ پر پہنچے تو حضرت مسلمؒ کی شہادت کی خبر ملی۔ فرزدق سے حالات کا علم ہوا، واپسی کا ارادہ کیا مگر مسلمؓ کے نوجوان بیٹے اور بھتیجے اڑ گئے کہ ہم تو ضرور اب جائیں گے اور والد کا انتقام لیں گے آپ نے فرمایا تمہارے بعد میرے جینے کا کیا مزہ ہوگا۔ جب کربلا پہنچے تو وہی خط لکھنے والے حُر بن یزید کے ایک ہزار لشکر کے اکثر سپاہی تھے۔ آپؓ نے خطوط کا تھیلا کھول کر پھیلا دیا ایک ایک آدمی کو نام لے کے بلایا اور شرمندہ کیا مگر وہ آمادہ نصرت نہ ہوئے پھر آپ نے فرمایا اگر تم میرے آنے پر ناخوش ہو اور پیمان سے پھر چکے ہو تو واپس جاتا ہوں مگر اس لشکر نے آپ کا گھیراؤ کر لیا۔ واپس نہ جانے دیا۔ (جلاء العیون)

عام مورخوں اور ابو مخنف افسانہ نگار شیعہ سے مروی بیان کے مطابق شمر و ابن سعد بھی تین ہزار کا لشکر لے آئے جب حضرت حسینؓ سے ملاقات ہوئی آپ نے تین

شرطیں پیش کیں، یا مجھے واپس جانے دو، یا براہ راست دمشق میں یزید کے پاس جانے دو تاکہ میرے بارے وہ کوئی رائے دے یا آزاد علاقے میں جانے دو میں عام مسلمانوں کی طرح رہوں گا۔ عمر بن سعدؒ خوش ہو گیا۔ ابن زیاد تک پہنچا وہ بھی راضی اور آمادہ مصالحت ہو گیا۔ مگر شمر۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا برادر نسبتی اور حضرت حسینؓ کا ایک قسم کا ماموں تھا۔ صفین میں تو حضرت علیؓ کا خاص شیعہ اور طرف دار تھا۔ اڑ گیا کہ بغیر بیعت لیے حسینؓ کو ہرگز واپس نہ جانے دیا جائے بالآخر ابن زیاد نے یہی آرڈر کیا کہ یا بیعت ان سے لی جائے یا گرفتار کیا جائے۔ حضرت حسینؓ جیسا غیوّر اور خوددار انسان اس ذلت پر آمادہ نہ ہوا اور فرمایا " اللہ کی قسم! خود کو تمہارے حوالے نہ کروں گا، بدترین کینہ نہ بنوں گا، غلاموں کے طرز پر فرمانبرداری کا طوق گردن میں نہ ڈالوں گا۔ (جلاء العیون ص۳۹۲) نیز فرمایا میں بحکم خدا ان منافقوں (کاتبانِ خطوط) سے جنگ کرتا ہوں اور قتل سے نہیں ڈرتا۔ (جلاء العیون ص۳۷۷) بالآخر طرفین میں اشتعال برپا ہو گیا، جو کوفی مکے سے ساتھ آرہے تھے اس موقع کو غنیمت جانا حملہ میں پیش قدمی کر کے جنگ بھڑکا دی جیسے جمل وصفین میں کر چکے تھے۔ چنانچہ جگر گوشۂ رسول اور آپ کی آل واصحاب کو ان منافقوں ، بدعہدوں نے شہید کر کرا کے چھوڑا اور وہ آرزو پایہ تکمیل کو پہنچا دی جس کے عہدِ معاویہؓ سے خواہاں تھے۔

یہ تصویر واقعہ عام شیعہ وسنی کتب تاریخ سے مترشح ہوتی ہے بعض محققین کے نزدیک نئی تحقیق کا ماحصل یہ ہے کہ آپ یزید سے مصالحت کی خاطر کربلا سے دمشق کے راستے پڑ چکے تھے کہ مکہّ سے ساتھ بلا کر لانے والے ۷۰ شیعانِ کوفہ نے روایتی غدّاری کے مطابق جب شکار ہاتھ سے نکلتے دیکھا تو مزاحمت کی ابن سعد کے لشکر نے جب ان کوفیوں باغیوں پر حملہ کیا تو اپنے پرائے کی تمیز نہ رہی اور اس حادثہ فاجعہ کبریٰ میں اہل بیتؓ کے قیمتی نفوس بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن — خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

یارب صل وسلم دائما ابدا — علی حبیبک محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

حادثہ کربلا کے دین پر اثرات

اب شیعان کوفہ کا اس جرم عظیم کے بعد اور کام ہی کیا ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی حرکت پر نادم ہو کر روئیں پیٹیں ہائے حسینؓ ہائے حسینؓ کر کے ماتم کریں اور ابنِ زیاد اور یزید پر پھٹکار کریں۔ جلاء العیون کی تفصیل کے مطابق حضرت حسینؓ، حضرت بریر بن حضیر (خادم حسینؓ) حضرت زین العابدینؒ، سیدہ زینبؓ، سیدہ ام کلثومؓ، فاطمہ بنت حسینؓ وجملہ اہل بیتؓ نے ان کو بد دعائیں دیں اور فرمایا اب تم ہم پر روتے ہو، خدا تمہاری آنکھوں کو خشک نہ کرے۔ اب تم ماتم کر کے ہمارے طرفدار بنتے ہو تو بتاؤ ہمیں قتل کس نے کیا۔ الغرض ان مظلوموں کی بد دعاؤں کے صلہ میں ماتم و عزاداری اور اتباعِ شرع و اہلبیت سے دوری اس فرقہ کا خاص مذہب اور گلے کا ہار بن گئی حادثہ کربلا کی بنیاد پر ایک نیا اسلام تعمیر کیا گیا۔ حضرت حسینؓ اور شہداء کربلا کے جسم و خون کا مصالحہ اس میں لگایا گیا۔ دوسری و تیسری صدی کے زرارہ، ہشام، جابر جعفی، برید بن معاویہ ایسے لوگوں کی روایات کے تانے بانے کا ملبہ تیار کیا گیا اور چوتھی و پانچویں صدی میں کتبِ اربعہ کی تصنیف سے اس چھت کو مکمل کر دیا گیا۔ آٹھویں نوی صدی ہجری عہد صفوی میں اس نئی عمارت کو جبراً کرایہ پر چڑھا دیا گیا کہ ایران کے شاہ عباس صفوی کے عہد میں شہر قم کے شیعہ علماء بورڈ نے شیعہ ازم مرتب کر کے اسے سرکاری مذہب قرار دیا اور زبردست خانہ جنگی کے بعد ۴۰ لاکھ سُنی مسلمانوں کو تہ تیغ کر کے اسے پھیلایا محمدی اسلام اور اس ماڈرن اسلام میں یوں تو از الف تا یا ہر مسئلہ میں فرق و اختلاف ہے جس کا احصاء ناممکن ہے بطور نمونہ اصول میں کچھ ملاحظہ فرمالیں حوالہ کے بجائے کسی بھی عزادار سے پنج تن کی قسم دلا کر پوچھ لیں، تصدیق ہو جائے گی بعض باتوں کا مجمل حوالہ دے دیا ہے مفصل "عدالت" میں پیش کیا جا سکتا ہے۔

محمدی اسلام	سبائی وتشیعی اسلام
۱۔ کلمہ طیبہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو سمجھ اور اعتقاد کے ساتھ پڑھنے سے کافر مسلمان ہو جاتا ہے۔	اس ناقص کلمہ سے ہرگز مومن مسلمان نہیں ہوتا علیؑ ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل کا ملانا شرطِ ایمان و اسلام ہے۔
۲۔ ذات وصفات و افعال میں اللہ وحدہٗ لاشریک ہے کوئی پیغمبر، فرشتہ، ولی شریک نہیں ہے۔	صفات و افعال میں حضرت علیؑ بھی شریک ہیں کہ غیب دان، کارساز اور موت وحیات پر قادر و مختار ہیں۔
۳۔ خدا کی ذات اجزاء و اولاد سے پاک ہے۔ (پ ۲۵ ع ۷)	۱۲ امام اجزاء خداوندی نورٌ من نور اللہ بشری روپ میں ہیں۔
۴۔ مافوق الاسباب دعائیں اور حاجات صرف اللہ تعالےٰ سے مانگنی چاہئیں کہ وہی حاجت روا ہے۔	گنہگار بندے حضرت علیؑ و حسنینؓ سے یہ تعلق قائم کریں وہ حاجت روا، مشکل کشا اور وسیلہ ہیں۔
۵۔ نذر نیاز اور منّت عبادت اور خاصہ الٰہی ہے۔	حضرت [illegible]ی و حسنینؓ کے نام کی نذر و نیاز دینی لینی چاہیئے۔
۶۔ بزرگوں کی یادگار (شکل انسانی)، کو معظم جان کر عبادت کرنا شرک ہے۔	تعزیہ کی یادگار حسینی کے سامنے جھکنا، اولاد مانگنا وغیرہ ایمان ہے۔
۷۔ کعبۃ اللہ کی حاضری و زیارت بہت اونچا عمل ہے۔	شیعہ کے لیے نجف و کربلا کی حاضری اور زیارت اس سے زیادہ کار ثواب ہے۔ (اصول کافی)
۸۔ منصبِ نبوّت اور انبیأ سب سے افضل ہیں۔	امامت نبوّت سے افضل اور آئمہ انبیا سے افضل ہیں۔
۹۔ مہبط وحی اور صاحبِ کتاب و صحیفہ ہونا خاصہ انبیأ ہے۔	آئمہ اہل بیت بھی موردِ وحی اور ۱۲ صحائف والے تھے۔
۱۰۔ غلبہ دین اور تمام دُنیا کی ہدایت نبی آخر الزمان سے ہوئی۔	یہ چیز مہدی آخر الزمان کے ہاتھوں سے ہی ہوگی۔
۱۱۔ حضوؐر اپنے مقصد میں ظاہر و باطن میں کامیاب گئے۔	نہیں اس صدمہ سے رخصت ہوئے کہ علیؓ کو تختِ خلافت سے محروم رکھا جائے گا۔

۱۲۔ حضورؐ نے تبلیغ و تعلیم سے لاکھوں کو مومن بنایا۔	بواسطہ علیؓ ۵۔۷ کے سوا کسی بھی شخص کو ایمان نہ ملا۔
۱۳۔ بنصِ قرآن آپ نے ضلالتِ عرب کو ہدایت سے بدل دیا۔	نہیں چند افرادِ خانہ کے سوا کوئی بھی کفر و شرک سے پاک مومن نہ بنا۔
۱۴۔ تقیہ اور دین چھپانا مقاصدِ نبوت کے خلاف ہے۔	پیغمبرؐ بھی تقیہ کرتے تھے ۹/۱۰ حصے دین اسی میں ہے۔
۱۵۔ آپؐ پر نبوت ختم ہے آپؐ کے بعد کوئی معصوم، حلال و حرام میں مختار، مصدرِ شریعت ہستی نہ ہوگی۔	نبوت کے یہ تمام اوصاف اجزائے نبوت آئمہ میں پائے جاتے ہیں وہ دین میں مختار معصوم اور مصدرِ شریعت ہیں۔
۱۶۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے تحت دین کے ثقلین کتاب اللہ اور سنتِ نبوی ہیں۔	اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کی اتباعِ سنت منسوخ یا ناممکن ہے۔ ثقلین کتاب اللہ اور اہلبیت ہیں۔
۱۷۔ تمام دنیا بالشمول حضرت علیؓ ایمان و ہدایت میں حضور علیہ السلام کی محتاج ہے۔	حضرت علیؓ اور آئمہ پیدائشی مومن و ہدایت یافتہ تھے۔ شیعہ ایمان و ہدایت میں صرف آئمہ کے محتاج ہیں۔
۱۸۔ پیغمبرؐ کے تمام اقوال و اعمال مبنی بر حق ہیں، ان کی تصدیق ضروری ہے۔	صرف وہ مبنی برحقیقت ہیں جو عترت کی مدح و نوازش سے متعلق ہوں غیر عترت کی مدح و تعظیم کے متعلق ہر قول و عمل میں ظاہر داری اور مصلحت کا احتمال ہے۔
۱۹۔ قرآن اور سنتِ نبوی لازم و ملزوم تا قیامت لوگوں کی راہنمائی کرتے رہیں گے	قرآن و اہلبیت لازم و ملزوم ہیں جب اہلبیت کو لوگوں نے پنپنے نہ دیا تو اصلی قرآن کی ہدایت سے بھی تا ظہورِ مہدی محروم رہیں گے۔
۲۰۔ موجودہ قرآن وہی اصلی قرآن ہے جو	[illegible] میں بہت کمی بیشی ہوئی

لوحِ محفوظ میں مرتب موجود ہے اور پیغمبرؐ دنیا میں چھوڑ کر گئے۔	ترتیب و ترکیب تو بالکل غلط ہے اصلی اور صحیح مرتب قرآن حضرت امام مہدی کے پاس ہے۔
۲۱۔ مقاماتِ مشکلہ کے ماسوا قرآن آسان اور عام فہم کتاب ہے۔	انتہائی مشکل اور ناقابلِ فہم ہے امام کے بغیر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ بلا حدیثِ امام قرآن سے استدلال کرنا غلط ہے۔ مجالس المؤمنین
۲۲۔ کلامِ خداوندی معجزۂ رسول ہے اس سے اپنے بیگانے عرب و عجم سب فیضیاب ہوئے	اس کی ہدایت کسی کے دل میں نہ بیٹھی حضرت علیؓ اور آئمہ کے ماسوا کوئی صحابی و تابعی قرآن سے ہدایت یافتہ نہیں بن سکتا۔
۲۳۔ حفاظتِ قرآنی کے وعدہ سے مراد اسی قرآن کی حفاظت ہے جو لاکھوں حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہے۔	یہ وعدہ مجموعہ مرتضوی کے ساتھ ہے جو مہدیؑ کے پاس ہے اور سب آئمہ کو یاد تھا۔ اس قرآن کا یاد کرنا ضروری نہیں ہے۔
۲۴۔ بنصِ قرآنی فرشتوں کا ماننا اصولِ دین و ایمان میں سے ہے۔	اصولِ دین و ایمان میں فرشتوں کا ذکر نہیں ہوتا وہ یہ ہیں۔ توحید۔ امامت۔ نبوت۔ آخرت۔ عدل۔
۲۵۔ فرشتے گناہوں سے معصوم اور دوزخ سے بری ہیں۔	جبریل و میکائیل کے دل میں ذرہ بھر بھی ابوبکرؓ و عمرؓ کی محبت ہوگی تو جہنم میں جلیں گے (جلاء العیون)
۲۶۔ بنصِ قرآنی ہر شخص اپنے گناہوں کا خود بوجھ اٹھائے گا۔	مسئلہ طینت کے مطابق شیعہ کے تمام گناہ سنیوں پر لاد کر ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔
۲۷۔ ہر شخص کو اس کے نیک اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔	مسئلہ طینت کے مطابق سنیوں کے اعمالِ حسنہ شیعہ کو دے کر ان کو جنت سے محروم کیا جائیگا۔
۲۸۔ مسلمان کی کبیرہ گناہوں پر باز پرس ہوگی بشرطیکہ توبہ یا رحمت سے خدا معاف	شیعہ قطعاً کسی گناہ پر ماخوذ نہ ہوں گے۔ وہ تولا یا تبرا کی وجہ سے ہر وقت پاک ہوتے رہتے

نہ کردے۔

۲۹۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ارکانِ اسلام فرض ہیں کہ ان کا چھوڑنا آخرت میں نقصان دہ ہوگا۔

۳۰۔ کسی جوڑے کا بلا ولی و گواہ اجرت و وقت مقرر کر کے تعلق یعنی خفیہ آشنائی اور زنا بالرضا ہے۔

۳۱۔ خلافِ ضمیر عمداً بات کہنا جھوٹ اور حرام ہے۔ اپنی جان و مال، نفسِ معصوم کے قتل اور مسلمانوں میں دشمنی ختم کرنے کی خاطر حدیث سے جواز ثابت ہے۔

۳۲۔ کسی مسلمان کو گالی دینا بیزاری اور لعنت کرنا کبیرہ جرم ہے۔

۳۳۔ مکہ و مدینہ مقدس ترین مقامات ہیں ان کے باشندے واجب الاحترام ہیں۔

۳۴۔ کسی مسلمان کو زانی کہنا بڑا سخت جرم ہے۔ ۸۰ درّے حدِ قذف لگے گی۔

۳۵۔ حضرت علیؓ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا۔

ہیں۔ (مجالس المؤمنین)

یہ کام اچھے ہیں کرنے پر ثواب ملتا ہے مگر نہ کرنے پر شیعہ کو نقصان نہ ہوگا کربلا والی امام حسینؓ کی نماز سب کا کفارہ ہو گی۔

یہی تو متعہ ہے جو سب سے افضل نیکی ہے ایک دو تین چار مرتبہ کرنے سے بالترتیب حضرت حسینؓ حسنؓ علیؓ اور پیغمبرؐ کا (العیاذ باللہ) مرتبہ پالے گا۔ (تفسیر المنہج)

یہی تو تقیہ ہے جو ۹/۱۰ حصے دین ہے ایسا نہ کرنے والا بے ایمان ہے۔ یہ ہر موقعہ پر اپنے مقصد و ضرورت کے لیے کرنا چاہیے۔

(اصولِ کافی)

مگر پیغمبر پاکؐ کی چند بیویوں، خسروں اور خلفاء و اصحاب اور پنجتن کے سوا دیگر قرابتداران پیغمبر کو لعنت کرنا شرط ایمان ہے۔

نہیں! اہلِ مکہ خدا کے کھلے منکر ہیں اور مدینہ والے تو اُن سے ستر گنا زیادہ پلید ہیں۔

(اصول کافی)

فرمانِ صادقؒ ہے۔ بخدا شیعہ کے سوا سب لوگ کنجریوں کی اولاد ہیں۔ (روضہ کافی)

آپؓ نے ایسا نہ کیا کہ لوگ مخالف نہ ہو جائیں اگر آپؓ ثابت قدم ہوتے تو کتاب اللہ اور تمام حق (شیعی مفروضہ اسلام) کو قائم کرتے (فروع کافی)

۳۶۔ حضرت علیؓ کی فرماں برداری سعادت و عزت ہے مگر کسی بات میں اختلاف رائے کفر نہیں ہے۔

۳۷۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو۔ (توبہ) اور وہ شیعہ اقرار کے مطابق حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو ماننے والے صحابہ کرامؓ اور [illegible] مسلمان ہیں۔ حضرت علیؓ اور تمام ائمہ اہلبیتؓ اسی سنی مذہب پر تھے شیعہ مذہب کی ایجاد ان پر بہتان [illegible]

۳۸۔ خدا کسی سے نہیں ڈرتا اس نے پورا قرآن اپنی مرضی سے اتارا ہے۔

۳۹۔ انبیاء کرامؑ ہر قسم کے گناہوں اور کفریات سے معصوم ہوتے ہیں۔

۴۰۔ نماز صرف خدا کی ہے اور وہ قبلہ رُخ پڑھنا ضروری ہے۔ع

حضرت علیؓ کی فرماں برداری ذلت ہے اور نافرمانی خدا کا انکار ہے۔

(روضہ کافی)

امام صادقؒ کو ایک شیعہ نے کہا فلاں فلاں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو ماننے والے امین سچے اور وفادار ہیں مگر آپکے حیداروں میں وہ امانت سچائی اور وفاداری نہیں ہے تو امام نے غصہ سے فرمایا جو غیر خدا کے بنائے ہوئے امام مانے وہ بےدین ہے اور جو خدا کے بنائے ہوئے امام مانے اس پر گناہوں کی وجہ سے کوئی عتاب نہیں (کافی)

خدا نے صاف طور پر سلام علی آلِ محمد کی آیت نہیں اتاری کیونکہ وہ اندیشہ رکھتا تھا کہ صحابہ اس کو قرآن سے نکال دیں گے (احتجاج طبرسی)

اصولِ کفر تین ہیں حرص، تکبر، حسد۔ حرص آدمؑ نے کیا کہ دانہ کھایا، تکبر شیطان نے اور حسد آدمؑ کے دو بیٹوں نے۔ (کافی)

شیعہ کے ہاں آئمہ کی زیارت کی بھی نماز ہے وہ انکی قبروں کی طرف منہ کر کے پڑھی جاتی ہے قبلہ رخ نہیں۔ (کتب فقہ)

ع ممکن ہے وہابی قسم کے صاحب علم شیعہ یہ کہیں کہ مذکورہ بعض باتیں کتب شیعہ میں نہیں ہیں تو عرض یہ ہے کہ یہی کچھ ہم کہتے ہیں کہ ۵ در شیعہ کے یہ عقائد بنادٹی در آئمہ کی تعلیمات کے خلاف ہیں انکی اصلاح کرنی چاہیے اگر شیعہ عالم محمد حسین ڈھکو کا رسالہ اصلاح المجالس والمحافل ساتھ مطالعہ کیا جائے تو ہماری اس تالیف کو مذہب اہل بیت کا نقشہ [illegible] جائیگا علاوہ ان باتوں کا آج شیعہ کا جزو ایمان بن جانا یہ مختارِ ثبوت نہیں کسی عام شیعہ سے پنجتن کی قسم دلا کر پوچھے جا سکتے ہیں۔ منہ

انکہ بیش تو گفتم حالِ دِل نترسیدم — آزردہ شوی ورنہ جائے سخن بسیار است

قارئین! ان خرافات سے سمع خراشی کی معذرت چاہتے ہوئے عرض گزار ہوں کہ یہ اس اسلام کی ادنیٰ جھلک ہے جس کا مرکز نشریات اور ریڈیائی اسٹیشن مسجد کے بجائے امام باڑہ ہے۔ نشر کرنے والے مستند و متشرع علماء نہیں علانیہ شریعتِ جعفری کے تارک ذاکر و موسیقار صاحبان ہیں۔ اس کا ماخذ کتاب اللہ اور سنتِ نبوی نہیں، جہالت، توہم اور غیر مستند کتبِ مصائب و مناقب ہیں۔ اس کی بنا ملّت کے اتحاد پر نہیں ہے۔ تفریق و منافرت از جمہور مسلمین اس کا مقصدِ اعلیٰ ہے۔ صاحبِ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا یہ جملہ کتنا مبنی بر حقیقت ہے۔

"ماتمِ حسینؓ کے جلوسوں میں سنیوں کے خلاف جوشِ غضب اس قدر نمایاں ہوتا ہے کہ غیر مسلم تماشائیوں سے تو کوئی تعرض نہیں ہوتا لیکن غیر شیعہ مسلمانوں (سنیوں) کو برداشت نہیں کیا جا سکتا"

تعجب ہے کہ ہمارے سنی مسلمان اتنے سادہ لوح کیوں ہو چکے ہیں کہ ان عظیم بنیادی اختلافات کے باوجود ان کی مجالس، جلوسوں اور مذہبی تقریبات میں شرکت کرتے اور کارِ ثواب جانتے ہیں۔ عشرہ محرم میں تو ٹی وی اور ریڈیو بھی شیعی تبلیغ کے اڈے بن جاتے ہیں، علمی و مذہبی نکتۂ نظر سے غلط اور غیر مصدقہ بیانات و مضامین شائع کرتے ہیں۔ اخبارات کا بھی یہی وطیرہ ہوتا ہے۔ علماء کے معیاری تحقیقی اور سیرتِ حسینؓ پر مبنی اور اصل مجرموں کی نشاندہی پر مشتمل مضامین تو شائع نہیں کیے جاتے۔ ذاکروں، گدیوں کی اناپ شناپ اور شیعیت کے مؤید افکار خوب شائع کیے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ ہفتوں جاری رہتا ہے جبکہ حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کی حدودِ شرعیہ و قصاصِ عثمانؓ کے سلسلہ میں عظیم الشان شہادت، حضرت عمرؓ کی شہادتِ عظمیٰ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی مظلومانہ شہادت۔ حضرات شہداءِ احد، بدر، موتہ، بئرِ معونہ کی قربانیاں۔ ۱۳ سال مکہ میں مہاجرینؓ کا مشرکین کے ہاتھوں خاک و خون میں تڑپنا، آگ اور پتھروں سے کھیلنا، وغیرہا قربانیوں کی تاریخ بھی توجہ چاہتی ہے کہ ان کی مستقل یادگار ہو۔ سرخیاں، اداریے اور مضامین ہوں، جلوس و مجالس ہوں لیکن اگر یہ اس لیے نہیں منائی جا سکتیں کہ ترقیاتِ اسلام

کے معاند ایک طبقہ کو گوارا نہیں ہیں۔ عام مسلمان چونکہ اتباعِ شرع کا اصول اپناتے ہیں اس لیے خطبات و مواعظ میں ان کے ذکرِ خیر اور اظہارِ عقیدت کے علاوہ معین تقریبات کو اپنا معمول نہیں بناتے تو سیدنا حسین السبطؓ کے حق میں بھی وہ ۱۴۰۰ سال سے اسی روش پر گامزن ہیں اور جب رسوماتِ محرم اور غیر واقعی پروپیگنڈہ کو بجز مخصوص فرقہ کے عہدِ صحابہؓ، تابعینؒ، آئمہ اہل بیتؒ میں اور صفحاتِ تاریخ پر منقش نہیں پاتے تو خطبات جمعہ مواعظِ حسنہ، علمی محافل ہی میں آپ سے راہنمائی پاتے۔ درود و سلام سے خراجِ عقیدت پیش کرتے اور آپ کے افکار و محاسن کو عملی زندگی میں سمونے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ علماءِ اہلِ سنت اور حضرات علماءِ دیوبند اور دیگر مسلمانوں کی مجاہدانہ تاریخ مبنی بر اتباعِ حسینؓ سب کے سامنے ہے۔ اگر آپ سنی ہیں، متبع رسولؐ ہیں تو آپ کے لیے کتاب اللہ سنتِ نبوی اور اس کے مطابق افکارِ حسینؓ مشعلِ راہ ہیں ان کے مطابق بلاشبہ یادگار منائیں لیکن بدعات اور حزبِ اسلام مخصوص حلقہ کے پروپیگنڈہ سے قطعاً اجتناب کریں ارشادِ نبوی کے مطابق اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس عنوان و ہیئت سے باقی انبیاءؑ پر فضیلت دی جائے کہ ان کی تحقیر و تخفیف مترشح ہوتی ہو تو یہ تفضیلِ خاتم الانبیاءؑ بھی حرام ہے۔ اسی طرح اگر جگر گوشۂ رسول اور آپ کے اصحاب کی شہادت اس انداز سے بیان کی جائے کہ حضورؐ کے ہمراہ جہادِ فی سبیل اللہ میں شہادت نوش کرنے والے شہداءِ احد، بدر، سید الشہداء حضرت حمزہؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علی المرتضیٰؓ پر اور اُن کے مقاصدِ عالیہ پر فضیلت نمایاں ہو یا ان کی تخفیف ہوتی ہو تو یہ احیاءِ اسلام نہ ہو گا اسلام کا خون ہو گا۔

بلاشبہ سیدنا حسینؓ ملت کا مشترکہ سرمایہ ہیں بلاتفریق اُن کا ذکرِ خیر اور مشنِ عالی بیان کرنا چاہیئے لیکن ہمیں شیعہ حضرات سے بنیادی اختلافات کی وجہ سے ان سے اور ان کے ایام سے الگ کرنا ہو گا ورنہ ان کی ہی تقویت اور اپنی ملی کمزوری کا باعث ہو گا۔ جیسے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کی انتہائی محترم شخصیت ہیں مگر کوئی مسلمان گرجا میں کبھی نہیں جاتا کہ وہ غالی محبوں کی منعقد کردہ مسیحی محفل میں شرکت کرے۔

اگر ایسا کرے تو گنہگار ہونے کے علاوہ ملتِ اسلامیہ کے لیے انتہائی باعثِ نقصان ثابت ہوگا۔ اسی طرح حضرتِ حسین رضؓ سے عقیدت کے باوجود امام باڑہ میں کسی سنّی مسلمان کو ماتم و عزا کی محفل میں نہ جانا چاہیئے کہ وہ خلافِ مذہب غالی محبوں کا شریک و ہم نوا بن کر ملتِ اسلامیہ کے لیے باعثِ نقصان ہوگا جیسے علیحدگی نصاب، علیحدگی کلمہ اور قلت کو کثرت سے بدلنے کے دعاوی کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔

مقامِ حسنین رضؓ اور عزا کی آڑ میں اسلام کُشی

بلاشک وشبہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جگر گوشہ پیغمبر، صحابی رسول اور ہماری آنکھوں کا تارا ہیں۔ بروایتِ ترمذی حضورؐ نے ان کو نوجوانانِ جنت کا سردار فرمایا ہے۔ اور تقریب التہذیب میں اس کے رواۃ کی توثیق کی گئی ہے۔ آپؐ نے انہیں اپنے رانوں پر بٹھا کر یوں دعا مانگی ہے "اے اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ اور جو ان سے سچی اتباع والی محبت رکھے تو اُن سے بھی محبت رکھ۔ بروایت بخاری آپؐ نے ان کو اپنے خوشبودار دنیا کے پھول فرمایا ہے۔ اہلِ بیتؓ میں سے ان کو محبوب ترین فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ان کو گرتے پڑتے دیکھا تو خطبہ میں سے اٹھ کر گود میں اٹھا لیا اور فرمایا خدا نے سچ فرمایا تمہاری اولاد اور مال تمہارے لیے فتنہ ہیں میں نے ان کو صغر سنی سے گرتے پڑتے دیکھا تو کلام روک کر ان کو اٹھا لیا۔ حضرت حسین رضؓ بروایتِ ترمذی از ناف تا قدم حضورؐ کے مشابہ تھے۔ اور حضرت حسن رضؓ سر سے ناف تک مشابہ تھے۔ حضرت حسن رضؓ کو آپؐ کندھے پر اٹھائے تھے ایک صحابی رضؓ نے کہا صاحبزادے کیا اچھی سواری تم کو ملی ہے تو آپؐ نے فرمایا: سوار بھی کیا بہتر ہے۔ ایک مرتبہ حضرت حسن رضؓ و اسامہ بن زید رضؓ کو رانوں پہ بٹھائے دُعا مانگی: اے اللہ! میں دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ۔ حضرت حسن رضؓ کے متعلق فرمایا: میرا یہ بیٹا سید اور سردار ہے امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے لشکروں میں صُلح فرما دے گا۔ حضرت حسین رضؓ کے متعلق فرمایا: یہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں اللہ اسے دوست رکھے جو حسین رضؓ کو دوست رکھے۔ حسین رضؓ (عظیم) پوتوں میں سے ایک پوتا ہے۔ (کلہ من مشکوٰۃ)

حضرت حسن رضؓ کو حضورؐ نے اٹھایا تھا حضرت صدیقِ اکبر رضؓ محبت سے فرماتے تھے: خدا کی قسم تو حضورؐ کا ہم شکل ہے علی رضؓ کا نہیں ہے۔ حضرت علی رضؓ سامنے سنتے اور ہنستے تھے۔ الغرض دونوں بھائی فضائل و مکارم میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ تاہم حضرتِ حسن رضؓ کا پلہ بڑا ہونے، کثیر الصحبۃ ہونے اور سیدِ امت ہونے کی وجہ سے بھاری ہے۔ یہ کس قدر زمانہ کی ستم ظریفی ہے کہ ایک بھائی کو تو خوب شہرہ آفاق کیا جائے مگر دوسرے کی وہ عظیم الشان بے مثال قربانی اور اتحادِ امت کا عظیم کارنامہ بھی موضوعِ مدح وسخن نہ بنایا جائے جس کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے آپ رضؓ کو سید فرمایا ہے۔ پھر تبرکاً سب اولادِ علی رضؓ کو سید کہا جاتا ہے۔

محض اس لیے کہ اہلِ تشیع و تفریق کو اس سے ٹھیس پہنچی اور اب بھی پہنچتی ہے اور حضرت حسین رضؓ کی مظلومانہ شہادت اس لیے موضوعِ سخن ہے کہ امتِ اسلامیہ اور حکامِ بنی امیہ کو گالی دینے اور انتخابِ صدیق رضؓ در سقیفہ تک اس کے ڈانڈے ملانے میں اور تمام اکابر صحابہ رضؓ کو دشمنِ اہلِ بیت باور کرانے میں مزہ آتا ہے اور روح خوش ہوتی ہے۔ ایک مروجہ نوحے کا بند ملاحظہ ہو:

فرزندِ فاطمہ کا ہے کربلا ٹھکانہ ۔۔۔ قبضہ کیا فدک پر یاروں نے غاصبانہ
مولا علی رضؓ کے حق پر چھاپہ عمر رضؓ نے مارا ۔۔۔ اتنی سی بات کا ہے کرب و بلا فسانہ

یہ تو "حبِ علی رضؓ نہیں بغضِ معاویہ رضؓ" کا مصداق، اور حبِ حسین رضؓ نہیں بغضِ صحابہ کرام رضؓ کا مظہر ہے۔

ورنہ غور کیجیے کہ اگر واقعی حضرت حسین رضؓ سے الفت ہے۔ اور آپ کی عزاداری جزوِ اسلام اور مقدس تحریک ہے۔ اشاعتِ اسلام (یعنی مسلمانوں کو شیعہ بنانے) کا زبردست ہتھیار ہے تو اس کے مثبت اثرات عزاداروں پر کیوں نہیں پڑتے۔ صحبت اور ذکرِ خیر کی تاثیر ایک لازمی اور مشاہداتی چیز ہے۔ آگ جلنے کی جگہ گرم، پانی بہنے کی جگہ ٹھنڈی ہوادار جگہ پُر فضا اور بندش والی گھٹن دار ہوگی۔ چوروں کی محفل اور ذکر میں چوری کا، بدکاروں کی محفل و ذکر میں شہوانی جذبات کا شوق فطری چیز ہے۔ اللہ والوں کی محفل اور صالحین

---

[1] اس یاوہ گو نے تو فیصلہ کر دیا کہ شہادت حسین رضؓ سیاسی مقصد کے لیے تھی دینِ خدا کے لیے نہ تھی۔

کے ذکرِ خیر میں نیکی کا شوق اور تسلسل سے متابعت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عزادار بے نماز ہیں۔ ان ایامِ عشرہ میں بھی نماز نہیں پڑھتے۔ حالانکہ الفقیہ کی حدیث میں حضرت صادقؑ نے بے نماز کو کافر اور زانی سے بدتر فرمایا ہے کہ زنا تو لذت اور غلبۂ شہوت سے صادر ہوتا ہے اور نماز کا بلا عذر عمداً ترک اسے معمولی سمجھنے سے ہوتا ہے جو کفر ہے۔ واعظ و ذاکر سمیت عزادار سنّتِ داڑھی کے تارک بلکہ منکر کیوں ہیں کہ داڑھی والوں کو مبغوض جانتے ہیں۔ کیا سنّتِ پیغمبرؐ سے ضد ہے۔ تو سنّتِ حسینؑ و آئمہ سے بھی ضد ہو گئی۔ کیا ان کی داڑھیاں نہیں تھیں؟ قرآنِ پاک سے کیوں نفرت ہے کہ شہدا کو اس کا ثوابِ تلاوت ہدیہ نہیں کیا جاتا۔ ماتمی مرثیوں اور دوہڑوں کا ہدیہ بھیجا جاتا ہے۔ اور اپنے مُردوں پر بھی ختمِ قرآن کے بجائے مجلسِ عزا کے ذریعے مغفرت کی دعا کی جاتی ہے۔ کیا حسینؓ کو بھی قرآن سے نفرت تھی۔ یا وہ بھی حفاظِ قرآن اور عالم و عامل بکتاب اللہ کو ترچھی نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے؟

جیسے دیہاتوں میں مسلی۔ مراثی۔ نٹ ڈوموں کا طبقہ ۹۰ ٪ شیعہ مذہب رکھتا ہے شہروں میں بھی۔ ٹی۔ وی۔ ناچ گھر۔ موسیقاری کے مراکز۔ ریڈیو سٹیشن۔ سینما جات۔ بازارِ حسن و متعہ وغیرہ اداروں میں اسی قماش کا طبقہ بیشتر ملازم اور مذہبِ شیعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ رمضان کے مقدس ماہ میں تو ان کو نہ نماز کی توفیق ہوتی ہے نہ ناجائز کاروبار بند کرنے کی۔ ہاں اپنے محرّم کے مقدس مہینہ میں کلّا یا جزاً سب اڈے اور کاروبار بند کر کے امام باڑوں اور کربلاؤں میں تشریف لے آتے ہیں۔ جب دس دن ختم ہو جاتے ہیں وہی معصیت کے اڈے اور کاروبار کچھ تیزی سے شروع ہو جاتے ہیں۔ انصاف سے فرمائیے۔ عزاداریٔ حسینؓ اور آپ کے ذکرِ خیر کا یہی منشاء تھا اور یہی انجام تھا؟

ان چند مثالوں سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ عزاداری کی اس تحریک کا نہ حضرت حسینؓ سے تعلقِ عقیدت ہے۔ نہ آپؓ کی اتباع حاصل ہوتی ہے بلکہ بڑے بڑے دیندار شیعہ بھی اتباعِ شرع کا خیال نہیں رکھ سکتے۔ عین جمعہ کے موقعہ پر بھی جلوس عزادار ول کا نماز پڑھتے نہ دیکھا گیا۔ نہ شامِ غریباں میں کسی نے جماعت کا مشاہدہ کیا۔ شیعہ ماہنامہ المبلغ

شمارہ محرم نمبر ۱۳۹۹ھ میں ایک ہمدردِ قوم نے اسی پر ماتم کیا ہے۔ چند سطریں ملاحظہ ہوں۔

(منبرِ مسجد کے خالی ہونے کے بعد) اب رہیں ہماری مجالس، بدنصیبی سے یہ منبر بھی مواعظِ حسنہ سے خالی ہو گیا۔ ذاکرین صاحبان کو تو خیر اس سے کوئی تعلق ہی نہیں وہاں تو بے جوڑ، من گھڑت فضائل اور غلط سلط مصائب بیان کر کے بانیٔ مجلس سے اپنے گلے کی قیمت وصول کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مردہ بہشت پڑے یا دوزخ ص۱۶۔

مولانا۔ علامہ۔ سرکار۔ حجۃ الاسلام سے ملقب علماءِ اعلام کو خطاب کر کے ہمدردِ قوم کہتے ہیں :-

"مگر اس خوف سے آپ مسائلِ شریعت بیان نہیں کرتے کہ یہ سوکھے مضامین ہیں سننے والوں کو مزہ نہ آئے گا۔ واہ واہ سے چھتیں نہ اڑیں گی۔ آپ کو دوبارہ بلانے کی ضرورت محسوس نہ ہو گی اور اس سے آپ کا مالی نقصان ہو گا۔

—— مانا کہ انہوں نے توحید کے مسائل خوب سمجھ لیے ہیں لیکن نہ نماز پڑھتے ہیں نہ دیگر احکام پر عمل کرتے ہیں تو آپ کے اس بیان سے فائدہ؟ آپ نے نبوت کو خوب سمجھا دیا ہے لیکن نبوت کی جڑ ہی قرآن ہے۔ انہوں نے (سامعین) نہ اسے پڑھا نہ سمجھا۔ آپ خلافت اور امامت پہ پورا زورِ صرف کر کے بیان کرتے ہیں لیکن سامعین کو آپ کے اخلاقِ آئمہ اور تعلیمِ آئمہ سے کوسوں دور نظر آتے ہیں۔ اگر آپ اپنے بیان میں عقائد کے ساتھ عمل کو بھی سمو دیتے تو سو میں سے دس تو عامل بن جاتے مگر آپ نے توجہ ہی اس طرف نہیں کی۔ عین مغرب کے وقت آپ کی مجلس ختم ہوتی ہے آپ نے کبھی منبر پر کہا کہ بعد مجلس سب حضرات باجماعت نماز پڑھ کر جائیں۔ اس سلسلہ میں کچھ فضائلِ نماز کے بیان فرما دیتے تو ایک عملی صورت بھی نکل آتی مگر نہ آپ پڑھاتے ہیں نہ وہ پڑھتے ہیں۔ کیا یہ در پردہ حکمِ الٰہی کی توہین نہیں۔ ص۱۸

گھر کے بھیدی کی اس شہادت سے عزادار ذاکروں۔ عالموں اور بڑے بڑے حجۃ الاسلام علاموں کا عملی کردار سامنے ہے۔ میں تبصرہ کر کے جلتی پر تیل اور زخموں پر نمک پاشی کرنا نہیں چاہتا۔ صرف میرؔ کا شعر یاد آ گیا۔ ؎

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

حدیثِ نبوی میں ہے جو قوم بدعت نکالے اس کی مثل ان سے سنّت چھین لی جاتی ہے۔ عمل کا یہ فقدان ارشادِ نبوی کے مطابق بدعاتِ عزاداری کو اپنانے کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے سنی شیعہ بھائیوں کو اس مرض سے بچائے۔

عزاداری کے ملّی ملکی اور اخلاقی نقصانات

اب ہم ماتم اور عزاداری کے دینی ملی اور ملکی و معاشرتی نقصانات کا مختصراً ذکر کرتے ہیں اور بجا طور پہ احتجاج کرتے ہیں جس کا سوادِ اعظم کو حق حاصل ہے۔ کہ ان مجالسِ عزا اور جلوسوں کو بند کیا جائے۔

۱۔ اس کی بنیاد منافرت بین المسلمین پر ہے۔ مولانا آزادؒ کی تصریح کے مطابق حادثۂ کربلا۔ واقعہ شہادتِ عثمانؓ۔ جنگِ جمل اور جنگِ صفین ہی کی ایک کڑی ہے جو مسلمانوں میں سیاسی اختلافات کا افسوس ناک مظہر ہیں۔ جمہور مسلمان امامِ مظلوم حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور ۸۰ ہزار مسلمانوں کی شہادت کی یادگار نہیں مناتے۔ نہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر قاتلانہ حملہ کو اچھالتے اور جلوس احتجاج نکالتے ہیں کہ اس سے پرانے اختلافات تازہ ہوں گے اور انتشار ہوگا۔ کیا کوئی شیعہ دوست برداشت کر سکتا ہے کہ ان اکابر کی عزاداری کے جلوس امام باڑوں اور کربلاؤں شیعی آبادیوں میں کر و فر کے ساتھ نکالے جائیں اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے خلاف احتجاج کیا جائے۔ حالانکہ یہ بھی "قاتلینِ عثمانؓ سے بدلہ لو" کے برحق دینی بر قرآن مسئلہ پر شہید ہوئے جس کے لیے حضورؐ نے ۱۵۰۰ صحابہ کرامؓ سے جان کٹوانے کی بیعت کی تھی۔ اگر آپ کو ناگوار ہے تو ہمیں بھی ماتمی جلوس ناگوار ہیں۔ کہ شیعانِ کوفہ و ابنِ زیاد کی ذلیل کارستانی کا ذمہ دار از شرم دحیا کو بالائے طاق رکھ کر حضرات خلفائے ثلاثہؓ اور مہاجرینؓ و انصارؓ کو قرار دیا جائے اور تمام اہلسنّت کے خلاف اشتعال انگیز مظاہرہ کیا جائے۔

۲۔ جب یہ جلوس۔ محرماتِ شرعیہ۔ توہینِ اہلِ بیت۔ تبرا بر صحابہؓ اور نفرت از سنتِ مسلمہ

پر مبنی ہیں۔ تو اہلِ سنت کے جذبات کو ٹھیس پہنچنا لازمی ہے پھر وسیع پروپیگنڈہ کے تحت جہلاء اہلِ سنت کا شکار ہونا اور شیعہ کو قوت بہم پہنچانا مزید افسوسناک ہے ہم اپنے اکثریتی علاقوں۔ عام شاہراہوں اور مساجد و مدارس کے قرب و جوار سے ان کو دور رکھنے کا حق اسی طرح رکھتے ہیں جیسے گلی اور محلہ میں سے اوباش لوگوں کو نکالا جائے تاکہ بچیوں اور عورتوں کے لیے فتنہ نہ ہو۔ کیونکہ منافی مذہب امور کو ہٹانا دفاع از عزت سے بھی زیادہ ضروری ہے اس میں بجا طور پہ اہلِ سنت کشتی اور ان کے نظریات کو بدلنا ہے۔ ہمارے علم میں ایسی مثالیں ہیں کہ سنی ہونے کے باوجود بعض لوگوں نے جمعہ چھوڑ دیا ہے۔ علماء اور نیکوں کے پیچھے بھی نماز نہیں پڑھتے جبکہ اہلِ سنّت کا پیش امام متبع سنت و متشرع ہوتا ہے۔ کیونکہ ذاکر نے انہیں بتا دیا ہے کہ پوری داڑھی والا پنجوقتہ پکا نمازی اور سنی حافظ و عالم حسینؓ کا دشمن ہوتا ہے۔ اب تو اسلاف کی اتباع کی یادگار تبلیغی جماعت کو اس ملعون الزام سے متہم کیا جا رہا ہے۔ بلکہ شیعہ کے ایک فاضل باریش و نمازی خطیب کا لاہور میں محرّم کا سیزن مارا گیا کہ اس نے نماز کی تاکید شروع کر دی تو سنّیت کے الزام میں ہٹا یا گیا۔ بالآخر سفارشوں۔ قسموں اور تبروں سے وہ عوام کے سامنے سرخرو ہو سکا۔ چکڑالہ (میانوالی) میں ایک شیعہ عالم نے نماز کا بیان شروع کیا۔ مجمع چلّا اٹھا۔ مصائب سناؤ ورنہ چھٹی کرو۔ راقم کو ذاتی تجربہ ہے کہ کسی شیعہ کو احادیثِ آئمہ کے حوالے سے بھی شریعت کی کوئی بات بتائی۔ تو جواب یہی سنا کہ تم داڑھی والے اور مولوی فسادی ہو۔ ظاہری نماز روزہ میں کیا رکھا ہے۔ غمِ حسین کرنا چاہیے۔ نجات اس میں ہے۔ اگر کسی کبیرہ اور فسق پر گرفت کی جواب ملا تم بڑے پاک بنتے ہو امام حسینؓ ہم کو چھڑا لیں گے۔ جب عزاداری حسینؓ کا رُخ ہی ایسا معاشرہ پیدا کرنا ہے جس میں شرع کی پابندی ختم ہو۔ شفاعتِ حسین کے گھمنڈ میں (جیسے نصاریٰ کا عقیدہ کفارہ ہے) فسق و فجور کا اعلانیہ ارتکاب کیا جائے توبہ کی ضرورت ہی نہ سمجھی جائے۔ گلی کوچے میں یا علی مدد کے نعرے ہوں۔ گھر گھر متعہ اور عصمت کا پیشہ ہو۔ پنج تن کے نام پر بھیک مانگنا اور دینا بھی تحدیث مذہب ہو نیک شریف اور متشرع لوگوں پر آوازے کسے جائیں۔ علماء کے پیچھے جمعہ اور نماز باجماعت سے روکا جائے تو اس میں مذہبِ اہلِ سنت ہی کا خاتمہ ہے۔ کیونکہ ختمِ نبوت۔ توحید

نماز اور اتباعِ شرع کے وارث یہی ہیں اگر عزاداری کے فاتحانہ جشن اور بدعات کی چکاچوند سے اہلسنت کا بے دین طبقہ متاثر ہوتا ہے اور ان کی گود میں جاکر شعارِ اسلام اور اس کے حاملین علماء وصلحاء کا دشمن بن جاتا ہے اور صرف یہ مذہب اپناتا ہے کہ شبیر کا غم کرنا مومن کی نشانی ہے تو کیا محمدی اسلام کے وارث اہل سنت وجماعت عزاداری کی مقدس تحریک کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کریں

۳۔ بالاتفاق سنی و شیعہ دونوں مذہب آگ پانی کا سا اصول و فروع میں تضاد رکھتے ہیں اسے اہل سنت کے فقہی مسالک سے تشبیہ دینا بالکل غلط ہے ایک پختہ نیک سنی شیعہ کے ہاں ہرگز مومن نہیں اور سمجھدار سنی بھی پیغمبر پاکؐ کی بیویوں اور خلفاء و اصحابؓ کو بے ایمان اور قابلِ لعنت سمجھنے والے کو کبھی بھی مسلمان نہیں سمجھ سکتا کتنی ہی رواداری اور احتیاط اختیار کی جائے اِس اجتماعِ ضدین میں کسی ایک طرف سے بھی نامناسب حرکت پر امنِ عامہ پھنک جاتا ہے اور قیمتی نفوس ضائع ہوتے ہیں۔ پاکستان کی ۳۲ سالہ تاریخ میں سالانہ فسادات اور مقتولین شمار کیے جائیں تو سینکڑوں ہیں۔ یہ سب کچھ اشتعال انگیز اور شر پسند ذاکروں مجتہدوں کی مہربانی ہے۔ کہ ہزاروں روپے کی فیسوں کو حلال کرنے کے لیے اپنی مساجد اور امام باڑوں سے باہر آکر مسلمانوں کی مساجد و مدارس کے سامنے دل آزار ماتم کراتے۔ نعرے لگاتے۔ اور تباہ کن نوحے پڑھتے ہیں ایک نوحے کے چند فقرے ملاحظہ ہوں جن میں اکابر صحابہؓ کو گالیوں کے ساتھ نماز کے شعار سے بھی استہزا کیا گیا ہے ؎

یارانِ بے وفا سے شکوہ نہیں کسی کو — ایمان نبیؐ پہ لائے لیکن منافقانہ
آنکھیں نبیؐ کی بند ہوئیں اور شر اٹھا — لاشہ حضورؐ کا ہے بے گور و کفن پڑا
واں ہو رہا تھا تختِ خلافت کا فیصلہ — ایسی خلافتوں کا بتاؤ اصول کیا
مشکل کشا شہید کیا اور پڑھی نماز — باغِ فدک غصب کیا اور پڑھی نماز
حضرت حسنؓ کو زہر دیا اور پڑھی نماز — محسنؓ تلک شہید کیا اور پڑھی نماز
گھر فخرِ انبیاء کا جلایا اور پڑھی نماز
ایسے نمازیوں کا جہنم مقام ہے — زاہد تیری نماز کو میرا سلام ہے

(بحوالہ رسومات محرم اور تعزیہ داری)

گزشتہ سال سرگودھا کے ایک قصبہ میں ایک ملعون ذاکر نے حبیبۂ حبیبِ رب العالمین ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی جناب میں (بنتِ صدیقؓ ہونے کی وجہ سے) اس حد تک دشنام طرازی کی "پیغمبرؐ بڑے حوصلہ والے تھے کہ ایسی بیوی سے گزارہ کیا اگر ہمارے گھر میں (العیاذ باللہ) ہوتی تو مار مار کر طلاق نامہ دے کر رخصت کر دیتے۔"[1]

مسلمانو! یہ مملکتِ پاکستان میں ہو رہا ہے۔ (ایران نہیں ہے مگر ایران بنانا چاہتے ہیں) کیا حکومت نے ایسے ملعون کا نوٹس لیا۔ اور جہاں پبلک خود پوچھتی ہے لازماً فساد ہوتا ہے کہ سب شیعہ عزادار ظاہر و باطن میں مسلح ہوتے ہیں۔ اے حکامِ پاکستان! کیا اب مختار و معز الدولہ کے ہاتھوں لاکھوں مسلمانوں کے قتل کے منتظر ہو۔ کیا ہلاکو و ابن علقمی کے ہاتھوں بغداد و سلطنتِ عباسیہ کی سی تباہی دیکھنا چاہتے ہو۔ کیا ماضی قریب میں نادر شاہ ظالم کے ہاتھوں جامع مسجد دہلی وغیرہ میں لاکھوں مسلمانوں کے قتل کا تماشہ دیکھنا چاہتے ہو! آہ! کب تک پیغمبر پاک کی صاحبزادیوں۔ پاک بیویوں۔ داماد وں۔ والد کی طرح محترم خسروں۔ اور خلفاءِ راشدین و تمام تلامذہ نبوی کی طرف سے دفاع کرنیوالوں کو ہر سال بازاروں چوکوں میں ماتمی جلوسوں کے تیروں اور برچھیوں سے ذبح کیا جاتا رہے گا۔ کیا قافلۂ اہلِ بیت کو گھر بلا کر ذبح کر دینے سے ان کا جوشِ غم ٹھنڈا نہ ہوا۔ کیا پورے اسلامِ محمدی کو طلاق دے کر اپنے گھروں سے نکالنے اور ختم کر دینے سے ان کا غصہ فرو نہ ہوا کہ اب سنی مسلمانوں کا قتل روز بروز اضافہ میں ہے۔ محض اس لیے کہ یہ اہلبیتِ کرام پر نماز، خطبہ دعا اور عام نقل و حرکت میں ہر بار درود و سلام پر اکتفاء کرتے ہیں۔ مگر ان کے نام کی یادگار نہیں پوجتے۔ خدا و رسول کا ان کو شریک نہیں بناتے ان سے مدد نہیں چاہتے ان کے نام کی نذر و نیاز اور خیرات نہیں بانٹتے۔ ان کے ماتم وغیرہ میں نماز و اعمالِ شرعیہ کو ضائع نہیں کرتے ان کی محترم مائیں۔ ازواجِ پیغمبر کو۔ ان کے محترم نانے خسرانِ پیغمبر کو بے ایمان اور دشمنِ اہلِ بیت نہیں مانتے پیغمبر پاک کو اپنے مشن تعلیم و تربیت میں ناکام نہیں کہتے۔ قرآن کی صحت اور اعجاز کا انکار نہیں کرتے۔ گنہگاروں کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ ان پر لعنت نہیں کرتے اور ماتم کر لینے سے ان کو جنت کی ٹکٹ نہیں

[1] [illegible]

امت محمدیہ کو ملعون کہنے کے بجائے ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے۔ اور ۹۰-۹۵ فیصد مسلمان امت کو منافق اور دائرۂ اسلام سے خارج نہیں مانتے۔

آہ! فرزندِ رسول حضرت منیر احمد شاہ نبیرۂ قطب العالم حضرت تاج محمود امروٹی جیسے نوجوان عابد کو ناموسِ صحابہؓ اور اپنی خانقاہ کے تحفظ کے جرم میں اوباش ماتمیوں کا وہ طبقہ بے دردی سے شہید کرتا ہے۔ اور ہر جگہ نیک مسلمانوں کو کرتا رہتا ہے جو نماز روزہ واتباعِ شرع سے آزاد ہے۔ سال بھر مے خانوں اور متعہ خانوں کو آباد رکھتا ہے مگر عشرہ محرم میں امام باڑوں کو اپنے ماتم وسینہ کوبی سے مزین کرتا ہے۔ ہائے کاش اس قماش کے ذاکر عزادار کی، بیوی کی، بہن بیٹی کی، ماں اور خالہ کی، باپ دادے کی عزت محفوظ ہے ان کے ایمان کردار پر لب کشائی جرم ہے۔ مگر پیغمبر پاکؐ، مقصدِ کائنات کی بیٹیوں۔ بیویوں۔ داماموں چچوں خلیفوں اور اہلِ بیتِ نبوی کے آباؤ اجداد کی عزت اس ملک میں محفوظ نہیں ہے نہیں نہیں تحفظِ عزت کا کوئی قانون نہیں ہے۔ ہر فاسق و فاجر مجالس وعزا وجلوس میں جس طرح انداز سے چاہے ذکر کرتا رہتا ہے۔ اندریں حالات ہمارا مطالبہ ہے کہ تمام اہلبیت صحابہ کرام اور آئمہ دین واکابر کی ناموس وعزت کے تحفظ کا قانون بنایا جائے۔ ماتمی جلوس۔ نوحہ خوانی اور نعرہ بازی کا سسٹم ختم کیا جائے۔

۴۔ رسومِ عزا جن واقعات سے وابستہ بتائی جاتی ہیں ان کی کوئی اصلیت اور تاریخی ثبوت نہیں۔ محض عوام کو مشتعل کرنے اور زر کمانے اور گروہ بندی کا ہتھیار ہیں شیعہ مؤلف صدہا کتب کی ورق گردانی کے بعد "مجاہدِ اعظم" میں ان واقعات کے متعلق کہتے ہیں:۔

صدہا باتیں طبع زاد تراشی گئیں واقعات کی تدوین عرصہ دراز کے بعد ہوئی ... رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہوگئی کہ سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کرنا مشکل ہوگیا ... اکثر واقعات مثلاً اہلِ بیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند رہنا مخالف فوج کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا۔ جناب زینب کے صاحبزادوں کا ۹ اور ۱۰ برس کی عمر میں شہادت پانا۔ فاطمہ کبریٰ کا عقد روزِ عاشورہ قاسم بن حسن کے ساتھ ہونا ... شمر کا سینۂ مطہرہ پر بیٹھ کر سر جدا کر لینا۔ امام کی لاش مقدس سے کپڑوں تک کا اتار لینا۔ نعش مطہر کا لگد کوبِ سمِ اسپاں کیا جانا سرادقاتِ

اہلِ بیت کی غارت گری اور نبی زادیوں کی چادریں تک چھین لینا۔ شمر کا سکینہ بنت حسینؓ کے منہ پر طمانچہ مارنا۔ سکینہ کی عمر تین سال ہونا ... سکینہ کا قید خانہ ہی میں رحلت پانا ......

وغیرہ وغیرہ نہایت مشہور اور زبان زدِ خاص و عام ہیں حالانکہ ان میں سے بعض سرے سے غلط بعض مشکوک بعض ضعیف بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں ذاکرین نے صرف رونے رلانے کو مدِ نظر رکھ کر واقعات کی صحت و غیر صحت کو پسِ پشت ڈال دیا۔ اکثر اہلِ علم وشعراء) نے بکا اور ابکاء (رونے رلانے) کے سوا کوئی دوسرا مقصد پیش نظر نہ رکھا (ملخص بلفظہ)

۵۔ جلوسِ عزا میں ماتمیوں کی ہیئت فنکاروں کی سی ہے۔ ہزاروں مسلمان تماشائی کی حیثیت سے شامل ہو جاتے ہیں تو اخباری رپورٹوں اور تصاویر سے شیعہ پرچے یہ اصول بنا لیتے ہیں کہ عزاداری سب مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ ہے مطلقاً ان کو عام اور آزاد ہونا چاہیے میجارٹی کا دعویٰ کرتے ہیں اسی غلط اصول سے نصابِ دینیات الگ کرایا (کیونکہ شیعہ کا دین مسلمانوں سے کوئی جدا ہے) فسادات اور افواج حسین میدان میں لانے کی دھمکی دیتے ہیں اندریں حالات سنی مسلمانوں اور ملک کا مستقبل خطرے میں ہے۔ براہِ کرم ان طاقت کا مظاہرہ جلوسوں کو بند کیا جائے۔

۶۔ مخدراتِ اہلِ بیت جن کا ننگا سر چشمِ فلک نے نہ دیکھا۔ کی انتہائی توہین ہوتی ہے۔ کہ فاسق و فاجر ذاکر بے سند و ثبوت بھونڈے انداز میں ان کی اسیری۔ بے پردگی حسن وجمال پریشان زلفی۔ سر عریانی اور بین وسینہ کوبی کا خوب ذکر کرتے ہیں۔ اپنی مستورات کے متعلق غیر کے دل میں ان باتوں کا تصور بھی غیرت کے خلاف جانتے ہیں مگر بناتِ رسولؐ پر یہ اتہام لگا کر زبانِ حال سے مشاہدہ چشم کراتے ہیں۔ توبہ توبہ۔ خدارا اس توہینِ اہلِ بیت کو بند کیا جائے۔

۷۔ اس عزاداری اور وسیع پروپیگنڈہ پہ ایک غیر جانب دار اور غیر مسلم ششدر رہ کر انگشت نمائی کر سکتا ہے۔ کہ پیغمبر پاکؐ کے تحفظ اور ان کی دعوت کی خاطر ان کے سامنے اور ان کی وفات کے بعد بھی جانی قربانیاں تو سینکڑوں ہزاروں افراد نے دی ہیں مگر کسی کی یادگار پیغمبر پاک نے قائم نہیں کی نہ کرائی۔ اور نواسہ کی شہادت پہ یادگار قائم کرنے کی بقولِ شیعہ تعلیم دی۔ یا اس پہ رضامندی ظاہر کی۔ گویا منصبِ رسالت کو بھی ان بدعات کے ذریعے اقربا نوازی سے اور تکلف دراجر سے ملوث کیا جاتا ہے جو آپؐ کے شایانِ شان نہیں ہے۔

٨۔ شیعہ اسے اپنا مذہبی شعار کہتے ہیں۔ لیکن اگر مذہب ذاکر و مجتہد کے عمل کا نام ہے
بے شک اپنا ہیں لیکن اگر مذہب خدا اور رسول اور تعلیماتِ اہلِ بیتؑ کا نام ہے۔ تو ہرگز
یہ ان کی تعلیم نہیں ہے ان پر بہتانِ عظیم ہے جس کی تفصیل مستقل پانچ بابوں میں آپ
گے۔ یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ شیعہ حضرات اسے مقدس تحریک۔ قومی طاقت کا مظ
اور تبلیغِ اسلام کے حسین نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو گذارش یہ ہے کہ آئمہ کی تعلیمات میں
مھدی سے قبل علانیہ کسی تبلیغ کی اور طاقت کے مظاہرہ کی اجازت نہیں۔ خلاف در
کرنے والا مذہبِ آئمہ سے خارج ہے۔ کافی کا باب التقیہ اور باب الکتمان پڑھے
خدا لگتی کہیئے۔ نیز کشف الغمہ میں امام رضاؑ سے منقول ہے کہ جو تقیہ نہ کرے (اپنے مذہب کو
چھپائے) وہ ایمان والا نہیں۔ آپ سے پوچھا گیا اے رسول کے بیٹے ایک تک مذہب
چھپایا جائے گا؟ فرمایا وقتِ مقررہ تک جو ہمارے قائم مھدی کے نکلنے کا وقت ہے
تقیہ چھوڑ کر مذہب ظاہر کرنے لگے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ نیز جامع الاخبار میں
کا ارشاد ہے۔ تارکِ تقیہ تارکِ نماز کی طرح ہے۔ (بحوالہ تفسیر معارف القرآن ج ۵
از مولانا کاندھلوی) واقعی ارشادِ رسول سچا ہے۔ شیعہ مذہب کو ظاہر کرنے والا
نماز کی پابندی چھوڑ ہی دیتا ہے۔

٩۔ خدا اور رسول کی تعلیم صبر اور جزع فزع سے ممانعت ایک مفید، بدن اور
ہے۔ اسی لیے مصیبت زدہ کی تعزیت کرنا اور تسلی دینا مسنون ہے۔ تاکہ غم کھانے
گلنے پگھلنے کے نقصان سے اسے بچایا جا سکے۔ اب شیعہ کی خود ساختہ عزاداری اور
بین بالکل اس کی ضد ہے اور صدہا برس قدیم حادثہ و مصیبت کو تکلف سے یاد کر
رونا دھونا نہ صرف خلافِ شرع ہے بلکہ عقل و فلسفہ کے بھی خلاف ہے۔ اور ان
تضاد کو جمع کرنا ہے۔ اگر تبلیغِ دین جیسے اہم فریضہ میں جان گھلانے سے قرآن منع
تو ممنوع چیز پر جان گھلانا بدرجہ اولیٰ منع ہے۔

١٠۔ نالہ و زاری فطرۃً باعثِ کرب و اذیت ہے۔ کہ دوسرا شخص بھی اس پر
ہوتا اور رو پڑتا ہے گو با صدمہ کے غیر شرعی اظہار سے غیر متعلق شخص کو بھی آزار

ہے۔ آپ کئی مرتبہ اپنی کسی مصیبت سے واقف شخص کو تاکید کر دیتے ہیں کہ میرے ماں باپ
کو مت بتانا۔ میرے بیوی بچوں کو اطلاع نہ دینا۔ کیونکہ آپ اس کی تکلیف سے ان کو
بچانا چاہتے ہیں۔ حضورؐ کی مرضِ وفات میں صحابہؓ رونے لگے آپؐ نے فرمایا مجھے رونے
سے تکلیف مت پہنچاؤ۔ اب اگر کسی کی مصیبت پر کوئی بے تحاشا رو ئے اور اصل مصیبت زدہ
کو علم ہو۔ جیسے کہ شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ ماتمی محافل میں مستوراتِ اہلِ بیت بھی حاضر
ہوتی ہیں معاذ اللہ تو اس غیر شرعی اور غیر فطری عمل سے ان کو بھی آزار پہنچانا اور نقصان دینا
ظاہر ہے۔

١١۔ اب ذرا مذہبی نقصان بھی دیکھیے کہ عزادار اس عمل سے خود کو گناہوں سے پاک
اور قطعی جنتی سمجھ لیتے ہیں حالانکہ یہ تصور کبھی خائف من اللہ اور متقی مومن کو بھی زیب نہیں
دیتا۔ پھر وہ عملِ خیر اور اپنی اصلاح و توبہ کی حاجت نہیں سمجھتا۔ تعزیہ ضریح۔ علم سے متعلقہ
اعمال تو صریح شرک یا مشابہہ بت پرستی ہیں۔ پھر اس نقل کے ساتھ اصل کا سا معاملہ بالکل
خلاف عقل و شرع ہے۔ ان چیزوں پر مال خرچ کرنا اور ہزاروں لاکھوں روپے اڑانا
اسراف اور حرام ہے۔ مسرف اللہ کو ناپسند ہیں۔ بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے
بھائی ہیں۔ علامہ الفت حسین شیعہ نے کیا خوب لکھا ہے۔ ماتمِ حسینؓ پر جو کچھ شیعہ خرچ
کرتے ہیں سب اسراف ہے۔ سر و سینہ ماتمِ حسینؓ میں پیٹنا بے فائدہ ہے (تنقیح المسائل)
مروجہ ماتم و نوحہ خوانی موسیقاری کے بغیر نہیں ہوتی۔ غنا اور موسیقی کا حرام ہونا اتفاقی
چیز ہے۔ لہذا یہ مقدس تحریک، عظیم ترین کبیرہ گناہوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حلال
نہیں کہلا سکتی۔

١٢۔ اخلاقی نقصان دیکھیے۔ مردوں عورتوں کا محفل و جلوس میں عظیم مخلوط اجتماع
ہے۔ عورتیں کالے زرق برق لباس میں ہیں۔ سر سے عریاں اور پیٹنے کو گریبان سے
ننگی ہیں۔ ہر کس و ناکس کو دعوتِ نظارہ دے رہی ہیں۔ اس ماحول اور نظارہ میں کس
کا دل اور نگاہ پاک رہ سکتی ہے۔ لاہور کے ایک جلوسِ عزا میں متعائی بیشہ ور خواتین کے
منظر سے خوش ہو کر ذمہ دار خطیبِ عزا نے طنزاً فرمایا کہ عزاداری سے منع کرنے والے

مودیوں سے تو یہ عورتیں ہی اچھی ہیں - کیوں نہ ہوں سال بھر آپ ان کے پاس ثواب کمانے جاتے ہیں - دس دنوں میں وہ آپ کے پاس جنت کا ٹکٹ لینے آگئیں - جب عورت حج کے سوا - نماز در مسجد - جمعہ - عیدین میں بھی مردوں کے ساتھ شرکت کرنے کی مجاز نہیں تو عزا جیسے ممنوع کام میں اسے اجازت کہاں سے مل گئی؟

۱۳ - یہ جلوس و محافل کئی اوامر شرعیہ کے ترک اور ممنوعات کے ارتکاب کا سبب بنتے ہیں - بالفرض جائز بھی ہوتے تو بالغیر ممنوع ہوتے یہ امر مسلمہ بین الفریقین ہے مثلاً خرید و فروخت فی نفسہ جائز ہے مگر اذان جمعہ کے بعد یا عین صلوٰۃ جماعت کے وقت وہ ناجائز ہے کہ ترک واجب کا سبب ہے - سفر فی نفسہ جائز ہے مگر گناہ کے ارادے سے حرام ہے بلند آواز سے قرآن کریم کا سننا پڑھنا کار ثواب ہے مگر غیر محرم عورت کا بلند آواز سے پڑھنا دوسروں کو سنانا ناجائز ہے - زیارت قبور کے لیے جانا مسنون ہے مگر استمداد کی نیت سے جانا حرام ہے - عورت کی آواز بھی عورت ہے اس لیے وہ اذان، اقامت تلبیہ بالجہر اور مردوں کو پند و موعظت نہیں کر سکتی - اور وہ بدون حوائج ضروریہ کے گھر سے باہر نہیں نکل سکتی - اب ان احکام شرع کی روشنی میں مجالس عزا و جلوس میں عورتوں کی شرکت ماتم و بین - سینہ کوبی - مرثیہ و نوحہ خوانی کتنا بڑا گناہ ہوگا - لہٰذا ان عظیم گناہوں پر مبنی مجالس و جلوس ناجائز ہی ہوں گے -

۱۴ - ذرا غور کیجئے کہ دین کی فطرت رسوم عزا کا ابا کرتی ہے - اہل سنت کے جو پابند نماز روزہ افراد ہیں ان کا تو ان میں شرکت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تبھی عزادار حضرات ان کو طعن و تضحیک کا نشانہ بناتے ہیں - اور کوئی پابند شرع سنی علما سے مصاحبت رکھنے والا، شیعہ نہیں بنتا نہ ان کے ہتھکنڈے اس پر چل سکتے ہیں - اسی طرح شیعہ حضرات کے بھی ۲، ۳ جز متدین یا پابند صوم و صلوٰۃ اور متشرع حضرات ماتمی محافل سے انس و شرکت کے باوجود نہ بین سے روتے ہیں نہ سینہ زنی کرتے ہیں نہ ہائے وائے سے بال پریشاں کرتے ہیں - نہ تعزیہ وغیرہ سے متعلق امور میں غلو کرتے ہیں - یہ مشاہداتی چیز ہے - واقعی اگر یہ امور دین ہوتے تو سنی شیعہ دیندار حضرات اسے سب سے اول ادا کرتے

یا ان کو بجا لانے والے یقیناً دیندار بھی ہوتے - تو ان رسوم و افعال کا دین کے ساتھ جمع نہ ہو سکنا اور دینداروں میں جاگزین نہ ہونا ان کے غیر دین اور حرام ہونے کی زبردست عقلی دلیل ہے - فافہم -

۱۵ - پچھارہ کے مبارک عدد میں محفل عزا اور جلوس کی حرمت پر ہم دلائل عقلیہ تو ملاحظہ فرما چکے - اس نمبر کو میں حضرت سجادؓ کے ایک ارشاد پر ختم کرتا ہوں - فرماتے ہیں -

لولا صور لهم الباطل في مثال الحق ما ضل ضال - صحیفہ کاملہ -
اگر باطل حق کے نمونے اور ماڈل میں ظاہر نہ ہوتا تو کوئی شخص گمراہ نہ ہوتا -

رسوم عزا کا یہ سسٹم - جو مذہبی - اخلاقی - معاشرتی اور عقلی خرابیوں پر مشتمل ہے - کہ اس میں مشغولی سے - نماز - پردہ - صبر اور کئی احکام شرعیہ ختم ہو جاتے ہیں - اور اسراف - موسیقی - بین امن عامہ کی تباہی - شرک و بدعت کا ارتکاب لازمی ہو جاتا ہے - یہ باطل ایسے روپ میں آتا ہے - کہ گویا امام حسینؓ کی شکل و سیرت ہے - اور سادہ انسان آپ کی محبت و عظمت کی وجہ سے دھوکہ کھا جاتا ہے اور اس باطل کو حق ہی تصور کرنے لگتا ہے - پھر گمراہی پر گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے - گویا حضرت سجادؓ نے عزاداری کے ناجائز منظر کی پیشین گوئی کر دی اگر میرے سنی و شیعہ بھائی اس ارشاد امام پر ٹھنڈے دل سے غور کریں - تو بصیرت و ہدایت تک رسائی پا لیں - واللہ الهادی -

قارئین سے گذارش

اس تفصیلی مقدمہ اور ماتم و عزا کی حرمت پر دلائل عقلیہ کے بعد اصل کتاب کا بحمد اللہ آغاز ہوتا ہے جو ہر شخص کے مسلمات میں سے منقولات کا خزانہ ہے - اگر آپ سنی ہیں تو ۵۰ ارشادات قرآنی اور ۲۵ ارشادات نبوی کافی ہوں گے - اگر شیعہ ہیں تو ۷۰ ارشادات ائمہ اہل بیت جو مستند کتب شیعہ سے مروی ہیں کافی ہوں گے - اگر آپ جناب احمد رضا خان صاحب کے پیروکار و معتقد ہیں تو ان کے تفصیلی فتاویٰ بھی آپ کے لیے سرمہ بصیرت ہیں - بحمد اللہ مسئلہ ماتم پر یہ فیصلہ کن رسالہ ہے - اپنی اپنی مسلمہ شخصیت کے ارشادات پڑھیے - قبر و آخرت اور حساب و کتاب کا تصور کیجیے - تقلید محض اور ضد سے پرہیز کیجیے - جو ان دلائل کا مفاد اور تقاضہ ہو اس کے مطابق

اپنا عقیدہ و عمل بنائیے۔ نہ میری تشریح کو حرفِ قطعی جانیں نہ سابقہ شنیدہ باتوں کو یقینی جانیں کیونکہ اس سے ہدایت نہیں ملتی ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست — پس بہر دستے نباید داد دست

ہاں ارشاداتِ قرآنی۔ ارشاداتِ نبوی۔ احادیثِ آئمہ سے جو کچھ ثابت ہو اس سے ہرگز روگردانی نہیں کرنی چاہیے۔ مولوی عالم۔ ذاکر۔ سید۔ درویش غلطی کر سکتے ہیں مگر خدا و رسولؐ اس کمزوری سے پاک ہیں۔ عمل کرنا نہ کرنا آپ کا کام ہے دلائل کے بعد ہم جبر نہیں کر سکتے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت نصیب فرمائے۔ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه. وصلی اللہ علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه وجمیع امته اجمعین۔

خادم القوم مہر محمد میانوالوی
خطیب و مدرس امداد الاسلام جامع نور باوا گوجرانوالہ
۱۱ر نومبر ۱۹۷۶ء بوقت شب۔

بابِ اوّل — صبر و ماتم اور تعلیماتِ قرآنی

اللہ تعالیٰ کا یہ آخری صحیفہ جو آخری پیغمبر سید الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا اس میں اصولاً ہر مسئلہ پر رشد و ہدایت کی تعلیم موجود ہے۔ ہمارے متنازع فیہ تمام مسائل کو حل اور اختلافات کو ختم کرنے والا سب سے معتبر قاضی یہی کتاب اللہ ہے اس سے اوپر کی عدالت ہی کوئی نہیں آئیے دربارِ قرآنی سے فیصلہ کرالیں کہ آیا مال جان عزت اولاد احباب اور بزرگوں پر مصائب و آلام نازل ہونے پر صبر جمیل اور سکوت اختیار کرنا چاہیے یا رونا پیٹنا آہ و فغاں کرنا شعار بنانا چاہیے۔ لفظ صبر اور صابر وغیرہ کا استعمال قرآنِ پاک میں تقریباً ۰۰ امرتبہ آیا ہے۔

صبر کے لغوی معنی بند ہو جانا۔ جم جانا اور رونے پیٹنے سے رکنا ہیں۔

تینوں کا حاصل یہی ہے کہ اللہ کے احکام پر استقامت پختگی دشمن و شیطان کے مقابلے میں ثابت قدمی دکھاؤ۔ تمام معاصی سے بند رہو۔ اور مصائب آنے پر جزع فزع گریہ و بین اور تمام خلافِ شرع امور سے بچ کر رہو۔ گویا صبر کے تین درجے ہوئے۔

صبر بر طاعات (نیکی پر پختگی)، صبر عن المعاصی (گناہوں سے رکنا)، صبر علی المصائب (مصائب آنے پر رونے پیٹنے سے رکنا) عرفِ عام۔ محاورہ لغت اور عام مفصل آیات میں اسی تیسرے مفہوم کو زیادہ تر استعمال کیا گیا ہے۔ اسی کے مقابل جزع فزع۔ رونا اور پیٹنا اور بین و ماتم کرنا ہے۔ اردو لغت کی کتاب میں لفظِ صبر کے تحت یوں لکھا ہے۔

صَبْر (مذکر) کسی صدمے یا حادثے پر خاموشی اختیار کرنا۔ شکیب۔ بردباری سمائی تحمل۔ توقف ....

صَبْر آنا۔ قرار آنا تسلی ہونا۔ صَبْر اور شکر کرنا۔ تکلیف کی حالت میں شکر بجا لانا۔ کسی مصیبت یا بلا پر چپ ہو رہنا۔ اور جزع کے تحت یہ لکھا ہے: بے صبری اور بیقراری جزع فزع۔ گریہ و زاری۔ (نسیم اللغات ص ۲۳۶ مرتبہ شیعہ حضرات مطبوعہ شیخ غلام علی)

صَبْر اور جزع و فزع و گریہ و زاری کا آپس میں مدمقابل ہونا نہ صرف لغت سے

ثابت ہے بلکہ بہ تقابل مندرجہ ذیل آیت میں خود اللہ پاک نے فرمادیا ہے کہ متکبرین کمزوروں سے قیامت کے دن یہ کہیں گے۔

سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَحِيصٍ
(ابراہیم ع ۳) (از ترجمہ مقبول ص ۳۰۸)

مگر ہمارے لیے تو دونوں حالتیں برابر ہیں خواہ ہم روئیں پیٹیں یا صبر و سکوت اختیار کریں ہمارے لیے تو کوئی چھٹکارا ہی نہیں ہے۔

اس شیعی ترجمہ سے یہ واضح ہوگیا کہ قرآن پاک میں بھی صبر کا معنیٰ۔ صبر و سکوت اور اس کی ضد رونا و پیٹنا ہے۔ اب جہاں (مقام جہاد کے علاوہ) لفظ اِصْبِرْ اور صابر کا استعمال ہوگا وہاں مصیبت کے مقابلے میں خاموش ہونا۔ اور رونے پیٹنے سے رکنا مراد ہوگا گریہ نالہ سے بچنے والے صابروں کی تعریف ہوگی۔ اس کے برعکس تارکین صبر رونے پیٹنے والوں کی مذمت ہوگی۔

اس باب میں ہم صرف پچاس ۵۰ دلائل پہ اکتفاء کرتے ہیں۔ اگرچہ مومن کے لیے ایک لفظ ہی کافی ہے۔ ترجمہ شیعہ مولوی مقبول کا ہے۔

۱۔ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ
بقرہ ع ۵

اور تم اللہ سے مدد مانگو صبر اور نماز کے ذریعے۔

۲۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔

اے ایمان والو! صبر اور صلوٰۃ کے ذریعے مدد مانگو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۳۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

اور جو لوگ راہِ خدا میں قتل کیے جائیں انکو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں سمجھتے۔

۴۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

اور ہم ضرور تم کو تھوڑے سے خوف سے اور کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے آزمائیں گے (اور اے پیغمبر) ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری پہنچا دو جو مصیبت پڑنے کے وقت یہ کہتے ہیں کہ بیشک ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کے حضور پلٹ کر جانیوالے ہیں۔

۵۔ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔
(بقرہ ع ۱۹)

یہی وہ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی جانب سے صلوٰۃ اور رحمت ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔

ان متصل چار آیتوں میں شہداء کے متعلق ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ان کو نہ مردہ جانو نہ مردوں کا سلوک کرو بلکہ وہ درحقیقت زندہ ہیں مگر ان کی زندگی کا ادراک تم نہیں کرسکتے۔ تو شہداء کو نہلانا۔ ان پہ رونا پیٹنا۔ ماتم کرنا۔ تیجا۔ دسواں۔ چالیسواں برسی منانا۔ ضریح اور قبر کی شبیہ بنانا۔ ماتم و غم کی مجلس منعقد کرنا۔ اس کے لیے جائے مخصوص بنانا اور چٹائی بچھوڑی بچھانا وغیرہ امور بطورِ دلالت اس آیت سے ناجائز ٹھہرے کیونکہ قدیم و جدید عرفِ عام میں یہ سب باتیں مردوں کے ساتھ خاص ہیں اور شہید کو مردہ کہنا یا مردوں کا سا سلوک کرنا روا نہیں ہے۔

رہا شہید پہ بعض مذاہب میں نمازِ جنازہ۔ یا ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت یہ مردے کا خاصہ نہیں ہے۔ نمازِ جنازہ ایک قسم کی دعائے مغفرت ہے۔ اور ایصالِ ثواب وغیرہ میں زندے بھی مشترک اور شامل ہیں صرف دفن در قبر خاصہ میت ہے مگر شہید کے لیے وہ اضطراری اور دیگر دلائل سے ثابت ہے تو آیتِ ہٰذا میں اس کی نفی مراد نہ ہوگی۔ نیز صراحتہً یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ تمام مصائب پہ شہداء کے متعلقہ رشتہ داروں پیروکاروں اور ماننے والوں کو کلمہ استرجاع پڑھنے کے سوا کسی قسم کی حرکت کی اجازت نہیں اور ایسے صابر ہی خدا کی رحمت و درود کے مستحق ہدایت یافتہ ہیں اس کے برعکس بے صبر رونے پیٹنے والے۔ ماتم و بین کو مذہب بنانے والے خدا کی رحمت سے محروم (ملعون) اور ہدایت سے تہی دامن (گمراہ) ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ گو آیتِ کریمہ شہداءِ احد و بدر وغیرہ صحابہ کرامؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ مگر الفاظ تو عام ہیں۔ حضرات شہداءِ کربلا رحمہم اللہ اجمعین بھی ان آیات پہ عامل اور ان کے مصداق بنے۔ ان

کے ہدایت یافتہ اور صلوٰت و رحمت سے معمور پیروکار اہلِ سنت ہی ہیں جو آیاتِ بالا پر عامل اور بدعات سے بے زار ہیں۔

٦- وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ (پ۲ ع٦)

اور تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کی سختی کے وقت صبر کرنے والے ہوں۔

٧- رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا (پ۲ ع١٦)

اے ہمارے پروردگار ہم کو پورا صبر عنایت فرما اور قدم جمے رکھ۔

٨- فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ (پ۴ ع٦)

پھر خدا کی راہ میں جو مصیبت ان پر پڑھی نہ اس سے انہوں نے ہمت پست کی نہ بودا پن ظاہر کیا اور نہ دشمن کے آگے گڑگڑائے اور اللہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

٩- بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ (پ۴ ع٦)

ہاں اگر تم صبر کرو اور نافرمانی سے بچو اور دشمن تمہیں یکایک آلیں (تو خدا کی مدد آئے گی)

١٠- وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (پ۴ ع١٠)

اور اگر تم صبر کروگے اور پرہیزگار رہوگے تو یہی تو ہمت کے کاموں میں سے (ایک بات) ہے۔

١١- یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا (پ۴ ع٦)

اے ایمان لانے والو صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر دلاؤ۔

١٢- فَصَبَرُوْا عَلٰی مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓی اَتٰهُمْ نَصْرُنَا (پ۷ ع١٠)

پس انہوں نے اپنے جھٹلائے جانے اور تکلیف دیے جانے پر صبر کیا جبتک کہ انکے پاس ہماری مدد نہ آئی۔

١٣- قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا (پ۹ ع٥)

موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔

١٤- وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ (پ١٠ ع٢)

اور تم صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

١٥- وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (پ١٢ ع١٠)

اور صبر کرو بے شک اللہ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔

١٦- قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ (پ١٢ ع١٢)

بلکہ کسی بڑی کارروائی پر تمہارے نفسوں نے ورغلا کر تم کو آمادہ کیا لہٰذا صبر بہتر ہے اور جو کچھ تمہارا بیان ہے اسکے متعلق خدا ہی سے مدد مانگتا ہوں۔

ماتمی فرقہ کا یہ کہنا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے لختِ جگر کی جدائی پر رونا پیٹنا اور ماتم شروع کیا۔ افترا بر پیغمبر ہے۔ بلکہ آپ نے بنص قرآنی صبر جمیل اختیار فرمایا۔ نہ حرف شکایت زبان پر لائے نہ آواز سے روئے اور بین کیا۔ البتہ غم دلبند جگر میں پیوست ہو گیا تھا آنکھیں اس کے اثر سے سفید ہو گئیں تو کبھی کبھی جناب الٰہی میں یوں فریاد کرتے۔

١٧- اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ۔ (پ١٣ ع٤)

کہ میں اپنی پریشانی اور رنج کی شکایت خدا ہی سے کرتا ہوں۔

رب تعالیٰ سے مناجات میں اظہار حزن اور غم کا بوجھ اس کے سپرد کرنے کی شرعاً اجازت ہے۔ عوام کے سامنے رونے پیٹنے اور ماتمی جلوس کی سنت حضرت یعقوبؑ نے نہیں اپنائی۔ ہم نے کسی شیعہ کے متعلق یہ نہ سنا کہ وہ ہر وقت بغیر ایام مخصوصہ محرم، غم حسینؓ میں ڈوبا رہتا اور رو رو کر آنکھیں سفید کر دی ہوں۔ مولوی مقبول صاحب اس جگہ حاشیہ پہ لکھتے ہیں کہ صبر جمیل وہ ہے جس میں آدمیوں کے سامنے کوئی شکوہ و شکایت نہ کی جائے۔

١٨- وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ (پ١٣ ع٩)

اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے صبر کیا۔

١٩- سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ (پ١٣ ع٩)

بعوض تمہارے صبر کرنے کے تم پر سلامتی ہو دیکھو تمہارا انجام کار کیسا اچھا ہوا۔

٢٠- وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَآ اٰذَیْتُمُوْنَا۔ (پ١٣ ع١٤)

اور جو تکلیفیں تم ہم کو پہنچاتے ہو ہم ان پر ضرور صبر کریں گے۔

٢١- سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا۔

(پ ١٣ ع ١٥)

٢٢- اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (پ ١٤ ع ١٢)

٢٣- وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْآ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پ ١٤ ع ١٩)

٢٤- ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْآ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

(پ ١٤ ع ٢٠)

٢٥- وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

(پ ١٤ ع ٢٢)

٢٦- قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا۔ پ ١٥ ع ٢١)

٢٧- وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ (پ ١٧ ع ٦)

٢٨- وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ۔

(پ ١٧ ع ١٢)

٢٩- اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْآ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ (پ ١٨ ع ٦)

٣٠- اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ

ہمارے لیے تو دونوں حالتیں برابر ہیں خواہ ہم روئیں پیٹیں یا صبر و سکوت اختیار کریں۔

وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور جو اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اس کو جانتے ہوتے۔

اور جن لوگوں نے صبر کیا اس کا اجر ہم ضرور اس سے کہیں بہتر عطا کریں گے جیسے کہ وہ عمل کیا کرتے تھے۔

پھر ضرور ہے تمہارا پروردگار ان لوگوں کے واسطے جنہوں نے آزمائے جانے کے بعد اپنے گھر چھوڑے پھر جہاد کیے اور صبر کیا۔

(مہربان ہے۔)

اور اے رسول! صبر کرو اور تم سے صبر نہ ہوگا مگر اللہ ہی کی مدد سے۔

موسیٰ نے عرض کی اگر اللہ نے چاہا آپ مجھ کو صبر کرنے والا ہی پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل ان میں سے ہر ایک صبر کرنے والا تھا۔

دلبشارت دو ان کو، کہ جو مصیبت ان پر پڑتی ہے اس پر صبر کرنے والے ہیں۔

آج جیسا کہ انہوں نے صبر کیا تھا ان کو میں نے جزا دی کہ وہ کامیاب ہیں۔

یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کو بوجہ اس کے کہ انہوں

بِمَا صَبَرُوْا (پ ٢٠ ع ٩)

٣١- اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۔ (پ ٢١ ع ١٣)

٣٢- وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ۔

(پ ٢٤ ع ١٩)

٣٣- وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (پ ٢٥ ع ٥)

٣٤- وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ۔

(پ ٢٦ ع ٨)

٣٥- فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ۔ (پ ٢٩ ع ٤)

٣٦- فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا (پ ٢٩ ع ٧)

٣٧- وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا۔ (پ ٢٩ ع ١٣)

٣٨- وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا۔ (پ ٢٩ ع ١٩)

٣٩- ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ

(پ ٣٠ بلد)

صبر کیا دوہرا اجر دیا جائے گا۔

بے شک ہر صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کیلئے اسمیں بہت سی نشانیاں ہیں۔

اور اس خصلت (بدی کا دفعیہ اچھائی سے کرنا) کے قبول کرنے کی توفیق سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے صبر کیا ہے اور کسی کو نہیں ملیگی۔

اور البتہ جو صبر کرے اور بخش دے تو اسمیں شک نہیں کہ یہ معاملات کی پختگی میں داخل ہے۔

اور ہم تمہاری آزمائش ضرور کریں گے یہاں تک کہ ہم تم میں سے جہاد کرنیوالوں کو سمجھ لیں اور صبر کرنیوالوں کو سمجھ لیں اور تمہاری خبروں کو جانچ لیں۔

اب تم اپنے پروردگار کے فیصلے کے انتظار میں صبر کرو۔ اور مچھلی والے کے مانند نہ ہو جاؤ۔

اب تم نہایت خوبی کے ساتھ برداشت کرتے رہو۔

اور لوگ جو کچھ بھی کہتے ہیں اسپر صبر کرو اور ان کو خوبی کے ساتھ چھوڑ بیٹھو۔

اور جیسا کہ انہوں نے صبر کیا ہے اس کے عوض میں ان کا بدلہ جنت اور ریشمی لباس عطا کریگا۔

پھر وہ ان لوگوں میں سے ہوتا جو ایمان لائے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کرنے کی تاکید کرتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کرتے رہتے ہیں۔

۴۰۔ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔

(پ ۳۰ عصر)

(انسان ٹوٹے میں ہے) سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق کی پیروی کی تاکید کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے رہے۔

حرمتِ ماتم پر صریح آیات۔

۴۱۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ۔

اور اگر بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی کہ تم پر سختی کی گئی اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت ہی اچھا ہے۔

۴۲۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ۔

(پ ۱۴ ع ۲۲)

اور اے رسول! صبر کرو اور تم سے صبر نہ ہو سکے مگر اللہ ہی کی مدد سے۔ اور ان (شہدائے احد) کے متعلق رنج نہ کرو۔

یہ دونوں آیتیں باتفاق مفسرین غزوہ احد کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ جبکہ ۷۰ پروانہائے شمع محمدی آپؐ کے دفاع اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے کفار کی تلواروں اور نیزوں سے حضور علیہ السلام کے سامنے خاک و خون میں تڑپے حتیٰ کہ آپؐ کے مبارک چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب بھی انتہائی بے دردی سے شہید ہوئے۔ ناک کان کاٹ کر آپؓ کا مثلہ کیا گیا۔ پیٹ چاک کیا گیا۔ کلیجہ چبایا گیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر غم کا پہاڑ ٹوٹا۔ ۷۰ دفعہ عم محترم پر نمازِ جنازہ پڑھی۔ فرطِ غم اور جوشِ انتقام سے فرمایا اگر اگلے سال ہمیں کفار پر غلبہ نصیب ہوا تو ہم ان کے ۷۰ آدمیوں کے ساتھ یہی سلوک کریں گے تو آیتِ کریمہ نے آپؐ کی آتشِ غم و انتقام پر رحمت کا چھڑکاؤ کیا۔ صرف بالمثل انتقام کی اجازت ملی پھر بھی صبر کو بہترین فرمایا۔ شہداء پر غم کھانا ممنوع قرار دیا۔

اگر نالہ و غم اور ماتمی رسوم کی اسلام میں قدرے بھی گنجائش ہوتی تو کبھی بھی قرآن آپؐ کے انتہائی جذبات پر قدغن نہ لگاتا بلکہ غم اور سوگ منانے کی اجازت دیتا۔ مگر جب تین دن سے زیادہ سید الشہداء حمزہؓ پر ماتم و گریہ ممنوع ہو گیا۔ چالیسواں یا سالانہ برسی اور یادگار کا تو عہدِ نبوی میں تصور ہی نہ تھا۔ تو آپؐ کے مہکتے پھول حضرت امام حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں کا غم منانے کی بھی اسلام میں گنجائش نہیں۔ چہ جائیکہ اسے بنیاد بنا کر بدعات کا قلعہ تعمیر کر لیا جائے اور ان کے ذریعے محمدی اسلام اور آپؐ کی سنتوں کو ڈائنامیٹ کر دیا جائے۔

۴۳۔ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

(پ ۴ ع ۵)

اور ہمت نہ ہارو اور رنجیدہ نہ ہو حالانکہ اگر مومن ہو تو تم ہی غالب آؤ گے۔

۴۴۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔ (پ ۱۴ ع ۶)

اور نہ ان کے لیے رنجیدہ ہو اور مومنوں کے ساتھ رحمت سے پیش آتے رہو۔

۴۵۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَاِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا۔ معارج ع ۱

بے شک انسان حریص پیدا کیا گیا ہے جب اس پر کوئی تکلیف پڑتی ہے تو بڑا گھبرا جانے والا ہے اور جب اسے دولت مل جاتی ہے تو بڑا روکنے والا ہے۔

اس آیت میں کافر انسان کا نقشۂ سیرت کھینچا گیا ہے۔ کہ وہ تھڑدلا اور حریص ہے جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو روتا پیٹتا اور جزع کرتا ہے۔ جب بھلائی پہنچتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔

۴۶۔ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ۔

(پ ۲۸ ع ۸)

اور نہ کسی نیکی میں تمہاری نافرمانی کریں تو ان کی بیعت قبول کر لو اور ان کے بارے میں خدا سے مغفرت مانگو۔

یہ سورت ممتحنہ کی اس آیت کا آخری ٹکڑا ہے۔ (کہ اے نبیؐ! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں بیعت ہونے آئیں تو ان شرائط پر ان سے بیعت لیں۔

---

۵ [illegible]

۱۔ وہ کسی چیز کو اللہ کا شریک (در ذات وصفت) نہ بنائیں گی (مثلاً جن فرشتہ پیر پیغمبر شہید اور مقبولانِ خدا کی یادگاریں۔ (مجسمہ بت۔ تعزیہ۔ علم۔ دلدل۔ ضریح سیج درخت۔ پتھر ومٹی کی ٹکیہ وغیرہ)۔ ۲۔ کسی چیز کی چوری نہ کریں گی۔ ۳۔ اور زنا نہ کریں گی۔ ۴۔ اور اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ ۵۔ اور از خود بنا کر کسی پہ بہتان والزام نہ تھوپیں گی۔ ۶۔ اور کسی بھی نیک کام میں آپ کی مخالفت نہ کریں گی۔ اس چھٹی شرط پر جب آپ بیعت لے رہے تھے تو ام حکیم زوجہ عکرمہ بن ابی جہل نے پوچھا۔

یا رسول اللہ! آں کدام معروفست کہ خدا گفتہ است کہ ما معصیت تو دراں نکنیم۔ حضرت فرمود کہ مصیبتہا طمانچہ بر روئے خود مزنید روئے خود را مخراشید وموئے خود را مکنید وگریبان خود را چاک مکنید وجامہ خود را سیاہ مکنید وداویلا مگوئید۔ پس برایں شرطہا حضرت با ایشاں بیعت کرد۔ (حیات القلوب ج ۲ ص ۶۴۰)	اے اللہ کے رسول! وہ کون سی نیکی ہے جس کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ ہم آپ کی نافرمانی اس میں (بالخصوص) نہ کریں تو آپ نے فرمایا۔ مصائب میں منہ اور سینہ نہ پیٹنا، اپنے منہ کو ناخنوں سے نہ چھیلنا۔ اپنے بال نہ نوچنا اپنا گریبان نہ پھاڑنا ماتمی کالے کپڑے نہ پہننا اور ہائے فلاں ہائے فلاں کہہ کر بین نہ کرنا پس ان تمام شرطوں پر حضور نے بیعت لی۔
۴۷۔ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۔ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُــوْرِ (الحدید ع ۳)	جو مصیبت بھی زمین پہ اور تمہاری ذات پر گزرتی ہے قبل اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ہمارے پاس ایک نوشتہ میں لکھی ہوئی موجود ہے بیشک یہ امر اللہ کے لیے آسان ہے تاکہ جو کچھ تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے اس پہ تم افسوس نہ کرو اور جو کچھ اس نے تم کو عطا

کیا ہے اس پہ آپے سے باہر نہ ہو جاؤ۔ اور اللہ ہر چھچھورے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت سے عقیدہ تقدیر بھی ثابت ہوا جس کے شیعہ منکر ہیں اور ضد سے اس کا موجد بنو امیہ کو بتاتے ہیں۔ یہاں جانی اور غیر جانی مصائب کے بعد غم وافسوس نہ کھانے

کی صراحتہً تعلیم دی گئی ہے۔ لفظ ما یہاں عام ہے اور ذوی العقول کو بھی شامل ہے جیسے شرح جامی میں ہے وجاز فیما یعقل نحو والسماء وما بنٰها ۔ ما ذوی العقول کے لیے بھی آتا ہے جیسے قسم ہے آسمان کی اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا۔ اور آیتِ بالا میں تو ولا فی انفسکم۔ قرینہ واضحہ ہے کہ نفوس کی مصیبت وشہادت پر غم وافسوس منانا جائز نہیں۔ یا جیسے فانکحوا ما طاب لکم من النساء۔ میں بھی ما موصولہ ذوی العقول (عورتوں) کے لیے آیا ہے۔

ماتمی گروہوں اور جلوسوں میں غمی اور شہادتِ حسینؓ پر فخر دونوں قسم کے جذبات ہوتے ہیں۔

مقبول صاحب کا ترجمہ "چھچھورے اور شیخی باز کو اللہ پسند نہیں کرتا" ۔۔ ان ماتمیوں کی وضع قطع اور زعم وتفاخر کی اداؤں پر صادق آتا ہے۔ وللہ الحمد۔

غزوہ احد میں جانی نقصان اور شہادت مومنین کے متعلق ارشاد ہے۔

۴۸۔ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (آل عمران ع ۱۶)	پھر خدا نے تم کو رنج پہ رنج پہنچایا تاکہ جو کچھ تمہارے ہاتھ سے نکل گیا ہے اس پر اور جو مصیبتیں تم پر پڑی ہیں ان پہ افسوس نہ

کرو اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔

امام حسن عسکری کے شاگرد شیخ قمی نے تفسیر قمی میں لکھا ہے۔

لکیلا تحزنوا علی ما فاتکم من الغنیمۃ ولا ما اصابکم یعنی قتل اخوانہم۔

تاکہ تم غم نہ کرو جو غنیمت تم سے فوت ہو گئی اور جو تمہیں اپنے بھائیوں کی شہادت کی مصیبت پہنچی (مطبوعہ نجف اشرف)

اور زمانہ حال کے شیعہ عالم کاظمی نے تفسیر الثقلین میں تفسیر صافی ص ۹۶ کے حوالے سے لکھا۔

"دو کہ پہلا غم تو یہ تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ان میں سے بعض قتل ہو گئے"

(بحوالہ البشارۃ الدارین ص ۳۸۵)

الغرض مسلمانوں کی شہادت اور عظیم جانی نقصان پر بنص قرآنی غم کھانا وغیرہ ممنوع د

حرام کر دیا گیا۔

حضرت موسٰی علیہ السلام کی والدہ کو فراقِ موسٰیؑ پر اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم دی۔

۴۹۔ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ پ۲۰ ع۴

پھر جب تجھے اس پر خوف ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور خوف نہ کرنا نہ غم منانا۔ ہم اسے تیری طرف لوٹائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

اس آیت سے شیعہ کا یہ عقیدہ بھی باطل ہوا کہ پیغمبر پیدائشی طور پر منصبِ نبوت کا چارج لے کر آتا ہے اور یہ بھی کہ جدائی کی اس مدت میں تا واپسی حضرت امِ موسٰی کو غم وخوف کھانا باوجود تقاضہ کے ممنوع کر دیا گیا۔ اگر امِ موسٰی کو اس نازک ترین گھڑی میں لختِ جگر کے جدا ہونے اور نیل کی موجوں کے حوالے ہونے پر غم کھانے کی اجازت نہیں تو اب تیرہ سو (۱۴۰۰) سال بعد حضرات شہداءِ کربلاؓ پر بھی بلا سبب ماتمی محافل برپا کرنے کی اجازت نہیں اگر امِ موسٰیؑ کو لوٹانے اور پیغمبر بنانے کی بشارت سے ازالۂ غم کیا گیا تو مومنین کے لیے یہ بشارت بھی ازالۂ غم میں کافی ہونی چاہیے۔ کہ وہ زندہ ہیں اور جنّات النعیم میں مزے سے رہتے ہیں آخر میں متبعین کو شرف ملاقات سے بھی نوازیں گے۔

۵۰۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ۔ پ۲۰ ع۱۶

فرشتوں نے (منجانب اللہ) کہا اے لوطؑ خوف نہ کر نہ غم کھا ہم تجھے بھی اور تیری اولاد و پیروکاروں کو بھی نجات دیں گے۔

بابِ دوم — صبر و ماتم اور تعلیماتِ محمدیؐ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

مناسب تو یہ تھا کہ کتاب اللہ کی تعلیمات کے بعد شیعہ اعتقاد کے مطابق تعلیماتِ مرتضوی یا تعلیماتِ جعفری پیش کی جاتیں کیونکہ ان کے مذہب میں منصبِ نبوت اور اس کے تعلیمی و تبلیغی ثمرات و نتائج فرقہ شیعہ کے حق میں انتہائی غیر مفید اور مضر نکلے آپ کی ازواج مطہرات امہات المؤمنینؓ۔ آپ کے تمام صحابہ کرامؓ و تلامذہ عظام جملہ خاندان نبوی اہلِ بیتِ رسولؐ۔ حتیٰ کہ مبارک چچے۔ تین صاحبزادیاں۔ دامادگان۔ خسران۔ مریدانِ باصفا وغیرہم تمام عہدِ نبوی کے کلمہ پڑھنے والے مسلمان مذہب شیعہ کے اصول و فروع کے مخالف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بجز چند حضرات کے شیعہ کسی بھی صحابی۔ قرابت دارِ پیغمبر حتیٰ کہ اولاد و بنات کو محترم اور قابلِ اتباع نہیں جانتے۔ بلکہ ان سے تبرّا کرتے ہیں۔ اور دشمنی کو جزوِ ایمان جانتے ہیں۔ ان کے یہاں صاحبِ رسول ہونا۔ پیغمبر کے ہاتھ پر مسلمان ہونا مہاجر و انصاری ہونا۔ کفار سے ناقابلِ ذکر مصائب جھیلنا۔ ممدوح در قرآن ہونا۔ مبشر برضاء و جنت ہونا۔ کلمہ خواں رشتہ دارِ پیغمبر ہونا۔ عالم دنیا میں اسلام کے جھنڈے گاڑنا۔ کفر کی بین الاقوامی طاقتوں کو ملیا میٹ کر دینا۔ ان میں سے کوئی وجہ بھی۔ ایمان اور جنت کی سند و ضمانت نہیں بن سکتی۔ ایمان و جنت کی سند و ضمانت صرف اس بات میں منحصر ہے کہ کوئی شخص حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کو تمام خلائق (انبیاء) سے بھی، افضل جان کر۔ جزوِ نبوت۔ نور من نور اللہ۔ مخلوق کا کارساز و حاجت روا (یعنی رب و الٰہ) مختار کل متصرف در کائنات۔ غیب دان اعتقاد کرے۔ عہدِ نبوی کے بعد صرف آپ سے اور آپ کی مخصوص نسل سے شریعت سیکھے۔ اور براہِ راست قال الرسول اور سنتِ محمدی کو ہرگز اصلِ دین اور واجب الاتباع نہ جانے۔ ملتِ جعفری اسی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی سب سے مستند کتاب اصول کافی باب الامامۃ میں یہ حدیث موجود ہے۔

عن ابی عبد اللّٰہ قال ما جاء بہ علی اٰخذہ وما نھی عنہ انتھی عنہ جماعی

امام صادق فرماتے ہیں جو مذہب علی لائے ہیں میں وہ لیتا ہوں اور جس سے وہ روکیں رکتا

له من الفضل ماجرى لمحمد — ہوں ان کو وہی شان حاصل ہے جو محمد کو ملی ہے

.....وكذالك يجرى الائمة الهدى — (معاذاللہ) اور یہی شان یکے بعد دیگرے ہدایت کے

واحدا بعد واحد (اصول کافی ص۱۱۱ طبع لکھنؤ) — باقی (۱۱) امام بھی رکھتے ہیں۔

چونکہ شیعہ جعفری حضرات اپنے لیے "ملتِ محمدیہ" کے بالمقابل "ملت جعفریہ" کا لفظ بولتے ہیں ـــ حالانکہ اس کی اضافت صرف پیغمبرِ وقت کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے ملتِ ابراہیمی ملتِ موسوی۔ ملت محمدی وغیرہ اور حضور کی شریعت اور اقوال کو عالمگیر اور تاقیامت ابدیت کا حامل نہیں مانتے بلکہ ایک حاکمِ وقت کی حیثیت دیتے ہیں۔ چنانچہ بعد از پیغمبر حضرت علیؓ کو خلیفہ واجب الاتباع۔ حلال وحرام میں باذن اللہ مختار۔ ماسوائے قرآن حاملِ صحیفہ اور تاجدارِ علمِ لدنی (بلا واسطہ پیغمبر) مانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ نے تمام صحابہؓ تلامذہ نبوی کو خارج از ایمان اور مرتد جاننے میں دینی نقصان نہ جانا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات واعمال کو محفوظ رکھنے اور امت تک نسلاً بعد نسلٍ پہنچانے کا اہتمام نہیں کیا۔ نہ ضرورت سمجھی۔ آج ان کے لٹریچر میں ارشاداتِ مرتضوی کا جامع صحیفہ "نہج البلاغۃ" تو موجود ہے۔ حضرت جعفر صادق اور محمد باقر کے ارشادات پر مشتمل ان کی کتب اربعہ۔ کافی۔ استبصار۔ تہذیب الاحکام۔ الفقیہ تو ساختہ پرداختہ اور مطبوع موجود ہیں۔ مگر کلامِ رسول پر مشتمل ایک مخصوص کتابچہ بھی نہیں۔ بلکہ تمام مجموعہ میں میری دانست کے مطابق ۵۰۰ احادیثِ نبویہ بھی متصل سند کے ساتھ نہیں ملیں گی۔ جبکہ تاجدارِ نبوت خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاقیامت صاحب شریعتِ ابدیہ اور واجب الاتباع جاننے والے تمام صحابہ واہلِ بیتؓ راویانِ ارشاداتِ پیغمبر کو مومن اور سچا جاننے والے اہلِ سنّت والجماعت اپنی صحاحِ ستہ میں متصل سند کے ساتھ ۱۰ ہزار کا ذخیرہ ارشادِ رسول دکھاتے اور امت کو پڑھاتے چلے آرہے ہیں۔

اگر منصبِ نبوت اور آپؐ کے ارشادات کی دینی حجیت مذہبِ جعفری میں کچھ ہوتی تو نہ یہ صورتِ حال ہوتی نہ سابق مذکورہ ارشادِ امام ملتا اور حتیٰ کہ آج امام عصر غائب کے نائب شریعت مدار۔ جو ملتِ جعفریہ کا آخری دینی مرجع ہیں (بقول ایشاں) حجۃ الاسلام

آقائے سید محمد کاظم شریعت مدار مجتہدِ اعظم آف قم ایران۔ یوں ارشاد نہ فرماتے۔

"الغرض بعد از کلامِ ربانی سعادت وعلم و دانش کا سرچشمہ اگر ہے تو خطبات علی علیہ السلام۔ کیوں نہ ہو؟ ہمارے لیے حضرت علی علیہ السلام کی ذات والا صفات سرمایہ حیات ہے جو منصوص من اللہ ہے۔" (بحوالہ نہج البلاغۃ مترجم دیباچہ ص۱۲)

"شیعہ" اخبار کے مدیرِ اعلیٰ بھی کلامِ نبوی کا یوں انکار واستخفاف نہ کرتے۔

اور جس طرح آپ کا کلام تحت کلام الخالق وفوق کلام البشر ہے اسی طرح آپ کی ذاتِ اقدس مافوق البشر اور مظہر کمالاتِ قدرت ہے۔

ما علی بشر کیف بشر — ربه فیه تجلی وظهر

(ایضاً ص۵)

یعنی حضرت علیؓ بشریت کے روپ میں رب کی تجلی اور نظارہ ہیں۔ یہی اعتقاد یہود و نصاریٰ کا حضرت عزیرؑ وعیسیٰؑ کے حق میں اور ہندوؤں کا اپنے اوتاروں کے حق میں اور سبائیوں کا حضرت علیؓ کے حق میں ہے۔ جن کو آپؓ نے زندہ جلا دیا تھا (بخاری وکافی ورجال کشی) ؎ قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

قرآنِ پاک نے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کا اعلان بار بار کیا ہے۔ شیعہ اعتقاد میں جب بعد کلامِ ربانی۔ کلامِ علیؓ ہی ہے۔ اور کلامِ علیؓ ذاتِ علیؓ کی طرح فوق البشر اور رب تعالیٰ کا اوتار ہے۔ تو سید البشر معلم انسانیت۔ سید ولد آدم۔ حضرت محمد بن عبداللہ کی ذاتِ گرامی مقامِ علی تک کیسے پہنچے اور کلامِ رسولؐ کلامِ علیؓ سے پہلے کیونکر ہو۔ یا وہ محفوظ و مستند کیسے کہلا سکے ؎ تفو بر تو اے چرخِ دوراں تفو۔

ضمنی طور پر بطورِ نمونہ "انکارِ نبوت" کا بیان یہاں کیا گیا ورنہ راقم نے شیعہ کے اصولاً واعتقاداً منکرِ منصب رسالت ہونے پر کافی وشافی بحث زیرِ طبع کتاب تحفۂ امامیہ میں کر دی ہے۔ انشاء اللہ اس کے منصہ شہود پر آنے سے نجف سے لے کر لکھنؤ تک کے فیسانہ ہزاری اور خمسانہ لکھی مجتہد صاحبان انگشت بدنداں رہ جائیں گے۔

تو جب ہم اہلِ سنّت کے مذہب کے موافق اس باب میں کتاب اللہ کے بعد کلامِ رسولؐ

اور ارشاداتِ خاتم الانبیاء پیش کرنے کا التزام کر رہے ہیں تو پہلے ہم اہلسنت والجماعت کی کتب معتبرہ سے اس کی بنیاد رکھیں گے۔ پھر کتب معتبرہ شیعہ سے اس کی تکمیل کریں گے۔

چونکہ ماتم و عزاداری کے متعلق ارشاداتِ نبوی اتنے کثیر مشہور اور زبان زد عوام و خاص تھے کہ راویان حدیثِ نبویؐ (صحابہ کرامؓ) کا انکار کرنے اور تعلیماتِ نبوی کو خلافِ مذہب پا کر دبانے اور چھپانے کے باوجود بھی نہ چھپ سکے۔ اور مؤلفین شیعہ کے قلم بھی موقع بموقع نکل کر رہے اور ان کی کتب برملا حرمتِ ماتم اور رسومِ عزاداری کی حرمت کا اعلان کر رہی ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ کے "سنتِ نبوی" کو اصل دین اور حجت نہ ماننے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ جناب حضور علیہ السلام نے مذہب شیعہ کے اصول اور رسومِ جاہلیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی آپ کی تحریکِ اسلامی اور دعوتِ الٰہی براہِ راست اسی سے متصادم ہوئی۔ بزرگانِ دین کے نام و صورت پر خود ساختہ بتوں اور مجسموں کو توڑ کر گویا تعزیہ، دلدل اور کربلائی ٹکیہ کی عظمت خاک میں ملا دی۔ اُعْلُ ہُبَل و العُزّیٰ کے مشرکانہ نعرہ کے جواب میں اللہ اکبر اور اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم کے نعرے سکھا کر۔ یا مولا علی مدد کے شیعی نعرے باطل اور شرک بتلائے۔

مع زمقتولین پر ماتم و بین کرنے والے مردوں اور عورتوں کو ملعون و دوزخی بتا کر عزادار ذاکروں کا اصلی مقام دکھایا۔ مجالس و مقاماتِ ماتم کی مذمت کر کے۔ امام باڑوں کی شرعی حیثیت بھی نمایاں کر دی۔ نوحہ۔ بکاء۔ بین۔ سینہ کوبی وغیرہ کو صریح حرام قرار دے کر شیعہ کے محبوب ترین عمل کو مبغوض ترین قرار دے دیا۔ متعہ حرام فرما کر دنیائے شیعیت کے ارمان ذبح کر دیے۔ تو ایسا معلم و استاد شیعہ حضرات کے لیے کیسے مرجع عقیدت اور واجب الاتباع ہو سکتا تھا۔ لامحالہ نہ صرف اس استاد کے تمام شاگردوں کو ناکام و فیل کہہ کر استاذ کو ناکام بنایا بلکہ آپ کی سنتِ طیبہ کی حجیت کا بھی صاف انکار کر دیا! اور ملامت سے بچنے کی خاطر اہلِ بیتِ رسول سے تمسک کا دعویٰ کر دیا۔ کہ ہم ان معصومین کے واسطے سے ارشاداتِ رسول کو تسلیم کرتے ہیں" حالانکہ یہ نرا فریب ہے۔ ورنہ بتلائیں؟ نبوت کے واحد نمائندہ و بابِ مدینہ نے قال الرسول کہہ کر کتنے ارشاداتِ پیغمبر امت تک پہنچائے؟ کیا شیعہ متصل سند سے بواسطہ علی ۱۰۰ احادیث بھی اپنے لٹریچر سے دکھا سکتے ہیں۔ یا

صحاح اربعہ شیعہ میں حضرت صادقؒ نے کیا ۱/۲ ارشاداتِ نبوی بھی متصل سند سے امت کو سکھائے؟ — حالانکہ انہوں نے حضورؐ کو تو کجا حسنینؓ و علی کو بھی نہ دیکھا۔ تو قال الرسول سے ان کی ۱/۵ احادیث بھی مرسل و منقطع ثابت ہوں گی جن کی حجیت مختلف فیہ اور مشکوک ہے۔ اگر اتنی تھوڑی سی مرفوع احادیث شیعہ کے پاس نہیں اور ہرگز نہیں تو ان معصوم مثل پیغمبر حجت اللہ صاحبانِ کتاب و صحیفہ آسمانی اور حلال و حرام میں مختار آئمہ شیعہ کا اپنے خطبات و مواعظ میں قال الرسول سے کسی حدیث کا حوالہ دے دینا ایسے ہی ہوگا جیسے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تقاریر و مواعظ میں حضرت نوح و ابراہیم و موسیٰ علیہم السلام کا کوئی قول و عمل نقل فرمایا ہے۔ جو اپنی جگہ درست اور قابلِ اتباع محض اس بنا پر ہے کہ حضورؐ نے اسے نقل فرمایا اور منسوخ نہ بنایا۔ جیسے حضورؐ کا سابقہ انبیاء کے کلام کو نقل کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ ہم ملت نوح یا موسیٰ یا عیسیٰ کے پیروکار اور امت ہیں۔ اسی طرح حضرت علیؓ و جعفر صادقؒ کا کوئی مسئلہ قال الرسول کے حوالے سے بیان فرما دینا اس بات کی دلیل ہرگز نہیں کہ تحلیل و تحریم کا منصب رکھنے والے مثل پیغمبر یہ حضرات حضورؐ ہی کو اپنا اصل کامل مطاع جانتے ہیں اور ان کے پیروکار (شیعہ حضرات) ملتِ محمدیہ کہلائیں گے۔ کلا۔؟

الحاصل شیعہ حضرات اصل مطاع اور شارعِ دین اپنے آئمہ ہی کو مانتے ہیں جن کا مأخذ علم۔ علم لدنی۔ وحی خفی اور ۱۲ خاص صحیفے ہیں۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت ان کے یہاں اسی طرح ہے جیسے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی کہ ان پر ایمان، احترام اور غیر منسوخ حکم و عمل کی اتباع بذاتِ خود ضروری ہے مگر اصل اتباع مکمل اصول و فروع میں اپنے پیغمبر کی ہوگی۔ اسی طرح جملہ اصول و فروع میں شیعہ حضرات اتباعِ حضرت جعفر صادقؒ کی کریں گے۔ تبھی تو "ملتِ جعفریہ" کہلا کر فخر کرتے اور ملتِ محمدیہ سے بدکتے ہیں۔ فافہم۔

اہل السنت والجماعۃ کی مرفوع احادیث

طبعی غم پیغمبر کو بھی ہوتا ہے

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صاحبزادہ حضرت ابراہیم بن ماریہ قبطیہ ۱۸ ماہ کی عمر میں انتقال فرما گیا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنسو بہنے لگے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے پوچھا حضرت آپ بھی روتے ہیں ؟ فرمایا اے ابنِ عوف! یہ تو مہربانی کی نشانی ہے پھر دوسرا آنسو نکلا تو فرمایا :

ان العین تدمع والقلب یحزن و لا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون
(بخاری صـ۱۷۴، مشکوٰۃ صـ۱۵۰، مسلم)

آنکھ آنسو بہاتی ہے دل غمگین ہے مگر ہم زبان سے صرف وہی لفظ نکالتے ہیں جس سے ہمارا رب خوش ہو اور اے ابراہیم ہم آپ کی جدائی پر بہت دکھی ہیں۔

۲۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینبؓ کا بیٹا نزع کی حالت میں پہنچ گیا۔ آپؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا بھیجا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ کا مال تھا جو اس نے دیا اور جو اس نے لے لیا۔ ہر چیز اس کے پاس مقررہ وقت میں ہے۔ زینبؓ کو چاہیے کہ صبر کرے اور ثواب کمائے۔ پھر حضرت زینبؓ نے قسمیہ حضورؐ کو بلوایا۔ تو آپؐ تشریف لائے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہؓ معاذ بن جبلؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ زید بن ثابتؓ اور دوسرے کئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے جب بچہ جانکنی کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لایا گیا تو آپؐ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں پھر فرمایا : یہ رحمت ہے اللہ اسے اپنے بندوں کے دل میں رکھ دیتا ہے اور بلاشبہ اللہ اپنے مہربان بندوں پر رحم کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ صـ۱۵۰)

ف۔ اس سے معلوم ہوا کہ عین صدمہ کے موقعہ پر غمگین ہونا اور آنسو جاری ہونا فطری ہے مسنون ہے اور صبر کے خلاف نہیں محلِ نزاع سے بھی خارج ہے۔ ہاں آواز سے رونا ہائے ہائے کرنا اور خلاف مرضئ خدا منہ سے نکالنا حرام اور ناجائز ہے۔ خلافِ سنت ہے جیسے حدیث ۵ میں حضور علیہ السلام نے خوب وضاحت فرما دی۔

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عورتیں آلِ رسولؐ کی ایک میت پر رو رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ ان کو روکتے اور ہٹاتے تھے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ان کو کچھ نہ کہو۔

فالعین دامعة والقلب مصاب والعھد قریب (احمد نسائی مشکوٰۃ صـ۱۵۲)

آنکھ اشکبار اور دل غم ناک ہوتا ہے اور صدمہ بھی تازہ ہے۔

صبر کا وقت صدمہ کا وقت ہے

۴۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے وہ ایک قبر پر رو رہی تھی تو آپؐ نے فرمایا : اتقی اللہ واصبری۔ تو اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ اس نے (آپؐ کو پہچانے بغیر) کہا آپ اپنا کام کریں، میری مصیبت آپ کو نہیں پہنچی۔ اسے بتایا گیا کہ یہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے۔ تب وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر (معذرت کرنے) آئی۔ آپؐ کے دروازے پر کوئی دربان نہ تھا۔ اور کہنے لگی میں نے آپ کو پہچانا نہ تھا۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا :

انما الصبر عند صدمة الاولیٰ (بخاری صـ۱۷۲، مسلم مشکوٰۃ صـ۱۵۰)

بے شک صبر (کا ثواب) صدمہ کی پہلی خبر پر ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب صدمہ کی بجلی دل پر گرے اور آدمی بے قابو ہونے لگے اس وقت اللہ کو یاد کرنا۔ صبر کرنا اور سنبھل جانا اصل کارِ ثواب ہے۔ صدمہ پرانا ہونے پر غم خود بخود مٹ ہی جایا کرتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسوم کے تحت پرانے صدمے کو پھر تازہ کرنا۔ اور اس پر صبر کے بجائے بے صبری اور جزع فزع۔ رونے پیٹنے کو کارِ ثواب سمجھنے لگنا بالکل غیر فطری اور خلاف شرع بات ہے۔

اپنے قریبی پر بھی ماتم سے آپ نے منع فرمایا

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا بیان ہے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت جعفر بن طیارؓ (آپؐ کے چچازاد بھائی برادر علیؓ بن ابی طالب) اپنے متبنیٰ و محبوب زید بن حارثہؓ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کی شہادت (در غزوہ موتہ) کی اطلاع پہنچی تو آپؐ غمگین ہو کر بیٹھ

گئے اور میں دروازہ کے کواڑ سے دیکھ رہی تھی ایک آدمی نے آکر بتایا کہ حضرت جعفرؓ کی شہادت سن کر ان کی مستورات رو رہی ہیں۔ حضورؐ نے اسے کہا جا کر منع کرو پھر وہ دوسری دفعہ آیا کہ وہ نہیں مانتی ہیں۔ پھر وہ تیسری دفعہ بھی یہی شکایت لے کر آیا یا رسول اللہ! وہ ہم پر غالب آگئیں (روکنے پر بھی ماتم سے باز نہیں آئیں) مائی صاحبہؓ کہتی ہیں کہ پھر حضورؐ نے فرمایا ان عورتوں کے منہ میں مٹی ڈالو۔ میں نے دل میں کہا اے بندے تیرا ناس ہو! حضورؐ کے حکم پر تو تو عمل کرا نہیں سکتا۔ اور حضورؐ سے بار بار شکایت کر کے آپؐ کو تکلیف سے بھی نہیں بچاتا۔ (بخاری ج۱ ص۱۷۳)

۶۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔ میرے خاوند ابو سلمہؓ پردیس میں فوت ہو گئے میں نے ارادہ کیا کہ اتنا روؤں گی کہ لوگ یاد رکھیں گے۔ میں تیار ہو رہی تھی کہ ایک عورت میرے ساتھ ماتم میں شریک ہونے آئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آگئے تو فرمایا:

اتریدین ان تدخلی الشیطان بیتا اخرجه الله منه مرتین وکففت عن البکاء فلم ابك (رواہ مسلم)

کیا تو چاہتی ہے کہ (ماتم کر کے) اس گھر میں شیطان داخل کرے جس سے اللہ نے اسے دو مرتبہ دھتکار دیا ہے۔ میں رونے کے پروگرام سے رک گئی۔ پھر نہ روئی۔

ماتم سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

۷۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا۔ فرماتے تھے۔

یقول من نیح علیه یعذب بما نیح علیه۔ (بخاری ج۱ ص۱۷۲)

جس پر بین کیا جاتا ہے بین کی وجہ سے اُسے عذاب دیا جاتا ہے

وفی روایة ولکن یعذب بھذا واشار الی لسانه او یرحم وان المیت لیعذب ببکاء اھله علیه (مشکوٰۃ ص۱۵۰)

دوسری روایت میں ہے لیکن میت کو زبان (ماتم یا صبر کی وجہ سے) عذاب ہوتا ہے یا رحم کیا جاتا ہے اور بلا شبہ میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ۔ رونا میت کے لیے فی نفسہٖ موجبِ عذاب ہے تبھی تو آپؐ

نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ بعض حضرات نے بغیر اپنے عمل کے سزا پانے کو خلافِ اصول کہہ کر اس کی یہ تاویل کی ہے۔

کہ میت نے ماتم و بین کی وصیت کی ہو یا وہ اس پر راضی ہو یا اسے خاندانی رواج ماتم و نوحہ کا معلوم ہو اور منع کی وصیت نہ کی ہو تو اس کو عذاب ہو گا۔ ہاں جس نے منع کر دیا ہو یا اسے گمان ہی نہ ہو کہ مجھ پر نوحہ و بین ہو گا تو وہ اس سزا کا مورد نہ ہو گا الا ان یتوب

اب جو لوگ یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ ہمارے ماتم و بین پر حضرت حسینؓ و شہدائے کربلاؓ راضی ہیں۔ یا اس کا ان کو علم ہو رہا ہے۔ یا العیاذ باللہ وہ اپنے اہل و عیال کو ماتم کی وصیت کر گئے ہیں تو در حقیقت وہ آپ کے دشمن ہیں۔ گویا آپ کو رفع درجات سے محروم کر کے الٹا مستحق عذاب و نار بنا رہے ہیں۔

آواز سے رونا حرام ہے

۸۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئیں۔ عورتیں رونے لگیں حضرت عمرؓ انہیں کوڑے سے روکنے لگے تو حضور علیہ السلام حضرت عمرؓ کو پیچھے ہٹا لیا کہ اے عمرؓ! ٹھہرو پھر عورتوں سے خطاب کر کے فرمایا۔

ایاکن ونعیق الشیطان ثم قال انه مھما کان من العین ومن القلب فمن الله عزوجل ومن الرحمة ومھما کان من الید ومن اللسان فمن الشیطان (رواہ احمد مشکوٰۃ ص۱۵۱)

تم شیطان کی سی چیخ و پکار سے بچو۔ پھر فرمایا جب تک غم آنکھ اور دل سے ہو تو اللہ سے ہے اور رحمت ہے اور جب ہاتھ اور زبان سے ہونے لگے تو شیطان سے ہوتا ہے۔

۹۔ وقال عمر دعھن یبکین علی ابی سلیمان مالم یکن نقع او لقلقة والنقع التراب علی الراس واللقلقة الصوت (بخاری جلد ا ص۱۷۲)

حضرت عمرؓ نے (بہ تعلیم نبوی) کہا کہ ان کو حضرت خالدؓ پر رونے دو۔ جب تک کہ آواز پیدا نہ ہو اور سر پہ مٹی نہ ڈالیں۔

میّت کی تعریف میں مبالغہ عذاب کا باعث ہے

۱۰۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

یقول ما من میت یموت فیقوم باکیھم فیقول واجبلاہ واسیداہ ونحو ذالک الا وکل اللہ بہ ملکین یلھزانہ ویقولان اھکذا کنت

(رواہ الترمذی حسن غرایب)

آپ فرماتے تھے جو میت مرے اس پر رونے والا یوں نوحہ کرے ہائے پہاڑ (جیسے بلند مرتبہ) اور ہائے میرے سردار اور اس جیسے الفاظ تو اللہ تعالیٰ اس پر دو فرشتے مسلط کر دیتا ہے جو اسے ڈستے ہیں اور کہتے ہیں کیا تو ایسا ہی تھا؟

ماتم کرنیوالے حضورؐ کی ملت سے خارج ہیں

۱۱۔ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ۔

(بخاری ص۱۷۲ مشکوٰۃ ص۱۵۰ مسلم)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہماری جماعت سے نہیں جو منہ اور سینہ پیٹے اور گریبان پھاڑے، جاہلیت کی طرح بین کرے۔

بخاری شریف میں یہ ارشادِ نبوی تین مرتبہ روایت کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کو اپنی ملت۔ اتباعِ سنّت سے خارج قرار دیا ہے جو ماتم کرتے ہیں زبان اور ہاتھ کا استعمال کرتے ہیں۔ رخسار۔ سینہ اور رانیں پیٹتے ہیں گریبان پھاڑتے ہیں۔ سر کے بال بکھیرتے ہیں اور جاہلیت کے سے نوحے آوازے اور فریادیں کرتے ہیں۔

۱۲۔ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ بے ہوش ہو گئے ان کی اہلیہ آوازے چلانے لگیں

جب افاقہ ہوا تو فرمایا:

الم تعلمی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا بری من حلق وصلق وخرق۔

(بخاری واللفظ لمسلم ومشکوٰۃ)

کیا تجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں غم کی وجہ سے سر منڈانے والوں سے پیٹنے والوں سے اور کپڑے پھاڑنے والوں سے بیزار ہوں۔

۱۳۔ عن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحۃ والمستمعۃ (ابوداؤد)

حضرت ابو سعید خدری رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بین کرنیوالی پر اور بین سننے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

۱۴۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اربع فی امتی من امر الجاھلیۃ لا یترکونھن الفخر فی الاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحۃ وقال النائحۃ اذا لم تتب قبل موتھا تقام یوم القیامۃ وعلیھا سربال من قطران ودرع من جرب (مسلم مشکوٰۃ ص۱۵۰)

چار باتیں جاہلیت (گناہ) کی میری امت میں رہیں گی ان کو وہ نہ چھوڑیں گے۔ اپنی قوم و خاندان پر فخر کرنا۔ دوسروں کے خاندان و نسب میں عیب نکالنا۔ ستاروں کو ذریعہ بارش ماننا اور نوحہ و بین کرنا۔ اگر بین کرنیوالی توبہ سے پہلے مر گئی تو قیامت کے دن جب اٹھیگی گندھک کی شلوار اور رنار کول کا کرتہ پہنے گی۔ (یعنی آگ میں جلنے والا لباس ہوگا)

یہ حدیث کتبِ شیعہ کے حوالے سے بھی آئے گی بہرحال یہ سب کام جاہلیت کے شعار اور کفار کی خصلتیں ہیں تعجب ہے کہ شیعہ حضرات نے تو ان چاروں کو باقاعدہ مذہب بنایا ہوا ہے۔ احساب و خاندانی وقار پر فخر کرنا۔ دوسروں کو حقیر اور نیچ خاندان جاننا سید و امتی کی اصطلاح بنانا۔ بلا زمین و جائیداد مزدور و صنعت پیشہ کاسب قسم کے لوگوں کو باوجود علم و تقویٰ اور شرافت کے امامت اور سیادتِ مذہب کا اہل نہ جاننا تو عام معروف بات ہے۔ علم نجوم پر اعتقاد رکھنا بھی شیعہ شعار ہے۔ ان کی مذہبی جنتریاں برملا اس کا اعلان

کرتی ہیں بلکہ وہ معاذ اللہ اس تعلیم کو حضرت جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ رہا ماتم بین و نوحہ خوانی تو ان کے ہاں سب سے بڑی عبادت یہی ہے۔ کہ ایک قطرہ بہنے سے دنیا کی جھاگ کے برابر گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ (جلاء العیون) اور ایام محرم میں ماتم کی وجہ سے بڑے سے بڑا پاپی بھی ذاکروں سے جنّت کی ٹکٹ لے سکتا ہے۔

۱۵۔ حضرت ام عطیہؓ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیعت لیتے وقت یہ عہد بھی لیا تھا۔ ان لا ننوح کہ ہم ماتم و بین نہ کریں تو (میری دانست کے مطابق) پانچ عورتوں کے سوا کسی نے (کما حقہ) اسے پورا نہ کیا۔ ام سلیم (والدہ انس) ام علاء انصاریہ۔ ابی سبرہ کی بیٹی حضرت معاذؓ کی بیوی اور دو عورتیں اور تھیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۵)

ماتم میں لباس بدلنا بھی جاہلیت ہے

۱۶۔ حضرت عمران بن حصینؓ اور ابو برزہ اسلمیؓ کا بیان ہے کہ ہم ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ ایک جنازہ کے ساتھ چلے تو کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے ماتم سے اپنی چادریں اتار پھینکی ہیں اور صرف قمیص پہنے چل رہے ہیں تو حضورؐ نے فرمایا:

أبفعل الجاهلية تأخذون أو بصنع الجاهلية تشبهون لقد هممت ان ادعو عليكم دعوة ترجعون فى غير صوركم قال فاخذوا رديتهم ولم يعودوا لذالك۔
(رواه ابن ماجه مشكوٰة ص ۱۵۲)

کیا تم جاہلیت کا کام کرتے ہو کیا جاہلیت کے کام سے مشابہت پیدا کرتے ہو۔ میں نے ارادہ کیا تم پہ بد دعا کروں اور تمہاری صورتیں بدل جائیں۔ پھر راوی کہتا ہے لوگوں نے اپنی چادریں (باندھ) لیں اور پھر ایسا نہ کیا۔

میّت پر رونے سے رحمت کے فرشتے دور ہو جاتے ہیں

۱۷۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ مثلہ کیا گیا تھا اور میت لائی گئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابرؓ کو بھی چہرہ دیکھنے سے منع فرما دیا جب قبرستان کی طرف ان کو اٹھایا گیا تو ایک عورت کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا تو کیوں روتی ہے یا یہ فرمایا: مت رو۔

فما زالت الملائكة تظله باجنحتها حتى رفع (بخاری ج ۱ ص ۱۷۲)

فرشتے اس کو ڈھانپے رہے یہاں تک کہ اسکو اٹھایا گیا (اب تو رونے والی آوازیں سے ان کو دور کرتی ہے)

۱۸۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

ان تتبع جنازة معها رانة
(احمد وابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۱۵۲)

کہ اس جنازہ کے ساتھ چلا جائے جس کے ساتھ بین کرنے والی ہو۔

گویا بین کی نحوست یہ ہوئی کہ مسلمانوں کو آپ نے ایسے جنازہ کے ساتھ چلنے اور مشایعت سے بھی منع فرمایا۔ اور وہ مسلمان میت اپنے بھائیوں کے اعزاز و اکرام رخصتی اور دعا و رحمت سے بھی محروم ہو گیا۔ اور فرشتگانِ رحمت تو اور نازک مزاج اور ایسی باتوں سے دور بھاگنے والے ہیں۔ اب میت کی محرومی عن الخیر کا سارا وبال بین کرنے والی عورتوں پر ہوگا۔

مصیبت کیوقت صبر کا بہت بڑا ثواب ہے

۱۹۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک آدمی نے پوچھا میرا لڑکا فوت ہو گیا۔ مجھے بڑا صدمہ ہوا (مگر گریہ و ماتم نہیں کیا) کیا تو نے اپنے خلیل صلوٰت اللہ علیہ سے کچھ حدیث سنی ہوئی ہے۔ جس کے ذریعے مُردوں کے حق میں ہمیں خوشی اور تسلی ہو تو ابو ہریرہؓ نے فرمایا میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے۔

قال صغارهم دعاميص الجنة يلقى احدهم اباه فيأخذ بناحية ثوبه فلا يفارقه حتى يدخله الجنة۔
(رواه مسلم واحمد بلفظه مشكوٰة ص ۱۵۳)

کہ مسلمان صابروں کے چھوٹے بچے جنت کے محلات میں ہوں گے ان میں سے ایک (ایک) اپنے باپ سے ملیگا اور دامن تھام لیگا اس وقت تک جدا نہ ہوگا جب تک اس کو جنت میں داخل نہ کرا لے۔

۲۰۔ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس بھی مسلمان ماں باپ کے تین بچے فوت ہو جائیں تو اللہ ان کو جنت میں اپنی رحمت و فضل سے جگہ دے گا۔ لوگوں نے پوچھا اگر دو فوت ہوں یا ایک ہی فوت ہو اور والدین صبر کریں، تو آپؐ

نے فرمایا اس پر بھی ان کو جنت ملے گی پھر فرمایا

والذی نفسی بیدہ ان السقط لیجر امہ بسرتہ الی الجنۃ اذا احتسبتہ۔ (احمد ابن ماجہ)

اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے بلاشبہ کچا گرنے والا لوتھڑا بھی اپنی ناف کے ذریعے ماں کو جنت میں کھینچ لے جائیگا بشرطیکہ اس نے صبر کیا ہو۔

۲۱۔ حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک یہ فرماتے ہیں۔

ابن ادم ان صبرت واحتسبت عند الصدمۃ الاولی لم ارض لک ثوابا دون الجنۃ۔ (ابن ماجہ)

اے آدم کے بیٹے! اگر تو صبر کرے اور ثواب جانے مصیبت کی پہلی گھڑی میں تو سوائے جنت کے تیرا بدلہ میں اور پسند نہ کروں گا۔

۲۲۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان مرد یا عورت ہو جسے مصیبت پہنچی ہو تو عرصہ دراز گزرنے کے بعد بھی وہ اگر یاد آئے (اور یہ صبر کرے) اور انا للہ وانا الیہ راجعون پر اکتفاء کرے تو اللہ تعالیٰ اس استرجاع کے وقت بھی اس کو وہی ثواب عطا فرمائیں گے۔ جو مصیبت والے دن صبر و استرجاع پر ملا تھا۔ (احمد، بیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ صہ ۱۵۳)

سبحان اللہ! حضرت حسینؓ نے کیا صغر سنی میں حضورؐ کا یہ پیارا ارشاد محفوظ کرکے امت تک پہنچایا کہ بعد از مدت دراز وہ پہلی مصیبت ثواب کا ذریعہ بن سکتی ہے بشرطیکہ یاد آئے تو صبر کرے اور انا للہ الخ پڑھ لے۔ معلوم ہوا کہ اگر حادثہ فاجعہ کربلا او مصائب اہل بیتؓ بھی یاد کیے جائیں تو صبر۔ استرجاع یا ان کے لیے دعائے رحمت و رفع درجات پر ہی اکتفاء کیا جائے نہ کہ ماتم و بین کا ناجائز سلسلہ شروع کرکے رحمت کے فرشتوں کو جلا وطن کر دیا جائے اور ارواح شہداء کو انتہائی تکلیف پہنچائی جائے۔

۲۳۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی بیان فرمائی۔

یقول اللہ مالعبدی المؤمن عندی جزاء اذا قبضت صفیہ من اھل الدنیا ثم احتسبہ الا الجنۃ۔ (بخاری مشکوٰۃ صہ ۱۵۱)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا بندہ مومن کیا شان والا ہے اسکی جزا اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس کو جنت ہی دوں جبکہ میں اسکی پیاری چیز دنیا سے لوں اور پھر وہ ثواب جانے اور صبر کرے۔

۲۴۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی بھی کیا نرالی شان ہے اگر اسے بھلائی پہنچے تو اللہ کی تعریف اور شکر بجا لاتا ہے اور اگر اسے مصیبت پہنچتی ہے تو بھی اللہ کی تعریف کرتا اور صبر کرتا ہے پس مومن تو ہر بات میں ثواب کماتا ہے حتیٰ کہ اس لقمہ میں بھی جو وہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

۲۵۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی حدیث میں دو بچوں کی وفات اور قیامت میں والدین کے لیے پیشرو اور سفارشی ہونے کا ذکر فرمایا تو آپ سے پوچھا گیا کہ جس کا بچہ فوت نہ ہوا ہو تو اس کا سفارشی کون ہوگا۔

قال فانا فرط امتی لن یصابوا بمثلی (ترمذی حسن غریب مشکوٰۃ صہ ۱۵۱)

میں اپنی (تمام) امت کا پیشرو و سفارشی ہوں گا کیونکہ ان کو میری وفات جیسا صدمہ کبھی نہ پہنچا ہوگا۔

مسئلہ عزاداری اور ماتم و رسوم کی حرمت کے سلسلے میں یہ ۲۵ ارشاداتِ نبوی ایک مومن و مسلم کے لیے کافی و شافی ہیں۔ میرے بھولے بھالے سنی بھائی ان ارشادات پر غور کریں۔ کہ وہ جو علماءِ حق کے روکنے اور منع کرنے کے باوجود شیعہ پروپیگنڈہ میں آ کر ان کی ماتمی مجالس اور جلوسوں کی رونق دوبالا کرتے اور غم حسینؓ شیعہ رسوم کے مطابق کارِ ثواب جانتے ہیں اور اپنی اکثریت کا فائدہ صرف ان کو ہی بہم پہنچاتے ہیں۔ کیا وہ ارشاداتِ نبوی کی کھلی خلاف ورزی کرکے اپنے مذہب اہل سنت وجماعت سے خارج تو نہیں ہو جاتے؟ فتدبر

احادیث مذکورہ کا خلاصہ

ان ارشادات میں مختصراً حضورؐ نے امت کو یہ امور سکھائے

۱۔ اولاد وغیرہ کی موت اور کسی قسم کا صدمہ طبعی طور پر ہر

کسی کو ہوتا ہے۔

۲۔ اس پر صبر کرنا اور استرجاع پڑھنا ہی شرعاً مسنون اور قابلِ ثواب ہے۔

۳۔ شدتِ غم سے آنسو بہنا اور دل سے غمگین رہنا شریعت کے خلاف نہیں ہے۔

۴۔ صبر پر سب سے زیادہ ثواب اسی وقت ہوگا جب مصیبت تازہ پہنچے۔

۵۔ آواز سے رونا رلانا اور سننا سنانا سب حرام ہے۔

۶۔ بین سے رونے رُلانے والے اور سامعین سب لعنتی ہیں۔

۷۔ ماتم اور نوحہ خوانی کی مجالس جاہلیت کا شعار ہیں۔ رونے پیٹنے والے ملتِ محمدیہ سے جدا مذہب رکھتے ہیں۔

۸۔ غم میں لباس بدلنا ماتمی شکل و ہیئت اختیار کرنا جاہلیت اور صورتیں مسخ ہونے کا سبب ہے۔

۹۔ ماتم و بین سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ اس کے پاس سے فرشتگانِ رحمت دور ہو جاتے ہیں۔

۱۰۔ میت کی تعریف میں مبالغہ اور غیر واقعی باتیں بھی اس کے لیے عذاب کا باعث ہیں۔

۱۱۔ شدید ترین صدمہ اور مکروہ ترین مظالم بھی ماتم و بین کے جواز کا سبب نہیں بن سکتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مصائب اور صدمۂ وفات کو یاد کر کے دل کو تسلی دینا چاہیے۔

۱۲۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماتم و گریہ کے احکام میں اپنے قریب ترین اعزہ اور رشتہ داروں کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ بلکہ ان پر بھی آواز سے رونا اور ماتم کرنا منع فرمایا۔ منہ میں مٹی ڈالنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اپنی لختِ جگر سیدہ زینبؓ۔ گوشۂ جگر نواسہ بن سیدہ زینبؓ اور شہیدِ فی سبیل اللہ حضرت جعفر طیارؓ عم زاد برادر اور محبوب چچا حضرت حمزہ سید الشہداءؓ پر بھی ماتم و نوحہ کی اجازت ہرگز نہ دی تو حضرت حسینؓ مظلوم پر عزاداری کا مسئلہ بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

ماتم و نوحہ کی حرمت پر کتبِ شیعہ سے مرفوع احادیث

۱۔ سورۂ ممتحنہ کی آیت بیعتِ مومنات کے جملہ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ (کہ وہ مومنات آپ کی نافرمانی کسی نیک کام میں نہ کریں گی) کی تفسیر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد گزر چکا ہے۔

"کہ مصیبتوں میں منہ و سینہ نہ پیٹنا۔ اپنا منہ (و بدن) زخمی نہ کرنا۔ اپنے بال نہ اکھیڑنا (اور نہ بکھیرنا) اپنا گریبان چاک نہ کرنا۔ ماتمی کالا لباس نہ پہننا اور ہائے فلاں وائے فلاں کہہ کر شور نہ مچانا۔"

یہ حدیث شیعہ حضرات کی بہت سی معتبر کتابوں میں ہے مثلاً تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر قمی۔ فروع کافی۔ حیات القلوب حاشیہ ترجمہ مقبول وغیرہ۔

ماتم جاہلیت کا شعار ہے

۲۔ ابنِ بابویہ نے معتبر سند کے ساتھ حضرت امام صادقؒ سے روایت کی ہے کہ:

حضرت رسولِ خداؐ فرمود کہ چہار خصلت بد در امت من خواہد بود تا روزِ قیامت اوّل فخر کردن بحسبہائے خود دوم طعن کردن در نسب دیگراں، سوم آمدن باراں را از اوضاع کواکب دانستن و اعتقاد بعلم نجوم داشتن چہارم نوحہ کردن۔ بدرستیکہ اگر نوحہ کنندہ توبہ نکند پیش از مردن چوں روزِ قیامت مبعوث شود جامہ از مس گداختہ و جامہ از جرب بر و پوشانید (حیات القلوب ج۲ ص۶۷۷)

حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا چار بری خصلتیں میری امت میں تا قیامت رہینگی۔ اپنے خاندان اور باپ دادے پر فخر کرنا۔ دوم دوسروں کے نسب میں عیب لگانا سوم بارش کو ستاروں کے ذریعے ماننا اور علمِ نجوم کو برحق جاننا چہارم ماتم و بین کرنا یقیناً اگر بین کرنے والی توبہ نہ کرے اور مرجائے تو قیامت کے دن یوں اٹھے گی کہ پگھلے ہوئے تانبے کی شلوار اور تارکول کی قمیص پہنے ہوگی۔

ماتم و بین کی سزا

۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شبِ معراج کا قصہ اہلِ بیتؓ کو سناتے ہوئے فرمایا۔

زنے را کہ بر موئے سر آویختہ بود ند و مغز

میں نے ایک عورت دیکھی جو سر کے بالوں کے

سرش مے جوشید ..... و زنے را دیدم بصورت سگ و آتش در دبرش داخل مے کردند و از دہانش بیروں مے آید و ملائکہ سر و بدنش را بعمود ہائے آتش مے زدند فاطمہ عرض کرد اے حبیب نور دیدۂ مرا خبر دہ ..... آنکہ بصورت سگ بود و آتش در دبرش میکردند کہ بود۔ فرمود او خوانندہ و نوحہ کنندہ و حسود بود۔

(حیات القلوب ج ۲ ص ۲۹۳)

بل لٹکی ہوئی تھی اور اس کا مغز ابلتا تھا۔ ..... اور ایک عورت کتے کی شکل میں دیکھی کہ فرشتے اس کی جائے پاخانہ میں آگ داخل کر رہے تھے جو اس کے منہ سے نکل رہی تھی اور فرشتے اس کے سر اور بدن کو آگ کے گرزوں کے ساتھ مارتے تھے حضرت فاطمہؓ نے پوچھا اے میری آنکھوں کے پیارے ابا! مجھے بتلائیں۔ ..... کہ جو کتے کی شکل میں تھی اور فرشتے آگ اسکی دبر میں داخل کرتے تھے کون تھی؟ فرمایا! وہ گانے والی بین کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی۔

ماتم سے حضورؐ نے منع فرمایا

۴۔ امام چہارم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روای ہیں۔

عن ابن ابی طالب قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النیاحۃ والاستماع الیھا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماتم و بین سے اور اسے سننے سے منع فرمادیا ہے۔

(من لا یحضرہ الفقیہ ج ص ۲۶۶)

۵۔ حضرت امام محمد باقرؒ روایت فرماتے ہیں۔

قال لفاطمۃ علیھا السلام اذا انا مت فلا تخمشی علی وجھا ولا تنشری علی شعرا ولا تنادی بالویل ولا تقیمی علی نائحۃ۔ (فروع کافی ج ۳ ص ۵۲۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا جب میں فوت ہو جاؤں تو ماتم میں چہرہ نہ نوچنا۔ بال نہ بکھیرنا اور ہائے ہائے سے نہ رونا اور مجھ پر بین کرنے والیوں کو نہ بلانا

پھر آپ نے فرمایا: یہی وہ نیکی ہے جس میں مخالفت سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔

۶۔ اسی سلسلہ کی ایک اور روایت میں یہ لفظ بھی ہیں۔

وقال المعروف ان لا یشققن جیبا ولا یلطمن خدا ولا یدعون ویلا و

اور فرمایا معروف یہ ہے کہ وہ عورتیں غم میں گریبان نہ پھاڑیں۔ رخسار نہ پیٹیں اور ہائے ہائے

لا یتخلفن عند قبر ولا یسودن ثوبا ولا ینشرن شعرا

(فروع کافی ج ۳ ص ۵۲۷)

نہ کریں اور قبر (یا شبیہ قبر تعزیہ) کے پاس نہ ٹھیکیں اور کپڑے کالے نہ کریں اور بال نہ بکھیریں۔

۷۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صاحبزادے ابراہیمؑ کی وفات پر فرمایا جی غمگین ہے اور دل بے قرار ہے اور اے ابراہیم! ہم تیری وفات پر غمگین ہیں مگر ایسا لفظ منہ سے نہیں بولتے جو حق تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہو۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۱۷۵ ج ۲ ص ۵۹۳

ناراضی کا باعث منہ سے بولنا، بلند آواز اور نوحہ سے رونا ہے۔ ورنہ آپؐ سے شکایت تقدیر کا تو تصور ہی نہیں۔

ماتم سے اعمالِ صالحہ برباد ہو جاتے ہیں

حضرت امام جعفر صادقؒ راوی ہیں۔

۸۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ضرب المسلم یدہ علی فخذہ عند المصیبۃ احباط لعملہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبت کے وقت کسی مسلمان کا ران (و سینہ) پیٹنا عمل کو ضائع کر دیتا ہے۔

(فروع کافی ج ۱ ص ۲۲۲)

۹۔ حضرت علی المرتضیٰؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غسل دیتے وقت فرما رہے تھے:

واگر نہ آں بود کہ امر کردی بصبر کردن و نہی نمودی از جزع نمودن ہر آئینہ آبہائے سر خود را در مصیبت تو فرو میریختیم و درد مصیبت ترا ہرگز دوا نہ کردیم۔ ص ۲۷۳ حیات القلوب ج ۲ ص ۶۹۷ نہج البلاغۃ وجلاء العیون

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ نے صبر کا حکم دیا اور رونے پیٹنے سے منع فرمایا ہے تو یقیناً ہم اپنے سر کا پانی آپ کی وفات کی مصیبت پہ رو رو کر خشک کر دیتے اور اس مصیبت پہ اپنا کوئی علاج نہ کراتے۔

۱۰۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ مصیبت کے وقت صبر کرنا ۲۔ فرماں برداری پہ صبر کرنا (جمے رہنا)، ۳۔ معصیت سے صبر کرنا (بچنا)، اصول کافی باب الصبر ج ۲ ص ۹۱۔

حضورؐ نے صبر کی وصیتیں فرمائیں

۱۱- احد کے دن حضورؐ نے حضرت حمزہؓ کا مثلہ دیکھ کر فرمایا اگر خدا مجھے قریش پر غلبہ دے تو ان کے ستر آدمیوں کے ساتھ حمزہؓ کے بدلے میں اسی طرح مثلہ کروں گا اور ان کے اعضاء کاٹوں گا پس حضرت جبرئیلؑ نازل ہوگئے اور یہ آیت پڑھی وان عاقبتم فعاقبوا الخ تو حضرتؐ نے فرمایا: صبر کروں گا اور بدلہ نہ لوں گا۔ (حیات القلوب ج ۱ ص ۳۷۱)

۱۲- حضورؐ نے حضرت زینبؓ بنتِ جحش (ام المؤمنین) کو ان کے قریبی حضرت حمزہؓ پر صبر کی وصیت فرمائی۔ انہوں نے استرجاع پڑھی اور کہا اللہ ان کی شہادت منظور فرمائے پھر حضرتؐ نے فرمایا: اے زینب اپنے شوہر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت پہ بھی صبر کرنا۔ (حیات القلوب ص ۳۷۱)

۱۳- اپنی لختِ جگر حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا اے فاطمہ! خدا پر بھروسہ کرنا اور صبر کرنا جیسے کہ تیرے پیغمبر آباء و اجداد نے اور تیری مائیں پیغمبروں کی بیویوں نے اپنے مردوں پر صبر فرمایا تھا۔ (از طوسی بسند معتبر حیات القلوب ص ۶۸۶)

۱۴- اے فاطمہؓ! تو جان لے کہ پیغمبر کی وفات پر گریبان نہ پھاڑنا چاہیے منہ نہ چھیلنا چاہیے اور ہائے وائے نہ کہنا چاہیے لیکن تو وہ کہہ جو تیرے باپ نے اپنے فرزند ابراہیمؑ کی وفات پر کہا۔ (از فرات بن ابراہیم بسند معتبر ایضاً ص ۶۸۷)

۱۵- ابنِ بابویہ نے معتبر سند کے ساتھ امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا:

اے فاطمہ چوں بمیرم روئے خود را	اے فاطمہ! جب میں مر جاؤں تو اپنا منہ میرے
برائے من مخراش و گیسوئے خود را پریشاں	غم میں نہ نوچنا اور اپنی زلفیں نہ بکھیرنا
مکن و واویلا مگو و نوحہ گراں را مطلب۔	اور ہائے وائے نہ کرنا اور مجلسِ ماتم بنا کر بین
(ایضاً)	کرنے والیوں کو نہ بلانا۔

۱۶- کتاب بشارۃ المصطفیٰ میں روایت ہے کہ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا اے فاطمہ! امت رو اور صبر کو پیشہ بنا۔ اور حضرت علیؓ سے فرمایا تو مجھ پر سب سے پہلے نماز

پڑھ اور مجھ سے جدا نہ ہو جب تک مجھے قبر کے سپرد نہ کرے اور ان تمام باتوں میں حق تعالیٰ سے مدد مانگنا۔ (حیات ص ۶۸۸)

۱۷- ملا باقر علی مجلسی نے اپنی کتاب جلاء العیون سیرتِ نبوی کے باب میں وصایا کے تحت حضرت فاطمہؓ کو ماتم سے روکنے اور صبر اختیار کرنے کی وصیت بار بار ذکر فرمائی ہے مثلاً فارسی ایڈیشن مطبوعہ تہران سے ص ۶۲- ۶۳- ۶۵- ۷۵- ۷۷ ملاحظہ فرمائیں مگر تعجب ہے کہ اردو ترجمہ میں ان کا ذکر نہیں ملا۔ شیعہ اپنی کتب میں حذف و تحریف کا اگر مشن پورا نہ کریں تو عبادتِ تقیہ پر عامل کیسے کہلائیں۔

اور ماتم و گریہ سے آپ منع کیوں نہ فرمائیں کہ یہ فی نفسہٖ نفس کے لیے ضرر رساں ہے۔ اور سامع کو بھی آزار ہوتا ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے جب اپنی وفات کی اطلاع مہاجرینؓ و انصار کو دی تو وہ شدتِ غم سے کراہ اٹھے تو:

۱۸- حضرت فرمود کہ صبر کنید خدا عفو کند	حضرت نے فرمایا صبر کرو خدا تم کو معاف کرے
از شما آزار مکنید مرا نہ گریہ و نالہ۔ جلاء العیون ص ۴۸	مجھے گریہ و نالہ سے تکلیف نہ پہنچاؤ۔

خدا نے بھی صبر کی وصیت نازل فرمائی

۱۹- ابن قولویہ نے حضرت صادقؒ سے بہت سی معتبر سندوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب حضرت جبرئیلؑ رسولِ خدا کے پاس حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر لائے تو حضورؐ نے امیر المومنین کا ہاتھ پکڑا اور تنہائی میں باتیں کرتے کرتے رونے لگے اور بہت روئے۔ جدا ہونے سے پہلے حضرت جبرئیلؑ پھر نازل ہوگئے اور فرمایا خدا تم کو سلام کے بعد فرماتا ہے کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ اس مصیبت پر صبر کرنا۔ پس انہوں نے حق تعالیٰ کے حکم کے مطابق صبر کیا۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۲۱۷

اس سے معلوم ہوا کہ کسی بڑی یا مظلوم ترین ہستی کے لیے بھی ماتم کا جواز و استثناء نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو دوبارہ بھیج کر حضرت حسینؓ پر گریہ اور ماتم سے حضرت پیغمبرؐ اور علی المرتضیٰؓ کو روک دیا اور صبر ہی کی وصیت آسمانوں سے نازل فرمائی تو اب کوئی شخص کسی بھی مکر و فریب یا روایت سے استثناء کا بہانہ تراش نہیں سکتا۔ ہر قسم کا ماتم آپ پر کرنا خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق حرام اور بے صبری ہے۔

باب سوم صبر و ماتم اور تعلیماتِ اہلبیت رضی اللہ عنہم

قرآن وسنتِ نبوی کے ماسوا یہ وہ بنیادی شیعہ مذہب کی اصل ہے جس سے تمسک کے وہ علانیہ دعویدار ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام صرف ان کی ہی تعلیمات کا نام ہے۔ اور ان کے سوا دنیا میں جس کسی کے پاس خواہ بڑی سے بڑی صداقت وحقیقت ہی کیوں نہ ہو وہ باطل ہی ہے۔ اس سے تمسک کرنا ہرگز روا نہیں ہے۔ یہی وہ عام فہم تکنیک ہے جسے استعمال کرکے ان تمام ارشاداتِ محمدی کو یکدم باطل و بے اثر بنا دیا گیا۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۳ سال کی عمرِ عزیز میں تا قیامت امت کی ہدایت کے لیے ارشاد فرمائے تھے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باعتقادِ شیعہ آپؐ نے اس کا پابند بنا دیا کہ وہ حضرت علیؓ کو اپنا دینی ترجمان و استاد اور واحد رہبرِ اسلام تسلیم کریں۔ تو ان تمام فرموداتِ محمدیؐ کی تابعداری اور حقانیت ختم و منسوخ ہوگئی جو صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے سیکھے اور سنے تھے کیونکہ اب صرف فرموداتِ مرتضوی ہی کا نام دین ہے اور صرف ان کی ہی اتباع فرض ہے۔ کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی بات میں حضرت شیرِ خدا سے اختلاف کرے۔ یا قرآنی آیت اور ارشادِ نبوی دلیل میں پیش کرکے فرمانِ مرتضویؓ کو رد یا مرجوح قرار دے۔ ورنہ ایسا شخص کافر ہو جائے گا یہی وجہ ہے کہ جب اس عقیدہ خلافت بلافصل کا تصور صحابہ کرامؓ کے ذہن میں نہ تھا نہ ان کو قرآن وسنت سے ہدایت ملی تھی نہ انہوں نے حضرت علیؓ کو یہ مقام دیا۔ تو شیعہ حضرات نے تمام صحابہ کرامؓ کو مرتد اور خارج از ایمان قرار دیا۔ جن ۴، ۵ حضرات کو مومن وصادق مانا ان کو بھی حضرت علیؓ کا شاگرد دوبارہ تسلیم کیا تب مانا چنانچہ صاحب کشف الغمہ ان چند صحابہ کرامؓ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

کانوا تلامذۃ لعلی بمحمد اھتدوا وبعلی اقتدوا۔

یہ سب حضرت علیؓ کے شاگرد تھے حضورؐ سے راہنمائی پاکر حضرت علیؓ کے پیروکار بنے۔

دین کو صرف اور صرف فرموداتِ آئمہ اثنا عشر میں منحصر ماننے کا شیعی عقیدہ اس قدر پختہ اور بنیادی ہے۔ کہ کوئی شیعہ نہ اس کا انکار کرسکتا ہے نہ مانے بغیر مسلمان ہوسکتا ہے۔

حضرت جعفر صادقؒ کا وہ ارشاد جو حشر کی آیت کے بالمقابل ہے ما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا جو تم کو رسول دیں وہ لے لو اور جس سے رسول روکیں رک جاؤ تو گزر چکا ہے — اور وہ یہ ہے کہ

ماجاء بہ علی آخذہ ومانھی عنہ انتھی عنہ جری لہ من الفضل ما جری لمحمد۔

جو شریعت علیؓ لائے ہیں میں وہ لیتا ہوں اور جس کام سے وہ روکیں رکتا ہوں کیونکہ آپ کی وہی شان (پیغمبری) ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے مقرر کی گئی ہے۔

یہاں ایک دوسرے ارشادِ جعفری پر ہم تمہید ختم کرتے ہیں۔ اصول کافی میں یہ باب باندھا گیا ہے۔

باب انہ لیس شیءٌ من الحق فی ایدی الناس الاما خرج من عند الائمۃ وان کل شیءٌ لم یخرج من عندھم فھو باطل وفیہ عن ابی جعفر واذا انشعبت بھم الامور کان الخطاء منھم والصواب من علی علیہ السلام۔

اس بات کا بیان کہ لوگوں کے پاس کچھ بھی حق نہیں ہے بجز اس کے کہ جو آئمہ کے منہ سے نکلے اور جو ان سے نہ نکلے وہ باطل ہے اس باب میں امام باقر کی کئی احادیث ہیں مثلاً یہ کہ اگر لوگوں میں اختلاف ہو جائے تو سب غلطی پہ ہوں گے۔ درست صرف حضرت علی علیہ السلام ہوں گے۔

امامت اور نبوت کے خصائص کا اصول کافی کتاب الحجۃ سے مفصل موازنہ کرکے انکارِ ختمِ نبوت کی اس پیچ در پیچ تعبیر کو ہم نے "تحفہ امامیہ" میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ اور یہاں ہم اس سوال کو بھی نہیں اٹھاتے کہ جب علم کا باب صرف حضرت علیؓ ہی ہیں۔ علم کا گھاٹ آلِ محمد ہی ہیں اور حضورؐ کے تمام علوم اولین و آخرین کو جاننے والے اور بیان کا حق رکھنے والے صرف یہی ہیں تو حضرت علیؓ نے علومِ نبوت کی تبلیغ کا کیا وسیع انتظام کیا۔ کس قدر لوگ آپ کے ہاتھ مبارک پر مشرف باسلام ہوئے شیعہ عقیدہ کے مطابق کتنے ہزار آپ کے شاگرد بنے اور کتنے ہزار ارشاداتِ نبوی آپ نے

(ایضاً ص۲۰۹) سے بچنا۔

آج حضرت علی المرتضیٰؓ کی اصلی قبر کا یقینی پتہ کسی کو نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوارج کے فتنہ اور لاش کی بے حرمتی کے خوف سے آپؓ نے متعدد قبریں بنانے کی وصیت فرمائی اور منجملہ اس میں یہ بھی فرمایا:

۲۸۔ کہ اس امت کے منافق (دعوی محبتِ اہلِ بیت کرکے غدر کرنے والے) تم سے انتقام لیں گے۔ پس تم پہ لازم ہے کہ صبر کرو۔

۲۹۔ پھر حضرت حسنؓ و حسینؓ سے فرمایا کہ میرے بعد خصوصاً تم پر بہت سے فتنے آئیں گے۔ مختلف سمتوں سے۔ پس تم صبر کرنا تاکہ خدا تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان فیصلہ کردے۔ پس حضرت حسینؓ سے فرمایا تم پہ لازم ہے۔ کہ تقوی کرنا اور مصائب پر صبر کرنا۔ (ایضاً)

۳۰۔ حضرت امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے باپ نے وصیت کی تو یہ حوالہ دیا کہ یہی وصیت میرے باپ (حسینؓ) کو میرے دادا حضرت علی المرتضیٰؓ نے کی تھی۔ (اصول کافی ج۲ ص۹۱)

۳۱۔ جب حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا حضرت حسنؓ نے حسینؓ کو شہادت کی اطلاع دی اور وہ مدائن میں تھے۔ تو فرمایا: افسوس! کتنی بڑی مصیبت ہے باوجودیکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جسے کوئی مصیبت پہنچے تو میری مصیبت کو یاد کرے اس لیے کہ اس سے بڑی مصیبت کسی کو نہیں پہنچے گی۔ حضورؐ نے یہ سچ فرمایا ہے۔ (فروع کافی ج۱ ص۲۲ باب التعزی)

حضرت امام حسینؓ کا ارشاد و عمل

۳۲۔ آپ کی صاحبزادی فوت ہوگئی لوگوں نے تعزیت کی تو جواب میں لکھا:

اجرِ مصیبت او را از خدا می طلبم تسلیم کردم قضائے الٰہی را و صابرم بر بلائے او بدرستیکہ بدرد آوردہ است مرا مصائب زمان و آزردہ کردہ است نوائب دوران مفارقت

اس کی مصیبت کا ثواب میں خدا سے چاہتا ہوں۔ میں نے قضائے الٰہی تسلیم کرلی۔ اس کی مصیبت پر صابر ہوں۔ یقیناً مجھ کو زمانہ کے مصائب نے ستایا ہے اور وقت کے

دوستاں کہ الفت بایشاں دارم (جلاء العیون ص۲۳۶)

چکرو (ستانے) اور دوستوں کی جدائی نے پریشان کیا ہے جن سے میں محبت کرتا ہوں

مصائب دنیا پر اتنا عظیم صابر بزرگ امام صرف موت کے وقت رو پڑا۔ کسی نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں؟

۳۳۔ حضرت فرمود برائے دو خصلت گریہ میکنم یکے اہوال مرگ و اہوال دیگرے مفارقت دوستان (جلاء العیون ص۲۳۵)

حضرت نے فرمایا میں دو وجہ سے روتا ہوں (۱) موت کے سنگین مناظر اور اس کے حالات سے (۲) دوستوں کی جدائی سے۔

موت اور حالات آخرت کا تصور کرکے رو دینا ہرگز ایمان کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ خشیۃ اللہ کی ایک جھلک اور ایمان کی دلیل ہے۔ حضرت عمرؓ اور دیگر کئی صحابہؓ سے جو واقعات منقول ہیں وہ اسی حقیقت پر مبنی ہیں۔ مگر دشمنانِ صحابہؓ اس پر بھی طعن کرتے ہیں۔

حضرت امام حسینؓ کی وصایا

میدانِ کارزارِ کربلا میں تمام اعزہ و احباب کی شہادت کے بعد جب ریحانۂ رسول۔ لختِ جگرِ بتول۔ دل بندِ مرتضیٰ۔ برادرِ حسن المجتبیٰ و زینب بنت سیدۃ النساء حضرت الامام عالی مقام حسین نورِ عین رضی اللہ عنہ نے جب اپنی شہادتِ فاجعہ کی خبر حضرت زینبؓ کو سنائی اور وہ ماں کی ممتا کی یادگار اس خبرِ دل فگار سے لاچار ہو کر واویلا کرنے لگیں تب حضرت نے فرمایا:

۳۴۔ اے خواہر باجان برابر حلم و بردباری پیشہ کن و شیطان را بر خود تسلط مدہ و بر قضائے حق تعالیٰ صبر کن و فرمود اگر میگذاشتند مرا با استراحت خود را بمہلکہ نمیافگندم (جلاء العیون ص۳۸۶)

اے میری جان جیسی پیاری بہن حلم اور بردباری کو اختیار کر شیطان کو اپنے اوپر قبضہ نہ دے اور حق تعالیٰ کی قضا پر صبر کر نیز فرمایا اگر یہ مخالف مجھ کو آرام سے چھوڑ دیتے تو میں کبھی اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ پھینکتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ واویلا و ماتم نہ صرف شیطانی اور خلاف صبر کام ہے بلکہ اس کی اجازت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھی نہیں ہے جبکہ وہ عینی مشاہدہ سے کوئی

شیعہ غنڈوں کا ظلم ملاحظہ کر رہی ہیں۔ نیز حضرت حسین رضؓ نے انتہائی کوشش کی کہ مصالحت ہو جائے۔ جنگ ٹل جائے۔ واپس جانے کی اجازت مل جائے۔ مگر ظالموں کے آگے ایک بھی نہ چلی اور بالآخر مردانہ وار جانِ عزیز جان آفرین کے سپرد کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیشہ ور موسیقار ذاکر یہ جھوٹ مارتے ہیں کہ امام والامقام گھر سے کفن باندھ کر اسلام زندہ کرنے چلے تھے۔ فیس حلال کرنے کا ایک گر ہے۔ حقیقت سے اسے تعلق نہیں۔ اگر آپ کی کوششِ امن و مراجعت کامیاب ہو جاتی۔ تو اسلام پھر مردہ نہ ہو جاتا بلکہ آپ کی حیاتِ بابرکات سے اسے مزید زندگی اور جلاء و بقا نصیب ہوتی۔

انہیں وصایائے کرب و بلا میں آپ نے فرمایا:

۳۵۔ اے خواہرِ گرامی ویل و عذاب برائے تو نیست برائے دشمنان تست صبر کن و بزودی دشمنان را بہ باشاد مگرداں۔ (ایضاً ص۳۸۴)

اے بہن محترمہ! ہلاکت اور عذاب تیرے لیے نہیں ہے تیرے دشمنوں کے لیے ہے۔ صبر کر اور اتنی جلدی دشمنوں کو مجھ پہ خوش نہ کر۔

نیز صبر کے سلسلہ میں آسمان و زمین کے فنا ہونے اور باپ دادا کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

۳۶۔ پس وصیت فرمود اے خواہرِ گرامی ترا سوگند میدہم کہ چوں من از تیغ اہلِ جفا بعالمِ بقا رحلت نمائم گریباں چاک مکنید و رو مخراشید و وا ویلا مگوئید۔ (ایضاً ص۳۸۷)

پس وصیت فرمائی اے پیاری بہن تجھے قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہلِ جفا کی تلوار سے عالمِ بقا کو رحلت کر جاؤں تو اپنا گریبان نہ پھاڑنا۔ منہ نہ پیٹنا اور نوچنا اور ہائے وائے کر کے (آواز سے) نہ رونا۔

ماتم و نوحہ اور سینہ کوبی پر اس سے زیادہ امام حسین رضؓ کیا ممانعت کر سکتے تھے۔

۳۷۔ پھر بالکل آخری وقت میں امام حسین رضؓ نے یہ وصیت فرمائی۔

پس دیگر بار اہلبیتِ رسالت و پردگیانِ سرادق و عصمت را وداع نمود

پس دوبارہ اہلبیتِ رسالت اور عفت مآب مستورات کو وداع کیا اور ان کو صبر و

والیشاں را بصبر و شکیبائی امر فرمود و بوعدۂ مثوبات غیر متناہی الٰہی تسکین داد۔ (ایضاً ص۳۸۸)

تحمل کا حکم دیا اور خدا کے غیر متناہی ثواب کا وعدہ کیا اور تسلی دی۔

۳۸۔ پھر ننھی صاحبزادی سکینہ سے فرمایا۔

اے نورِ دیدہ من ہر کہ یاور ندارد یقین مرگ را بر خود قرار میدہد اے دختر یاور ہمہ کس خدا است و رحمتِ خدا در دنیا و عقبیٰ از شما جدا نخواہد شد صبر کنید بر قضائے خدا و شکیبائی ورزید کہ بزودی دنیا فانی منقضی مے گردد و نعیم ابدی آخرت زوال ندارد۔ (جلاء العیون ص۶۰۲)

اے میری نورِ چشم! جو آدمی مددگار نہ رکھتا ہو اپنی موت کا اسے یقین آجاتا ہے لے بیٹی ہر کسی کا مددگار و مشکل کشا خدا ہے اور خدا کی رحمت دنیا و آخرت میں تم سے جدا نہ ہوگی۔ خدا کی قضاء پر صبر کرو اور تحمل اپناؤ کیونکہ دنیا جلدی ختم ہو جائے گی اور آخرت کی ہمیشہ نعمتیں زائل نہ ہوں گی۔

حضرت امام حسین رضؓ رضی اللہ عنہ قرآنِ پاک اور سنتِ نبوی کے مذہب پر تھے جیسے قرآن نے کسی بھی مقرب بزرگ وغیرہ کو مصائب میں پکارنے کی اور مدد مانگنے کی اجازت نہیں دی بلکہ ایسا کرنے والوں کو مشرک بتایا۔ اسی طرح رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی کبھی نیک و مقرب ہستیوں کو مصائب میں نہیں پکارا نہ ان سے مدد مانگی۔ اسی طرح آپ کا موحد و توحید پرست وہابی (اللہ والا) لختِ جگر حسین رضؓ اپنی اولاد کو بھی یہ وصیت کر کے جا رہا ہے۔ "کہ ہر کسی کا مددگار و مشکل کشا صرف خداوند تعالیٰ ہے" چنانچہ سنی و شیعہ سیرت و تاریخ کی کوئی کتاب نہیں بتاتی کہ ان مصائب و آلام کے بھنور میں حضرت حسین رضؓ نے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کو یا حضرت رسولِ پاک علیہ التحیۃ والثناء کو پکارا ہو۔ حالانکہ وہ رشتہ میں بھی قریب ترین تھے۔ وقت اور جگہ کے لحاظ سے بھی ہماری بہ نسبت قریب تھے اور واقعی حضرت حسین مع اپنے ساتھیوں کے مظلوم و مقہور رہے تھے۔ مع ہذا حضرت حسین رضؓ نے نہ خود پکارا نہ وہ مقربین الٰہی اپنی مظلوم اولاد کی مدد کو پہنچے جس سے

یہ اظہر من الشمس ہو گیا کہ مصائب میں پہنچنا اور مدد کرنا، دشمن سے نجات دلانا مافوق الاسباب صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ اور کسی ہستی کو یہ مقام حاصل نہیں نہ ان کو پکارنا از روئے قرآن وسنت درست ہے۔

حضرت حسین رضی موحد سے تو تمام سُنّی شیعہ مورخین نے یہ دعا نقل فرمائی ہے۔

اللھم انت ثقتی فی کل کرب و رجائی فی کل شدۃ و انت لی فی کل امر نزل بی ثقۃ وعدۃ کم من کرب یضعف عنہ الفؤاد و تقل فیہ الحیلۃ و یخذل فیہ الصدیق ولیشمت فیہ العدو انزلتہ بک و شکوتہ الیک رغبۃ منی الیک عمن سواک ففرجتہ و کشفتہ فانت ولی کل نعمۃ وصاحب کل حسنۃ و منتھی کل رغبۃ۔

(جلاء العیون ص ۳۸۸)

اے اللہ! تو ہی ہر مصیبت میں میرا بھروسہ ہے ہر سختی میں تجھی سے میری امید وابستہ ہے۔ مجھ پر جو مصیبت اتری تو ہی میرا مددگار رہا اور امداد دینے والا کتنی ہی تکلیف دہ تکالیف جن سے دل گھبرا جاتا ہے حیلہ کم ہو جاتا ہے دوست ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ دشمن خوش ہوتا ہے۔ میں نے وہ تیرے آگے پیش کیں اور تجھی سے ان کا شکوہ کیا۔ کیونکہ مجھے تجھ سے ہی رغبت تھی۔ تیرے سوا اوروں سے نہ تھی تو نے ہی وہ مصیبتیں کھولیں اور پریشانیاں دور کیں۔ تو ہی ہر مصیبت میں کارساز ہے۔ ہر بھلائی کا مالک ہے۔ ہر مقصد کی انتہا ہے۔

حضرت زین العابدینؒ کے ارشادات

شیعہ کے اعتقاد میں امام چہارم حضرت علی بن الحسین رضی المعروف بہ سجاد وہ ہستی ہیں جنھوں نے کربلا کا خوں چکاں منظر خود مشاہدہ کیا۔ بلائیں آسمان سے خود اترتے دیکھیں۔ اپنے والد اور دادا جی کے غدار کوفی شیعوں کا ڈرامہ ان کے سامنے ہوا۔ یہ ہولناک منظر کبھی ان کے سامنے سے اوجھل ہونے والا نہ تھا۔ نہ دل سے محو ہونے والا تھا۔ آپ نے اپنی بقیہ زندگی مدینہ طیبہ ہی میں عافیت وسکون سے گزاری اور عبادت الٰہیہ میں مصروف رہے۔ زین العابدین کے لقب سے ممتاز ہوئے۔ آپ نے نہ کوئی ماتمی یادگار قائم کی۔ نہ امام باڑہ یا ماتم کے لیے کوئی

مکان مخصوص کیا۔ نہ کوئی چہلم۔ سالانہ۔ بیسواں وغیرہ منایا۔ نہ جلوس نکالا نہ تعزیہ و ضریح وغیرہ کا تصور آپ کے دل میں گزرا۔ شیعہ روایات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے عزلت اور خاموش اندوہ میں ڈوب کر زندگی گزاری مگر صبر وشکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ کیوں نہ ہو۔ آپ کا مذہب بھی والد والا مذہب تھا۔ گریہ و ماتم نہ کرنے کی وصایا حسینی آپ کے قلب میں بیٹھی ہوئی تھیں حتیٰ کہ یوم شہادت حسین رضی کے دن بھی ثابت قلب رہے جب حضرت زینبؓ رونے لگیں تو فرمایا:

۳۹۔ اے عمہ میدانی کہ بعد از مصیبت جزع کردن سودے نمے بخشد (جلاء العیون ص ۴۰۲)

اے پھوپھی تو جانتی ہے کہ مصیبت کے بعد رونا پیٹنا کوئی نفع نہیں دیتا (بلکہ نقصان دیتا ہے)

اور قاتلانِ حسین شیعانِ کوفہ نے نادم ہو کر شور مچایا اور ماتم شروع کر دیا تو آپ نے ڈانٹا۔

۴۰۔ واشارہ کرد بسوئے مردم کہ ساکت شوید

اور لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ چپ ہو جاؤ۔

پھر خدا کی حمد وثنا اور اپنا تعارف کرانے کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم نے ہی میرے باپ کو خط لکھے اور آپ کو دھوکہ دیا اور پختہ وعدے ان کو لکھے اور آپ کی بیعت کی آخر کار آپ سے تم نے ہی جنگ کی اور دشمن کو آپ پر مسلط کر دیا پس تم پر اس کام کی وجہ سے لعنت ہو جو تم نے اپنے لیے آخرت میں ذخیرہ کر بھیجا (جلاء العیون ص ۴۲۶) پھر اہل کوفہ نے کہا کہ ہم آپ کے فرمان بردار اور (شیعہ) ہیں جس سے جنگ چاہیں جنگ کریں گے اور جس سے صلح چاہیں صلح کریں گے۔ اور ظالموں سے تیرے خون کا بدلہ لیں گے۔ تب حضرت زین العابدین نے فرمایا۔ دور ہو دور ہو اے غدارو اور مکارو! ہم دوبارہ کبھی تم سے دھوکہ نہ کھائیں گے اور تمہارے جھوٹوں پر یقین نہ کریں گے۔ تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ بھی وہی کرو جو میرے باپ کے ساتھ کیا۔ (ایضاً)

۴۱۔ حضرت صادقؒ سے ایک روایت (بلا سند) منقول ہے۔ کہ حضرت سجاد ۴۰ سال باپ کی قبر پہ روئے۔ الخ۔ علامہ مجلسی اس کا رد کرتے ہیں۔" مولف گوید مبنیٔ اند بود کہ گریہ

آں حضرت برائے محبت وخوف حق تعالیٰ باشد چنانچہ از مناجاتہائے آنحضرت معلوم میشود۔ دکہ ممکن ہے آپ کا یہ رونا خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے خوف سے ہو جیسے آں حضرت کی دعاؤں سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر مزید وجہ گریہ یہ بیان کرتے ہیں۔

بلکہ چوں امام زین العابدین پدر بزرگوار خود را بہتر از دیگراں مے شناختند و فوائدِ وجود آں بزرگوار وا مفاسد فقدان امام اخیار را زیادہ از دیگراں میدانست۔ ومیدانست کہ او در زماں خود محبوب ترین خلق بود نزد خدا و بکشتن او عالمیاں گمراہ شدند و دینِ خدا ضائع شد۔ وسننِ رسول خدا بر طرف شد و بدعِ بنی امیہ ظاہر گردید بایںجہات میگریست وبعد از تامل اینہا ہمہ گریہ محبت خدا بر میگردد۔

رونا غم کی وجہ سے نہیں، بلکہ جب امام زین العابدین اپنے والد ماجد کو دوسروں سے بہتر اور آپ کے وجود کے فوائد کو خوب جانتے تھے اور آپ کے وجود کی گمشدگی کے نقصانات کو دوسروں سے بہتر جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ آپ زمانے میں سب مخلوق سے زیادہ خدا کو عزیز تھے۔ آپ کے قتل ہونے سے جہان والے گمراہ ہو گئے خدا کا دین ضائع ہو گیا۔ رسولِ خدا کی سنتیں ہٹ گئیں اور بنو امیہ کی بدعتیں ظاہر ہو گئیں ان وجوہ سے روتے تھے۔ غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا رونا محبت خدا کی وجہ سے تھا۔

اس روایت و تفصیل سے معلوم ہوا کہ رونا فی نفسہٖ معیوب ہے۔ امام کی طرف نسبت بھی روا نہیں ہے چہ جائیکہ سینہ کوبی و ماتم و بین کی نسبت کی جائے تبھی تو مؤلف کو اتنی تاویل و توجیہہ کرنی پڑی۔

دوسری یہ بات بھی الم نشرح ہو گئی کہ شہادتِ حسین سے اسلام کا اور ملتِ اسلامیہ کا زبردست نقصان ہوا جس کی تلافی ناممکن ہے کہ لوگ (اس واقعہ کی وجہ سے اور آپ کے وجودِ صحابیت کی گمشدگی کی وجہ سے، گمراہ ہو گئے۔ خدا کا دین ضائع ہوا۔ بنی امیہ کی بدعتیں رواج پذیر ہوئیں اور سننِ نبویہ معطل ہو گئیں۔ یہ جو پیشہ ور دنیا پرست ذاکر و مجتہد پروپیگنڈہ کرتے ہیں اور عوام الناس بھی اس کا شکار ہو چکے ہیں۔ اور معین الدین کاشانی رافضی کی رباعی حضرت سید معین الدین اجمیریؒ کی طرف منسوب کر کے کہہ دیتے ہیں ؎

دین ہست حسینؓ ، دین پناہ ہست حسینؓ ، سر داد نہ داد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؓ۔ اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اسلام آپ کی وفات و شہادت سے زندہ ہو گیا۔ عمل و اعتقادِ سجادؒ کی روشنی میں باطل ہوا۔

۴۲۔ اصول کافی باب الصبر میں ہے کہ امام زین العابدین نے فرمایا "صبر کو ایمان سے وہ نسبت ہے جو سر کو دھڑ سے ہوتی ہے۔ جو صبر نہ کرے وہ بے ایمان ہوتا ہے۔

۴۳۔ نیز حضرت زین العابدینؒ نے حضرت محمد باقرؒ کو وفات کے وقت وصیت کی تھی۔

یابنی اصبر علی الحق لو کان مرا (**اصول کافی ج ۲**)

اے میرے بیٹے! حق پر صبر کرنا۔ اگرچہ وہ کڑوا ہی ہو۔

حضرت امام باقرؒ کے ارشادات

خدیجہ بنتِ عمر بن علی بن حسینؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے چچا محمد باقر بن علیؒ سے سنا:

۴۴۔ وھو یقول انما تحتاج المرأۃ فی الماتم لتسیل دمعتھا ولا ینبغی لھا ان تقول ھجرا فاذا جاء اللیل فلا تؤذی الملائکۃ بالنوح۔ (اصول کافی ج ۱ ص ۳۵۸)

آپ فرماتے تھے عورت سوگ میں صرف اتنی محتاج ہے کہ اس کے آنسو بہ پڑیں۔ اسے مناسب نہیں کہ بے صبری سے غلط باتیں منہ سے نکالے پھر جب رات آجائے تو مسلسل رونے سے فرشتوں کو تکلیف نہ دے۔

۴۵۔ عن جابر قلت لابی جعفر ما الصبر الجمیل قال ذاک صبر لیس فیہ شکوی الی الناس۔ (کافی باب الصبر)

جابر کہتے ہیں میں نے امام باقرؒ سے پوچھا کہ صبرِ جمیل کیا ہے تو فرمایا: ایسا صبر جس میں لوگوں کے سامنے اظہارِ شکوہ و غم نہ ہو۔

۴۶۔ امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ خدا کو پہچاننے والے کی سب سے بہتر خصلت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے فیصلہ (تقدیر مصائب) کو تسلیم کرلے جو قضا پر راضی ہوتا ہے اور قضا تو آتی ہے اللہ اس کو بڑا اجر دیتا ہے اور جو قضاء کو ناپسند کرتا ہے قضاء تو آکر گزر جاتی ہے مگر اللہ اس کا ثواب ضائع کر دیتا ہے۔ (اصول کافی ج ۲ ص ۶۲ باب الرضا بالقضاء)

اہم مصیبت پر حضورؐ کی موت یاد کرو

۷۴۔ حضرت امام باقرؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اے مومن جب تجھے اپنی ذات میں یا اپنی اولاد میں مصیبت پہنچے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے جو صدمہ تجھے پہنچا ہے اسے یاد کر (کے تسلی حاصل کر لے) کیونکہ تمام مخلوق کو اس جیسی مصیبت کبھی نہ پہنچی۔ (فروع کافی ج ۱ ص ۲۶)

۸۴۔ بروایت جابر حضرت امام باقرؒ سے باب الصبر والجزع والاسترجاع میں ہے:

قال اشد الجزع الصراخ بالویل و العویل و لطم الوجه و الصدر و جز الشعر من النواصی و من اقام النوائحة فقد ترك الصبر و اخذ فی غیر طریقه و من صبر و استرجع و حمد الله عز وجل فقد رضی بما صنع الله و وقع اجره علی الله و من لم یفعل ذالك جری علیه القضاء و هو ذمیم فاحبط الله اجره و له سند آخر۔ (کافی ج ۳ ص ۲۲۳)

زیادہ بے صبری یہ ہے ہائے وائے کرکے چیخنا۔ منہ اور سینہ پیٹنا۔ پیشانی کے بال نوچنا جس نے مجلسِ ماتم قائم کی اس نے صبر چھوڑ دیا اور مخالفِ صبر (حرام) کام میں لگ گیا اور جس نے صبر کیا۔ اناللہ پڑھی اور خدا کی تعریف کی اور اللہ کے کیے پر راضی ہو گیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے پڑ گیا اور جس نے ایسا نہ کیا قضا تو آکر رہی لیکن وہ برا بنا اللہ نے اس کا ثواب ضائع کر دیا اس کی دوسری سند بھی ہے۔

اس تفصیلی ارشادِ امام میں صبر کی تعریف اور اس کی ضد نمایاں ہو گئی کہ ہائے ہائے کرکے چیخنا اور پیٹنا انتہائی بے صبری اور جزع ہے تو ماتمی شکل بنا کر رہنا بھی بے صبری ہے۔ مجلس ماتم قائم کرنا حرام اور ترک صبر ہے۔ نہ رونے پیٹنے والا ہی مستحقِ ثواب ہے۔ اور رونے پیٹنے ماتم کرنے والا مذموم اور ثواب سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

۹۴۔ عن ابی جعفر قال مامن عبد یصاب بمصیبة فیسترجع

امام باقر فرماتے ہیں جس کو بھی کوئی مصیبت پہنچے پھر وہ اچانک مصیبت آنے کی وجہ

و یصبر حین تفجئه الا غفر الله ما تقدم من ذنبه و کلما ذکر مصیبة فاسترجع عند ذکر المصیبة غفر الله له کل ذنب اکتسب فیما بینهما (فروع کافی ج ۱ ص ۲۲)

صبر کرے اور اناللہ پڑھے تو اللہ اس کے پہلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور جب کبھی مصیبت یاد آئے اور اناللہ پڑھ لے تو بھی اللہ اس کے وہ گناہ معاف فرماتے ہیں جو دونوں حالتوں میں ہوئے۔

تعجب ہے کہ آج مذہب شیعہ تعلیمِ امام کے بالکل برعکس ہو چکا ہے۔ کہ جو مروجہ ماتم و سینہ کوبی نہ کرے گنہگار رہے اور جو روئے پیٹے وہی صاحبِ اجر اور گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؒ کے ارشادات

قارئینِ کرام! آئیے اب آپ شیعہ کے چھٹے امام حضرت جعفر صادق سے بھی مسئلہ عزاداری و ماتم کی حرمت پر فیصلہ سن لیں۔ جو شیعی اسلام کے ان کے بقول واحد پیامبر ہیں اور امامیہ شریعت ساز ہیں۔ سچ بولنے کی وجہ سے بارہ آئمہ میں سے صرف ان کو ہی صادق کا لقب دیا گیا ہے۔ شیعہ کے دین کا سلسلہ استناد یا احادیث کی سند صرف ان تک یا ان کے والد ماجد تک پہنچتی ہے پھر آگے سند کی ضرورت اس لیے نہیں ہوتی کہ امام معصوم ہوتا ہے اپنے منجانب اللہ علم لدنی سے یا اپنے مخصوص منزل صحیفہ آسمانی سے علم روایت کرکے امت تک پہنچاتا ہے۔ بعینہٖ جیسے مسلمانوں کا سلسلہ احادیث یا سندِ دین حضرت خاتم الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ پیغمبر معصوم ہوتا ہے اور براہ راست خدائے تعالیٰ سے یا صحیفۂ آسمانی (قرآن) سے علم حاصل کرکے امت کو پہنچاتا ہے۔

۵۰۔ امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں جسے کوئی مصیبت آئے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت (یوم وفات) یاد کرے کیونکہ وہ عظیم ترین مصیبت تھی (کافی باب التعزی ص ۲۲۰)

۵۱۔ امام صادقؒ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہو گئی تو حضرت جبریلؑ نے آکر تسلی میں یہ بھی فرمایا:

فبالله فثقوا و ایاه فارجوا فان

پس اللہ پر ہی بھروسہ کرو اور اسی سے

المصاب من حرم الصواب ۔ (کافی ج ۳ ص۲۲۳)

ثواب کی امید رکھو۔ اصل مصیبت زدہ وہی ہے جو درستی (اور اتباع شرع) سے محروم ہے۔

۵۲۔ عن ابی عبد اللہ قال ان الصبر والبلاء یستبقان الی المؤمن فیأتیہ البلاء وھو صبور وان الجزع والبلاء یستبقان الی الکافر فیأتیہ البلاء وھو جزوع (کافی باب الصبر)

امام ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ صبر اور مصیبت مومن کو آتی ہیں جب اسے مصیبت آتی ہے تو صبر کرتا ہے اور بلاشبہ رونا پیٹنا اور مصیبت کافر کو پیش آتی ہے جب اسے مصیبت پیش آتی ہے تو روتا پیٹتا ہے۔

۵۳۔ عن ابی عبد اللہ قال من ذکر مصیبۃ ولو بعد حین فقال انا للہ وانا الیہ راجعون والحمد للہ رب العٰلمین اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف علی افضل منھا کان لہ من الاجر مثل ما کان عند صدمتہ (کافی ج ۳ ص۲۲۴)

امام صادقؑ فرماتے ہیں جو مصیبت یاد کرے اگرچہ کچھ مدت بعد ہو اور یہ دعا پڑھے ہم اللہ ہی کے لیے جیتے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اور سب تعریفیں اللہ پروردگار عالمین کے لیے ہیں اے اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور اس سے بہتر بدل دے تو اسے وہی ثواب ملے گا جو پہلے والا تھا۔

۵۴۔ عن ابی عبد اللہ قال یا ابا اسحاق لا تجزع عن مصیبۃ اعطیت علیھا الصبر واستوجبت من اللہ عزوجل الثواب انما المصیبۃ التی یحرم صاحبھا اجرھا وثوابھا اذا لم یصبر عند نزولھا (ایضاً)

امام صادقؑ نے اپنے شاگرد سے فرمایا اے ابو اسحاق مصیبت پر رو پیٹ مت کرنا تجھے صبر کی توفیق ملے گی اور اللہ کی طرف سے ثواب کا حق دار ہو گا مصیبت تو وہ ہوتی ہے کہ آدمی اس کے ثواب سے محروم رہے جب صبر نہ کرے۔

میت پر بین کرنا اور کپڑے پھاڑنا حرام ہے

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

۵۵۔ لا ینبغی الصیاح علی المیت ولا شق الثیاب ۔

میت پر چیخنا بین کرنا اور کپڑے پھاڑنا جائز نہیں۔

۵۶۔ عن ابی عبد اللہ قال لا یصلح الصیاح علی المیت ولا ینبغی ولکن الناس لا یعرفونہ والصبر خیر (کافی ص۲۲۶)

میت پر آواز سے رونا جائز نہیں اور نہ مناسب ہے لیکن لوگ اس مسئلہ کو جانتے نہیں حالانکہ صبر ہی بہتر ہے۔

۵۷۔ عن ابی الحسن الاول قال قال ضرب الرجل یدہ علی فخذہ عند المصیبۃ احباط لاجرہ۔

امام ابوالحسن اوّل (رضاؑ) فرماتے ہیں کہ مصیبت کے وقت اپنی رانیں پیٹنا اپنا ثواب ضائع کر دینا ہے۔

۵۸۔ قال ابو عبد اللہ ان تصبر توجر والا تصبر یمضی علیک قدر اللہ الذی قدر علیک وانت مازور (کافی باب الصبر والجزع ص۲۲۵)

امام صادق نے فرمایا اگر صبر کرے تو ثواب پائے گا اور اگر تو صبر نہ کرے تو اللہ کی مقدرہ تقدیر تو ہو کر رہے گی۔ ہاں تو گنہگار ہو گا۔

۵۹۔ قتیبہ اعشی کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادقؑ کے پاس ان کے بیٹے کی عیادت کرنے آیا۔ آپ دروازے پر پریشان اور غمگین کھڑے تھے۔ میں نے کہا آپ پر قربان جاؤں بچے کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا وہ حالت نزع میں ہے پھر آپ اندر گئے۔ کچھ دیر ٹھہر کر واپس آئے تو آپ کا چہرہ سفید تھا اور غم و تبدیلی کا رنگ دور ہو چکا تھا۔ میرا خیال ہوا کہ بچہ ٹھیک ہو گیا تو میں نے پوچھا بچے کا کیا حال ہے میں آپ پر قربان جاؤں۔ فرمایا وہ تو اللہ کو پیارا ہو گیا۔ میں نے کہا میں آپ پر قربان جاؤں جب وہ زندہ تھا تو آپ غمگین و پریشان تھے اور اب جبکہ مر چکا ہے تو آپ کی حالت اس سے مختلف ہے تو آپ نے فرمایا:

انما اھل البیت نجزع قبل المصیبۃ فاذا وقع امر اللہ رضینا بقضائہ وسلمنا لامرہ۔ (ایضاً ص۲۲۵)

بلاشبہ ہم اہل بیت مصیبت سے پہلے اظہار جزع و پریشانی کرتے ہیں پس جب اللہ کا حکم واقع ہو جاتا ہے تو اس کی قضاء پر راضی اور حکم تسلیم کر لیتے ہیں۔

۶۰۔ علاء بن کامل کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادقؑ کے پاس بیٹھا تھا تو گھر سے عورت کے چیخنے کی آواز آئی تو امام ابوعبداللہ اٹھ کر چلے گئے پھر واپس آکر بیٹھ گئے اور استرجاع پڑھنے لگے اور اپنی پہلی بات میں لگ گئے جب فارغ ہو گئے تو فرمایا ہم بھی اپنی اولاد میں جانوں میں اور مالوں میں (آفات سے) سلامتی چاہتے ہیں لیکن جب اللہ کی تقدیر آجاتی ہے تو پھر ہمیں جائز نہیں کہ ہم وہ سلامتی پسند کریں جو اللہ نے ہمارے لیے پسند نہیں کی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم اپنے لیے وہی پسند کرتے ہیں جو ہمیں پسند ہے لیکن جب اللہ کا حکم تقدیر آجاتا ہے تو ہم اللہ کی پسند کو قبول کر لیتے ہیں۔

۶۱۔ امام صادقؑ سے کافی کے باب خصال المؤمن میں یہ حدیث مروی ہے کہ مومن میں آٹھ خصلتیں ہوتی ہیں۔ جو یہ ہیں۔ فتنوں کے وقت حوصلے والا ہو۔ مصیبت کے وقت صبر کرنے والا ہو۔ آسانی کے وقت شکر کرنے والا ہو۔ اللہ کے دیے ہوئے رزق پہ قانع ہو۔ دشمنوں پر ظلم نہ کرے۔ دوستوں کی بے جا طرفداری نہ کرے خود مشقت اٹھائے لوگوں کو آرام پہنچائے الخ (اصول کافی ج ۱ ص ۴۷)

۶۲۔ عن ابی عبد اللہ قال الصبر رأس الایمان وفی روایۃ الصبر من الایمان بمنزلۃ الرأس من الجسد فاذا ذهب الرأس ذهب الجسد کذالك اذا ذهب الصبر ذهب الایمان (اصول کافی باب الصبر ج ۲ ص ۸۷)

امام صادقؒ نے فرمایا صبر ایمان کا سر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ صبر ایمان کا وہ حصہ ہے جیسے سر بدن کا حصہ ہے جب سر نہ رہے تو جسم ختم ہو جاتا ہے اسی طرح جب صبر چلا جائے تو ایمان ختم ہو جاتا ہے۔

۶۳۔ امام صادقؒ فرماتے ہیں جب مومن قبر میں داخل ہوتا ہے تو نماز دائیں جانب ہوتی ہے اور زکوٰۃ بائیں جانب ہوتی ہے۔ والدین سے نیکی اس پہ جھک جاتی ہے۔ اور صبر ایک طرف کھڑا ہوتا ہے۔ جب منکر اور نکیر سوال کرنے آجاتے ہیں تو صبر نماز اور نیکی کو کہتا ہے کہ اپنے ساتھی کو بچاؤ۔ تم اگر دفاع نہ کر سکو تو میں کروں گا۔

۶۴۔ عن ابی عبد اللہ من ابتلی من المومنین ببلاء فصبر علیه کان له مثل اجر الف شهید (ایضا)

امام صادقؒ فرماتے ہیں جو مومن مصیبت میں گرفتار ہو اور صبر کرے تو اس کو ایک ہزار شہید کا ثواب ملے گا۔

کافی میں باب الصبر ۶ صفحات پہ پھیلا ہوا ہے اور ۲۵ حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔

۶۵۔ امام جعفر صادقؒ نے آیتِ قرآنی اصبروا وصابروا کی تفسیر یوں بیان فرمائی

اصبروا علی الفرائض وصابروا علی المصائب (کافی ج ۲ ص ۸۱)

فرائض پہ جمے رہو اور مصائب پہ صبر کرو۔

۶۶۔ سئل الصادق عن الصلوٰۃ فی القلنسوۃ السوداء فقال لا تصل فیها لانها لباس اهل النار۔ (من لا یحضرہ الفقیہ)

حضرت صادقؒ سے کالی ٹوپی میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اس میں نماز نہ پڑھنا کیونکہ یہ دوزخیوں کا لباس ہے۔

۶۷۔ ایک شخص نے حضرت صادقؒ کے سامنے اپنی مصیبت کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اگر تو صبر کرے تو ثواب پائے گا اور اگر تو صبر نہ کرے اللہ کی بھیجی ہوئی تقدیر تو ہو کر رہے گی لیکن تو گنہگار ہوگا۔ (فروع کافی ص ۲۲۵ باب [illegible])

۶۸۔ امام صادق راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو کسی غمناک کو صبر کی تلقین کرے اسے قیامت کے میدان میں ایک عمدہ جوڑا پوشاک پہنایا جائیگا۔ (ایضا)

۶۹۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اے اشعث ہر مصیبت میں اگر تو صبر کرے تو تجھے ثواب ملے گا۔ گو تقدیر جاری ہو گئی اور اگر تو رونے پیٹنے لگے تو تقدیر تو ہو کر رہے گی ہاں تو صاحبِ وبال ہوگا۔ (نہج البلاغہ ج ۳ ص ۲۲۴)

۷۰۔ حضرت امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مصیبت کے مطابق صبر بھی نازل ہوتا ہے اور جو مصیبت کے وقت سینہ و ران پیٹتا ہے اس کا سارا عمل ضائع ہو جاتا ہے (نہج البلاغہ ج ۳ ص ۱۹۵)

تعلیماتِ اہل بیت کا خلاصہ

قارئین! خوف ہے کہ کہیں آپ اکتا نہ جائیں ورنہ حرمتِ ماتم پہ اس قسم کی روایات شیعہ لٹریچر سے مزید بھی کافی

فراہم کی جا سکتی ہیں۔ ہم نے بطورِ نمونہ گلے از گلزارے کے تحت یہ ستّر روایات جمع کر دی ہیں جو عرب محاورہ میں انتہائی کثرت ظاہر کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ مثلاً قرآنی ارشاد ہے۔ ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم۔ بظاہر خدا اور رسول کو ماننے والے اور بباطن تعلیماتِ خدا اور رسول کے منکرین (منافقین) کے لیے آپ ۷۰ مرتبہ بھی بخشش مانگیں خدا ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ الغرض جس شخص کے دل میں ذرّہ بھر بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اہلِ بیت کے ساتھ سچی عقیدت و اطاعت ہے یا وہ آئمہ اہلِ بیت کو واقعی سچا اور کذب بیانی سے پاک جانتا ہے اس کے لیے دو چار ارشاد بھی کافی تھے۔ تاہم اتمامِ حجت کے لیے بہت کچھ نقل کر دیے۔ ہاں اگر کوئی منافق ہو۔ صرف مسلمانوں میں مخلوط رہنے میں اپنے مفادات کی خاطر قرآن و سنت کا نام لیتا ہے یا اہلبیت سے دعوی الفت یزید و بنی امیہ سے دشمنی کی خاطر اور "حبِ علی نہیں بغض معاویہ" کا مصداق ہے۔ یا چونکہ اپنے مذہب کی بنیاد انہی رسومِ جاہلیہ اور پروپیگنڈہ پر تعمیر شدہ ہے۔ انہیں چھوڑنے پر مذہبِ تشیع اور ملتِ جعفریہ کا وجود و تشخص معدوم ہو جائے گا یا پھر ان کی حرمت و بندش تسلیم کرنے سے زعماءِ قوم اور پیشوایانِ مذہب کی یہ دنیوی دوکان ختم ہو جائے گی اور یہ ہر قسم کے فاسق والوں کو ٹکٹِ جنت نہ ملنے سے شیعہ کی عددی طاقت کم ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں سینکڑوں ارشاداتِ صریحہ بھی نقل کر دیں تو شیعہ حضرات کبھی سرِ تسلیم خم نہ کریں گے۔

ہماری اپیل تو صرف فکرِ آخرت کی خاطر حق کی جستجو کرنے والے طبقہ سے ہے۔ اگر وہ شیعہ اصول کے تحت ہی مستند کتب شیعہ سے یہ احادیثِ متواترہ صحیحہ تسلیم کرے تو اس کی دنیا اور آخرت سدھر جائے گی اور فرمانِ محمدیؐ "اے علی اگر تیرے ذریعے اللہ کسی ایک کو بھی ہدایت دے دے تو یہ دنیا بھر کی نعمتوں سے تیرے لیے افضل ہے"، کے تحت ہماری بھی نجات و آخرت میں مفید ہو گی۔ بہرحال ان تمام ارشادات کا حاصل یہ ہے۔

۱۔ مومن و کافر کے درمیان فرق کرنے والا عمل (نماز و) صبر ہے۔ نیکو کاروں کا یہی شیوہ رہا ہے۔

۲۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جمیع اہلِ بیت کرام نے ہر مصیبت میں اسی کو ڈھال بنایا اور تمام امت کو یہی تعلیم دلائی۔

۳۔ اس کے برعکس جزع فزع۔ رونا پیٹنا۔ ماتم و نوحہ خوانی۔ سینہ زنی و منہ کوبی۔ سیاہ پوشی صبر کے منافی اور شیوہ اہلِ جاہلیت (کفار) کا ہے۔ آئمہ اہلِ بیتؓ نے (متواترا) ان سے منع کیا اور سخت ترین مصائب میں بھی اپنے احباء کو قسم دلا کر باز رہنے کی تاکید فرمائی۔

۴۔ کالا ماتمی لباس پہننا حرام ہے نماز بھی اس میں منع ہے۔ یہ فرعون و اہلِ نار کا لباس ہے ماتم کرنے والوں کو کتے کی شکل میں عبرتناک سزا دی جائے گی۔

۵۔ جیسے ماتم خود گناہ ہے اسی طرح ماتم سننا اور اس کی مجالس میں شرکت حرام ہے۔

۶۔ ماتم سے اعمالِ صالحہ برباد ہوتے ہیں اس فعلِ قبیح سے آئمہ کرام کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔

۷۔ ان رسومِ جاہلیہ کی حرمت پر تمام آئمہ کرام کا اتفاق ہے کسی سے بھی اس کے خلاف قولاً و فعلاً مروی نہیں ہے۔

۸۔ حضرت امام حسینؓ کی دردناک مظلومانہ شہادت بھی دیگر مصائب کی طرح جوازِ ماتم کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔ کیونکہ خدا نے حضرت جبریلؑ کو مستقل بھیج کر حضورؐ و علیؓ کو بھی رونے سے قسمیہ

۹۔ جب حضرت حسینؓ کی بہن محترمہ اور اولاد کریمہ کے لیے ماتم جائز نہ تھا۔ تو اور کسی کے لیے بھی جائز نہیں۔

۱۰۔ جب مصائب سامنے دیکھ کر ماتم و نوحہ کی اجازت نہیں تو صدیوں بعد شنیدہ حکایات و افسانوں پر کیسے جائز ہو گا۔

نوٹ۔ حضرت صادقؒ کے بعد والے چھ آئمہ کے ارشادات ہم نقل نہیں کر سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی حضرات کے ارشادات ہرگز مدون و محفوظ نہیں ہیں الا ماشاء اللہ۔ ملتِ جعفریہ نے ارشاداتِ صادقؒ کے ماسوا کسی کے ارشادات کو قابلِ روایت و عمل نہ جانا اور یہ عقدہ ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ عملاً جعفریہ اور شیعہ واقفہ (جو چھٹے امام صادقؒ کے بعد کسی

کو امام ہی نہیں مانتے) منحد کیوں ہیں اور آپ سے روایتِ دین مختص کیوں ہوگئی۔ یا پیغمبر آخر الزماں سے ہوتی یا امامِ اوّل شیرِ خدا سے ہوتی یا پھر امام عصر مہدی زماں سے ہوتی جن کا عہدِ امامت ہزاروں برس لمبا اور مسائلِ عصریہ جدیدہ کی آماجگاہ ہے۔ اگر سید الرسل نبی الزماں وجان صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لیے دین مروی نہیں ہو سکا کہ شیعہ اعتقاد میں آپ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم العیاذ باللہ منافق تھے اور دو چار حضرات جبارِ علی اور مومن تھے وہ معصوم از گناہ نہ تھے اور غیر معصوم کی روایت معتبر نہیں۔ اور حضرت علیؓ تو بتصریح شیعہ علم لدنی کے تاجدار تھے۔ اسلام، اس کی جملہ تعلیم اور تمام مسائل بید الشی جانتے تھے۔ حتیٰ کہ حسب بیان ملا باقر علی مجلسی در جلاء العیون آپ تورات۔ انجیل۔ زبور، صحفِ موسیٰ و عیسیٰ اور قرآنِ کریم کے بید الشی عالم و حافظ تھے۔ اور کسی بھی بات میں ناواقف و جاہل اور پیغمبر کے محتاج نہ تھے۔ نہ آپ سے پڑھا نہ اس کی حاجت تھی تو آپ کیسے قال الرسول وعن الرسول فرما کر دین کی روایت کرتے۔

اور پیغمبر علیہ السلام سے غیر ماخوذ علوی اسلام حضرتِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی اس لیے مروی نہ ہو سکا کہ آپ کا بھی تمام لشکرِ عظیم اور جملہ احباب و اصحاب (تلامذہ نبوی ہونے کی وجہ سے) حضرات خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے معتقد اور تبعی دینِ اسلام کے زبردست مخالف تھے آپؓ نے عمر بھر ان سے تقیہ کر کے اسلام کو چھپایا اور ہرگز اس کی تبلیغ نہ کی ورنہ آپ کی خلافت ختم ہو جاتی۔ (کذا فی اساس الاصول ومجالس المومنین)

اور حضرت مہدی آخر الزماں سے اس لیے مروی نہ ہو سکا کہ آپ کے سگے چچا جعفر بن علی نقیؒ برادر حضرت حسن عسکریؒ۔ جسے شیعہ بدکار و کذاب کہتے ہیں (جلاء العیون) نے آپ سے امامت و مصلی چھیننا چاہا اور آپ پانچ سال کی کمسنی میں اس کے خوف سے چھپ جانے پر مجبور ہوگئے اور تا ہنوز ۱۲۰۰ برس سے بارھویں امام کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ تو آپ سے وہ لدنی دینِ اسلام کون روایت کرتا۔ تو حضرات شیعہ پر واضح ہونا چاہیے کہ اصولاً حضرت جعفر صادقؒ سے بھی مروی دینِ اسلام معتبر نہیں ہو سکتا کیونکہ آپکو بھی مخلص ستر اصحاب بھی میسر نہ تھے۔ (اصول کافی) پھر کئی اصحاب کو آپ نے ملعون اور جھوٹا بتایا اور

کئی حد درجہ بدفہم اور نافرمان تھے اور بنو عباس کا اقتدار بھی آپ کا دشمن تھا بنا بریں آپ نے اپنا مذہب تقیہ کر کے چھپایا اور فرمایا۔ تقیہ تو میرا اور میرے باپ دادا کا مذہب ہے جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین و بے ایمان ہے۔ (اصول کافی)

دلائلِ کوثر کا معارض نہیں ہے

شیعہ مذہب کی بنیادی کمزوری کا یہ ذکر ضمناً آگیا اس سے اعراض کر کے پھر ہم اصل مسئلہ کو اجاگر کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں ”ہر چند کہ عام مسلمانوں اور اہلِ تشیع کے درمیان ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں کافی اختلاف ہے مگر بحمد اللہ حرمتِ ماتم و عزاداری پر قرآن و حدیث اور ارشاداتِ آئمہ کتب آئمہ سے متواتر اور متفق ہیں۔

اب اگر ان کا معارضہ اور توڑ کیا جائے تو ضروری ہے کہ دلائل جوازِ ماتم قوت و ثبوت میں ان کے مساوی یا ان سے بڑھ کر ہوں۔ قرآن و حدیث سے واضح نصوص پیش کرنے چاہئیں اور نہی کے مقابلے میں امر ہو کہ ”ضرور ماتم کرو۔ روؤ پیٹو۔ گریبان چاک کرو کالے کپڑے پہنو۔ ماتمی مجالس منعقد کرو۔“

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی مقدس سیرتوں سے اسے اجاگر کیا جائے یا کم از کم آئمہ اہلِ بیتِ کرامؒ کے ارشاداتِ صریحہ موجود ہوں اور ان کا عمل ماتم و بین تواتر سے ثابت ہو کہ وہ ہر سال صرف عشرہ محرم میں ماتمی مجالس قائم کرتے تھے۔ سینہ کوبی و نوحہ خوانی کرتے تھے۔ تعزیہ اس کی شبیہ یا ضریح و عَلَم بناتے تھے۔ یا ذوالجناح کا جلوس نکالتے تھے اور لوگوں سے ان چیزوں کی تعظیم کرواتے تھے۔ نیز دسواں۔ بیسواں۔ چہلم و غیرہ رسومات معینہ کرتے تھے۔ اگر کتب صحاح اربعہ شیعہ میں ان چیزوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آئمہ اہلِ بیتؒ سے (معاذ اللہ) صحیح ثبوت ہو تو بے شک شیعہ حضرات اپنے مخصوص علاقوں اور حدود میں شب و روز اسی میں مصروف رہیں اور تحفظ عزاداری کی بھی رٹ لگاتے رہیں۔ دعا ہے کہ اسی محبوب مشغلہ میں دنیا میں ان کا خاتمہ اور آخرت میں لعنت ہو۔

لیکن اگر قرآن و حدیثِ نبوی میں اور آئمہ عظام کے ارشادات میں اور ان کی پاکیزہ سیرتوں میں ذرہ بھر بھی اس کا ثبوت نہ ہو اور نہ ہی ثبوت ممکن ہے تو ہم اہلِ تشیع کے لیڈران

اور مجتہدین سے اہلِ بیت کرامؓ کے نام پر ہی یہ اپیل کرتے ہیں کہ اگر انہیں میدان محشر کی سخت گرمی کے وقت چہاردہ معصومین (عند الشیعہ) کی موجودگی بین بدرگاہِ ذوالجلال میں پیشگی کا یقین ہے تو خدارا اسلام پر، اس کے پیغمبرؐ پر، اور اس کی آل واولاد پر یہ اتہام ہرگز نہ لگائیں۔ ان کا دامنِ مبارک ان بدعاتِ سیئہ اور خصال جاہلیہ سے پاک ہے۔ نیز حضورؐ کے اس فرمان کو مدنظر رکھیں۔

من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔

جس نے میری طرف عمداً غلط بات منسوب کی وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔

نیز عوام اور اربابِ اقتدار کو بھی یہ عظیم ترین دھوکہ نہ دیا کریں کہ عزاداری محرم ہمارا مذہبی شعار ہے۔ اس کا قانونی تحفظ ہونا چاہیے اور مطلقاً ہر جگہ ہمیں بجالانے کی اجازت ہونی چاہیے کیونکہ نہ یہ اسلام ہیں نہ اسلام کی تعلیم سے ہیں ان کو جزوِ اسلام ماننا دراصل اسلام محمدی کا کفر و انکار ہے۔ ایسی بدعات و کفریات کو مذہبی شعائر جان کر تحفظ یا اشاعت کی اپیل کرنے والوں کو سنگین سزائیں ملنی چاہییں۔

چوتھا باب

مروجہ ماتم و عزاداری بدعت ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے جسے خود خالقِ کائنات نے بندوں کے قوٰی طبائع اور مختلف حالات کے مناسب مجموعہ احکام کی شکل میں آسمان سے اتارا اور انبیاء علیہم السلام کے ذریعے نافذ فرمایا ہے۔ بندوں کو از خود حالات کے دباؤ کے تحت کمی بیشی کا اختیار نہیں۔ شیعہ حضرات کے ہاں تحریم و تحلیل اور شریعت سازی کا یہ منصب حضرات آئمہ کرام کو حاصل ہے اور وہ بعینہٖ پیغمبروں کی طرح منصوص اور مبعوث من اللہ ہوتے ہیں۔ ان کی امت اور جماعت کو شیعہ امام کہا جاتا ہے۔ ان کا منکر کافر، ان کے احکام کی خلاف ورزی حرام اور دین میں اضافہ بدعت ہوتا ہے۔ گویا مصدرِ شریعت میں شیعہ اور مسلمانوں کے اس بنیادی اختلاف کے باوجود اس بات پہ اتفاق ہے کہ اپنے مذہبی پیشوا کی تعلیم میں کمی بیشی حرام ہے۔ اور نئی باتوں کی ایجاد بدعت اور مردود ہوتی ہے۔

بدعت کی مذمت

بدعت کی حرمت و شناعت پر شیعہ کی چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من احدث حدثا او اٰوٰی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ۔ (من لایحضرہ الفقیہ ص۲۷۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو ٹھکانا (اور بدعت پھیلنے کا موقعہ) دے تو اس پہ اللہ کی لعنت ہو۔

۲۔ امام صادق فرماتے ہیں۔ بدعتیوں کے پاس مت بیٹھو ان کی مجلس اختیار نہ کرو تو تم بھی ان جیسے (بدعتی) سمجھے جاؤ گے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے آدمی اپنے دوست اور ساتھی کے مذہب پر ہوتا ہے۔ (اصول کافی ج۲ ص۳۷۵)

۳۔ حضرت صادق حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جب تم اہلِ شک و بدعت کو دیکھو جو میرے بعد آئیں گے تو ان سے بیزار رہو اور انہیں برا بھلا کہو ان کے پیچھے پڑ کر ان کو خاموش کر دو تاکہ وہ اسلام میں فساد (عقاید و اعمال) ڈالنے کی امید نہ رکھیں۔ لوگ بھی ان سے بچ کر رہیں اور ان سے بدعات نہ سیکھیں اللہ تمہیں اس پر انت

از بدعت اعمال کے ذریعے نیکی دے گا اور آخرت میں درجات بلند کرے گا۔ (الفیاض ص۱۴)

۴۔ حضرت امام باقرؒ سے ایک طویل ارشاد میں مروی ہے

فلا تری صاحب بدعة الا ذلیلا و مفتریا علی اللہ عزوجل و علی رسوله و علی اهل بیته صلوات اللہ علیهم۔ (کافی باب الاخلاص ج۲ ص۱۶)

تو صاحب بدعت کا کچھ نہ دیکھے گا مگر یہ کہ وہ ذلیل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اس کے پیغمبر اور اس کے اہل بیت پر جھوٹ باندھنے والا ہوگا

اصول کافی جلد نمبر ا میں مستقل باب ہے "بدعتوں ڈھکوسلوں اور تک بازی کی مذمت کا بیان" اس سے چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب بدعتیں ظاہر ہو جائیں تو عالم کو چاہیئے کہ (ان کے خلاف) اپنا علم ظاہر کرے۔ اور جو ایسا نہ کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

۶۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ خدا بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں دیتا۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ یہ کیسے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اس بدعت کی محبت اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے (تو وہ محبوب کام سے کیسے توبہ کرے؟)

۷۔ حضرت معاویہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں نے امام صادقؒ سے سنا (معاویہ نامی امام صادقؒ کے اصحاب تک تھے) فرماتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے میرے بعد جو بدعت نکلے گی اور اس کے ذریعے ایمان کو فریب دیا جائے گا تو میرے خاندان میں سے ایک شخص ہوگا جو اللہ سے ہدایت پاکر ایمان سے بدعت کا دفاع کرے گا حق کا اعلان کرکے اسے منور کر دے گا اور خائنوں کے فریب کو دور کر دے گا کمزوروں سے مدافعت کریگا۔

الحمدللہ تمام سادات اہلسنت تھے کوئی بدعت نہیں نکالی اور بدعاتِ روافض کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

۸۔ امام باقرؒ اور امام صادقؒ فرماتے ہیں۔

کل بدعة ضلالة وکل ضلالة سبیلها الی النار۔ و فی روایة کل ضلالة فی النار۔

ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کا راستہ ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ ہر گمراہی جہنم پہنچاتی ہے۔

۹۔ امام ابوالحسن اولؒ نے فرمایا ہے۔ اے یونس! ہرگز بدعتی نہ ہونا جو اپنی رائے پر (تعلیم امام کے مقابل) چلے ہلاک ہوتا ہے جو نبی کے اہلبیتؓ (ازواج و اولاد و متبعین) کو چھوڑ دیتا ہے گمراہ ہو جاتا ہے۔ اور جو کتاب اللہ و قولِ نبی کو چھوڑتا ہے کافر ہو جاتا ہے۔
معلوم ہوا اصل دین (ثقلین) دو ہیں جو حضور نے امت میں چھوڑے ہیں۔ اور ان کا انکار کفر ہے۔ کتاب اللہ و ارشاداتِ نبوی)

۱۰۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں خدا کے دو شخص سب سے بڑے دشمن ہیں ایک وہ جسے خدا نے اسے اپنے نفس کے حوالے کر دیا ہو اور وہ سیدھی راہ سے ہٹ جائے اور اس کا کلام (و عمل) بدعت سے ملوث ہو گو وہ نماز روزہ کرتا ہو یہ فتنے میں مبتلا ہو چکا ہے۔ سابق لوگوں کی ہدایت سے گمراہ ہے اس کی زندگی اور موت میں جو بھی اس کی پیروی کرے اسے گمراہ کرنے والا ہے اپنے گناہوں کے ساتھ دوسروں کے گناہ بھی اٹھائے گا۔

۱۱۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ جو شخص کسی بدعتی کے پاس آئے اس کی تعظیم کرے تو اس نے عمارتِ اسلام کو گرانے کی کوشش کی۔

۱۲۔ حضرت علیؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا اے لوگو فتنے شروع ہو گئے ہیں (خارجی، سبائی، شیعہ عقاید پیدا ہو رہے ہیں) خواہشات کی تابعداری ہو رہی ہے نئے احکام گھڑے جا رہے ہیں کتاب اللہ کی مخالفت ہو رہی ہے کچھ لوگ اور لوگوں کی ان بدعات میں سرپرستی کر رہے ہیں اگر باطل چھٹ جاتا تو عقلمند پر مخفی نہ رہتا اور اگر حق الگ ہو جاتا تو اختلاف نہ ہوتا۔

۱۲ کا مبارک عدد پورا ہو گیا۔ بطورِ نکتہ و لطیفہ معلوم ہوا کہ حضرت پیغمبرؐ اور ۱۲ امام اہلِ سنت والا مذہب رکھتے تھے۔ بدعت و تشیع سے سخت بیزار تھے۔ (اللھم ارزقنا اتباعهم۔)

بدعت کی تعریف

بدعت کا لفظ بدع یدع بدعا (نئی اور انوکھی چیز ہونا) سے ماخوذ ہے گو از روئے لغت ہر نئی چیز اور نئی بات کو بدعت کہا جاتا ہے یا کوئی کام جو پہلے سے مسنون ہو مگر اس کا رواج متروک ہو گیا پھر اسے رائج کیا جائے تو

بدعتِ حسنہ سے اس کی تعبیر کر دی جاتی ہے۔ جیسے باجماعت سنت تراویح کو حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں پھر رائج کیا تو اسی لفظ سے تعبیر فرمایا۔ یہ سب استعمال از روئے لغت ہے اور مذموم و مردود نہیں ہے۔

اصطلاح شرع اور عرفِ مذہبی میں بدعت کا لفظ مذموم معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا ارشادات پیغمبر اور اقوالِ آئمہ سے بدعت کی تعریف یہی مستنبط ہوتی ہے۔ کہ ہر وہ قول یا عمل جس کا ثبوت کتاب اللہ، حضرت پیغمبرؐ اور ارشاداتِ آئمہ سے نہ ہو اور محض اپنی رائے سے ایجاد کر کے قابلِ ثواب اور جزوِ دین سمجھ کر اس کی اتباع کی جائے تو وہ بدعت ہے۔ سنی و شیعہ علماء بھی تقریباً اسی مفہوم پر مشتمل تعریف کرتے ہیں۔

"کہ بدعت ہر وہ کام ہے جس کی اصل ادلہ شرعیہ سے ثابت نہ ہو یا عہدِ رسول۔ عہدِ صحابہ۔ عہدِ آئمہ و تابعین میں باوجود مقتضیٰ کے اس کا ثبوت نہ پایا جاتا ہو مگر اسے دین سمجھ کر کیا جائے۔

علماء کی تعریفات لکھنے کی حاجت نہیں۔ یہاں صرف جدید نسیم اللغات اردو سے تعریف نقل کی جاتی ہے۔ اس ضخیم مجموعہ لغت و ادب کے مرتبین۔ سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی۔ سید قاسم رضا نسیم امروہوی۔ آغا محمد باقر نبیرہ آزاد ہیں۔ تینوں مذہب شیعہ کے مستند عالم و ادیب ہیں۔ اس ادب و لغت کی کتاب میں بھی انہوں نے اپنے مذہب کی اشاعت پر اور مؤید اہلِ سنت امور سے احتراز پہ کمال زور و تعصب ثابت کر دکھایا ہے، کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ اعلام میں سیدنا حضرت عمرؓ خلیفہ دوم اور امام مظلوم حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم کا بالکل ذکر ہی نہیں کیا۔ ابوبکرؓ کے تحت صرف مسلمانوں کے پہلے خلیفہ لکھا ہے اور سیدنا علیؓ کے نام و القاب کے تحت خوب خوب تعریف و تشریح کی ہے۔ لفظ ذو کے تحت ذوالجناح اور ذوالفقار کی تو مفصل شیعی مسلک کے مطابق تشریح و تعبیر کی ہے۔ مگر ذوالنورین حضرت عثمانؓ کے مشہور ترین لقب کو ہضم کر دیا ہے۔ فوا اسفاً۔

اہلِ سنت والجماعت کے فراخ دل تعلیم یافتہ ادباء اور فضلاء کے لیے مقامِ عبرت ہے کہ وہ کیسے رواداری اور اتحادِ ملی کے جذبے کے تحت اپنی مخصوص اصطلاحات اور شعار کو چھوڑتے اور شیعہ کی مشہور و مخصوص اصطلاحات اور اذکار کو نوکِ زبان و قلم پہ لا کر ان کے مذہب کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں ع ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا۔

خیران شیعہ ادباء نے "بدعت" کے تحت یہ ترجمہ و تعریف کی ہے۔

مذہب میں کوئی ایسی نئی بات نکالنا جس سے اصول میں فرق پڑتا ہو۔ حرام، ناجائز، کفر، رخنہ، ظلم، ایجاد، جھگڑا۔

وہی مذہب ہے اپنا بھی جو قیس و کوہکن کا تھا ۔۔۔ نئی راہ افترا ہے کب بھلا مومن نے بدعت کی

ع انیس۔ دینِ مبیں سے کفر کی بدعت جدا ہوئی۔ بدعتی وہابی کا مد مقابل ع مومن۔ مومن نہ ہو نہ جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم۔ مذہب میں کوئی خلافِ اصول ایجاد کرنے والا۔ (نسیم اللغات صہ ۱۳۹، مطبوعہ شیخ غلام علی لاہور۔

ممکن ہے مذہب میں خلافِ اصول کی قید لگانے سے اپنی مروجہ رسومِ عزاداری کو یوں شامل رکھنا مقصود ہو کہ امام حسینؓ سے اظہارِ عقیدت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے شیعہ اصول کے خلاف نہیں ہے مگر یہ سعی ناکام ہوگی کیونکہ مذہب شیعہ کا اصول یہ تو ہے کہ آئمہ کے اقوال و اعمال کی خلاف ورزی جائز نہیں تو گذشتہ تفصیل کے مطابق جملہ ماتمی امور ارشادات و اعمال آئمہ کے خلاف ہیں تو ان کا بدعت۔ حرام۔ ناجائز۔ دین میں رخنہ اور خلافِ اصول ہونا اظہر من الشمس ہے۔

بدعاتِ عزاداری کی ایجاد اور تاریخ

آیئے مروجہ عزاداری کا تجزیہ کر لیں کہ یہ بدعات کیا کیا ہیں اور کیسے معرضِ وجود میں آئیں ہم اپنے چشم دید یا شنیدہ امور بیان کرنے کے بجائے مستند اور بہتر یہی سمجھتے ہیں کہ ایک شیعہ فاضل کا مضمون ۔ جو اس موضوع پر اہم دستاویز ہے ۔ ہدیہ قارئین کر دیں۔

شیعی پرچہ ماہنامہ المعرفت حیدر آباد بابت محرم ۱۳۸۹ھ میں مدیر حشمت علی ممتاز الافاضل نے غلام احمد صاحب فرقت حنفی کاکوروی شیعی کا مندرجہ ذیل مضمون شائع کیا ہے۔

لفظِ تعزیہ تعزیت سے نکلا ہے جس کے معنی ماتم پرسی یا مرنے والے پہ اظہارِ رنج و غم کے ہوتے ہیں[1]۔ تعزیہ داری کے بارے میں ابھی تک پوری تحقیق و تدقیق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی ابتدا کہاں سے ہوئی۔ البتہ اس کے آغاز کے بارے میں ایک روایت یہ ضرور مشہور ہے کہ سب سے پہلا تعزیہ صاحبِ قرآن امیر تیمور نے رکھا تھا اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ تیمور کو حضرت امام حسینؓ سے بے حد عقیدت تھی۔ اور وہ ہر سال کربلائے معلیٰ روضہ اطہر کی زیارت کو جاتا تھا۔ ایک سال جنگ و جدال میں وہ اس قدر مصروف رہا کہ وہ زیارت نہ کر سکا۔ چنانچہ اس نے روضۂ اقدس کی شبیہہ منگوا کر اس کو تعزیہ کی صورت میں بنوا لیا اور اس کی زیارت سے تسکین حاصل کر لی۔ بہر حال جہاں تک عزاداری کا تعلق ہے اس کی ابتدا ایران میں عہدِ صفوی (نویں صدی ہجری) سے ہوئی اس کے بعد ہندوستان میں جب خاندانِ تغلق کا زوال شروع ہوا اور سلطنت کا شیرازہ منتشر ہوا تو جنوبی ہندوستان میں ایک حسن گنگو نامی نے بہمنی سلطنت کی بنیاد رکھی حسن گنگو چونکہ ایران کے بہمنی خاندان (شیعہ) سے تعلق رکھتا تھا اس لیے اس کی سلطنت بہمنی کہلائی۔ اس سلطنت کے سلاطین میں شیعہ اور سنی دونوں عقائد کے بادشاہ گزرے ہیں اور امرائے دربار میں بھی ملکی و غیر ملکی مصاحبین اور وزرا شامل رہے اس لیے شمالی ہند میں تعزیہ داری رائج ہونے سے پہلے تعزیہ داری کا آغاز ان سے ہوا۔ جب چودہویں صدی (عیسوی) کے آخر میں سلطنت بہمنی کو زوال ہوا اور وہ پانچ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں تقسیم ہو گئی تو ان میں عادل شاہی نظام شاہی اور بریدشاہی ریاستوں میں اکثر شیعہ عقائد کے لوگ گزرے ہیں۔ بالخصوص عادل شاہی سلطنت میں یوسف عادل شاہ اور قلی قطب شاہ نے تعزیہ داری کو باقاعدہ طور پہ رواج دیا اور ان ریاستوں میں باقاعدگی کے ساتھ دس روز تک یعنی محرم سے دس محرم تک عزاداری ہوتی تھی اور تعزیے رکھے جاتے تھے۔

تعزیہ کی اقسام

یہ تو تھی تعزیہ داری کی ابتدا اور تاریخ۔ اب جہاں تک تعزیوں کی اقسام کا تعلق ہے۔ اس کی آٹھ قسمیں ہیں جن کی شبیہہ بنا کر واقعہ کربلا کی یاد کو تازہ کیا جاتا ہے۔

[1] حالانکہ یہ غلط ہے تعزیت کے معنی ورثائے میّت کو تسلی دینا اور ان سے اظہارِ ہمدردی کرنا ہے۔

ان میں ایک چیز تعزیہ دوسری چیز ضریح تیسری چیز مہندی چوتھی چیز ذوالجناح پانچویں چیز تابوت چھٹی چیز براق ساتویں چیز تخت اور آٹھویں چیز علم ہے۔

تعزیہ در اصل لکڑی کی کھپچیوں اور رنگین کاغذ کی مدد سے حضرت امام حسینؓ کے پورے روضے کی شکل میں بنایا جاتا ہے اس میں بالکل ویسے ہی گنبد اور مینار ہوتے ہیں جیسے کہ روضۂ اقدس میں ہیں اور اس کے اندر کاغذ کی دو قبریں ہوتی ہیں۔ الخ ضریح دراصل روضہ اقدس کے اس حصہ کی شکل کو کہتے ہیں جن پہ دو قبریں بنی رہتی ہیں۔ ضریح اور تعزیہ میں فرق صرف اتنا ہے کہ ضریح روضے کے آدھے حصے کی شبیہہ ہوتی ہے۔ اور تعزیہ پورے حصہ کی۔ ضریح میں گنبد اور مینارے عموماً نہیں ہوتے مگر اسے بھی تعزیہ کی طرح رکھا جاتا ہے۔ مہندی۔ اس کی شکل بالکل کشتی نما ہوتی ہے اور یہ ساتویں محرم کو جلوس کی شکل میں نکالی جاتی ہے۔ یہ حضرت قاسم کی شادی کی یادگار کے طور پر منائی جاتی ہے۔ ذوالجناح۔ اس گھوڑے کی شکل کو کہتے ہیں جس پہ بیٹھ کر حضرت امام حسینؓ کفار سے لڑے تھے۔ اس میں ایک گھوڑے کو باقاعدہ طور پر فوجی گھوڑے کی شکل میں مختلف اسلحہ سے مسلح کیا جاتا ہے اور اس میں گھوڑے کی لگام، زرہ بکتر سب چیزیں ہوتی ہیں اور اس کی جھول میں سرخ رنگ کے دھبے ہوتے ہیں جو اس گھوڑے کی یاد تازہ کرتے ہیں جو حضرت امام حسینؓ کے بعد میدانِ کربلا سے تنہا واپس ہوا تھا۔ عقیدت مند اس کو بوسہ دیتے ہیں اور باقاعدہ آنکھوں سے لگا کر حضرت امام حسینؓ سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں۔ تابوت۔ اس پالنے کی تصویر کو کہتے ہیں جس میں حضرت علی اصغر لیٹے تھے۔ حضرت اصغر امام حسین کے شیر خوار بیٹے تھے جو میدانِ کربلا میں اشقیاء کے تیروں سے شہید ہو گئے اس جھولے میں بھی سرخ رنگ کے دھبے ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ بھی ماتم کرتے ہوئے لوگ جلوس کی شکل میں نکلتے ہیں اور اس واقعہ پہ گریہ کرتے ہیں۔ علم حضرت عباس علیہ السلام کی یاد میں نکالا جاتا ہے جو حضرت امام حسینؓ کی فوج کے جنرل تھے اور اس واقعہ پر گریہ کرتے ہیں۔ براق کی شکل بھی گھوڑے کی مانند ہوتی ہے اور اس میں گھوڑے کے

دھڑ میں ایک انسانی چہرہ لگا دیا جاتا ہے اور اس کے دو پر ہوتے ہیں اور یہ شاید اس کی یاد دلاتی ہے کہ حضرت امام حسین شہادت کے بعد اس گھوڑے پر بیٹھ کر جنت تشریف لے گئے تھے۔

تخت عموماً سنی حضرات (یعنی جاہل نام نہاد نماز روزہ سے آزاد) نکالتے ہیں اور یہ تخت شہروں کے بجائے قصبات کے لوگ اپنے یہاں رکھتے ہیں اور یہ بھی ساتویں محرم کو حضرت قاسم کی شادی کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ تعزیہ داری ہندوستان میں ہی باقاعدہ طور پر منائی جاتی ہے اور تقریب کی شکل میں منائی جاتی ہے اور اس میں ہندوستان کے مختلف شہروں اور صوبوں میں علیحدہ علیحدہ دستور ہیں۔ الخ انتہیٰ بلفظہ)

یہ طویل مضمون ہم نے قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لیے نقل کر دیا ہے تاکہ آپکو گھر بیٹھے دنیائے امام باڑہ اور اہل تشیع کے اعمال خاصہ در محرم ایک نظر سامنے آجائیں مجاہد اعظم کے شیعہ مؤلف نے بھی یہی لکھا ہے۔

"تعزیے جس طرح ہندوستان میں ہوتے ہیں کہیں بھی نہیں ہوتے۔ یہاں تک کہ ایران جو شیعوں کا خاص گھر ہے وہاں بھی اس کا رواج نہیں۔ ہندوستان کے طول وعرض میں ہر جگہ تعزیے بنائے جاتے ہیں اور یہ شیعوں پر ہی منحصر نہیں بلکہ سنی (جہلاء) اور ہندو بھی اس رسم میں شریک ہیں۔ آخر اس کی ابتداء کب ہوئی۔ کس نے کی اور کیوں کی۔ افسوس کہ اس کے جواب میں تاریخ خاموش ہے۔ مجاہد اعظم ص ۳۳۳۔

الغرض سنی وشیعہ کے اتفاق سے یہ تمام امور خانہ ساز اور بدعت ہیں۔ ابتداً نامعلوم یا آٹھویں۔ نویں صدی کے ظالم ترین بادشاہوں کی ایجاد ہیں۔

مروجہ عزاداری شرک ہے

انہیں ذریعہ تبلیغ مذہب بناکر سازش سے تمام ہند میں پھیلایا گیا ہے۔ اور ان شہداءِ کربلا کی یادگاروں کیساتھ تقدس وتقرب کا حسبِ اعتراف شیعہ وہی طریق کار اپنایا گیا ہے جو قریشِ مکہ اپنے بزرگان اسلاف کی یادگاروں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت ہابیل ابنِ آدم علیہ السلام شہید مظلوم اوّل کا بت ہبل نامی کعبہ شریف کی چھت پہ رکھا گیا تھا اور جنگوں کے موقعہ پر یا اعلیٰ

کی طرح نعرہ یا ہبل اُنصرو اُعلُ[1]۔ لگایا جاتا تھا۔ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے مجسمے کعبہ شریف میں نصب تھے۔ ان کے ہاتھ میں تیر تھے۔ اسی طرح حضرت۔ لات۔ منات جو حجاج کرام کے خادم اور مشہور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ ان کے نام کے مجسمے اور بت بطورِ یادگار عبادت میں سامنے رکھے جاتے تھے۔ جس نبی یا ولی یا شہید کے ساتھ لوگوں کو عقیدت تھی ان کے نام اور شکل کا مجسمہ ہی بت کہلاتا۔ قرآنِ پاک نے انہی اشکال ومجسماتِ انسانی کو صَنَم۔ اصنام۔ وثن اوثان سے تعبیر فرمایا ہے اور عقیدت وتعظیم کی وجہ بھی یہ بتائی ہے کہ وہ اولیاء اللہ اور مقربین تھے۔ بندوں اور خدا کے درمیان ملاپ کا وسیلہ تھے۔ لوگ دراصل خدا سے محبت رکھتے اور اس کی عبادت چاہتے تھے۔ مگر خود کو گنہگار جان کر براہِ راست خدا سے دعا وعبادت کا تعلق قائم نہ کرتے بلکہ ان محبوبانِ الٰہی کی یادگاریں (بت) سامنے رکھتے ان کو حاضر وناظر اور عالم الغیب۔ کائنات میں کارساز وخود مختار جان کر ان کے مجسموں (یادگاروں) کے آگے جھکتے دعائیں مانگتے چومتے۔ نذر ونیاز دیتے اور قربانی چڑھاتے تھے۔ اولاد مانگتے اور منتیں مانتے تھے۔ اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ ان تمام رسوم واعمال سے یہ جب راضی ہو جائیں گے تو وہ ہم گنہگاروں کو خدا کے نزدیک کر دیں گے اور قیامت کے دن سفارش کر کے عذاب سے چھڑا دیں گے۔ یہاں صرف قرآنِ پاک کی تین آیتوں پر آپ غور فرمالیں۔

۱۔ اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ پ ۱۶ ع ۳۔

(کیا کافروں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ میرے بندوں کو میرے سوا کارساز بنالیں (ایسے جہنمی لوگ ہیں۔)

۲۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی اِنَّ اللّٰهَ یَحْکُمُ بَیْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ۔ پ ۲۳ ع ۱

خبردار رہو کہ اطاعت خالص خدا ہی کے لیے ہے اور جن لوگوں نے خدا کے سوا اور ونکو اپنا کارساز بنالیا ہے (وہ یہ کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کی پرستش صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا کے نزدیک کر دیں۔ ضرور خدا تعالیٰ ان تمام

[1] یا ہبل مدد، نصرت، شاد، بلند۔

باتوں کو جن میں وہ آپس میں اختلاف کرتے ہیں فیصلہ فرما دے گا۔ یقیناً خدا تعالیٰ اس شخص کی راہبری نہیں فرماتا جو جھوٹا بھی ہو اور بڑا ناشکرا بھی (ترجمہ مقبول)

۳۔ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ. قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ (یونس ۲۴)

وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کو پوجتے ہیں جو ان کو نہ کوئی ضرر پہنچائیں اور نہ کوئی نفع بخشیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ تم یہ کہہ دو کہ تم خدا کو اس چیز سے آگاہ کرتے ہو جسے نہ وہ آسمان میں جانتا ہے نہ زمین میں اور جن چیزوں کو یہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اس کی ذات اس سے منزہ اور برتر ہے۔ (ترجمہ مقبول)

الحاصل مشرکین مکہ اور خاندانِ نبوی کے کافر قریش کے شرک کی حقیقت یہی تھی، کہ اللہ کے نیک بندوں کی یادگاریں بناکر۔ تعظیم بجا لاتے۔ دعا مانگتے۔ اولاد و حاجات طلب کرتے۔ منتیں مانتے چڑھاوے دیتے چومتے جھکتے اور پیشانی ٹیکتے اور مشکلات کے وقت ان کے آگے روتے دھوتے تھے۔ ان کو حاضر و ناظر۔ عالم الغیب۔ متصرف در کائنات اور مشکل کشا جانتے تھے۔ خدا اور رسول نے اسی کو غیر اللہ کی پرستش اور عبادت قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ خدا کو سب سے بڑا معبود مانتے اور معبودین (ان کے بتوں) کی اس عبادت کو خدا کی عبادت و تقرب اور سفارش کا ذریعہ جانتے تھے۔

ہر صنعت و حرفت اور فن کے سانچے ڈیزائن اور نمونے بدلتے رہتے ہیں مگر حقیقت نہیں بدلا کرتی۔ اب اگر مقرب بزرگوں کی یادگار مجسم صورت اور بت کی شکل میں نہیں بنائی جاتی بلکہ قبر تعزیہ۔ روضہ۔ ضریح۔ ذوالجناح۔ علم۔ تابوت۔ تخت اور براق کی شکل میں اپنے ہاتھ سے بنائی جاتی ہے اور اس کے ساتھ وہ تمام امور بالا (گذشتہ درمضمون) کیے جاتے ہیں یا جاہل سنی انہی عقائد و اعمال کے ساتھ۔ بزرگانِ دین کے مزارات۔ عبادت گاہوں۔ یا اور یادگاروں کے ساتھ کرتے ہیں۔ تو اس کے شرک و حرام ہونے میں کیا شک و شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ کیا شرک صرف انسانی مجسمہ و بت کے ساتھ ہی خاص ہے؟ پھر کیوں اللہ پاک نے۔ فرشتوں۔ پیغمبروں۔ خصوصاً حضرت عزیر و عیسیٰ و موسیٰ

علیہم السلام کے متعلق مذکورہ بالا عقائد و اعمال بجا لانے والوں کو صراحۃً مشرک اور کافر کہا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی بشارت دی ہے۔

الغرض۔ انبیاء کرام کی تعلیمات و سنن سے بے خبر انسان بڑا بھولا ہے۔ وہ غیر شعوری طور پر شرک کرتا ہے۔ مفاد پرست لیڈر اور پیشوا۔ علماء سوء و پیرانِ سو دان سادہ لوحوں سے خوب شرک کراتے ہیں۔ اور سمجھنے سمجھانے کا موقعہ ہی نہیں دیتے۔ کلام اللہ پڑھ کر شرک کی تردید کرنے والوں اور سنتِ پیغمبر کے تابعداروں کو۔ ناصبی وہابی۔ گستاخ مشہور کرتے اور نامعلوم کیا کچھ کہتے رہتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ یہ قریش کے پیروکار اور ابو طالب وغیرہ کے ایمان کے دعویدار وہی پرانا مذہب رکھتے ہیں ؎

بدل کے بھیس آتے ہیں زمانے میں لات و منات

ماتم و عزاداری کی ایجاد و تاریخ

یہ تفصیل امورِ تعزیہ کی تھی جس کا موجد تاتاریوں کا مشہور ظالم و سفاک امیر تیمور لنگ تھا۔

جسے شیعہ صاحبِ قرآن (العیاذ باللہ) اور بہت بڑی شخصیت جانتے ہیں۔ واقعی تعزیہ داری میں شیعہ کا امام و ہادی یہی ہے۔ اور اسی کے نقشِ قدم پر پوری ملتِ جعفریہ گامزن ہے قیامت کے دن جب ہر گروہ (بنص قرآنی) اپنے امام کے ساتھ۔ جس کی تابعداری کی ہو گی۔ بلایا جائے گا۔ تو تیمور لنگ اور شیعہ ایک قطار میں ہوں گے۔ لیکن نفسِ ماتم۔ بین۔ سینہ کوبی۔ جلوس ماتم۔ مجالس نوحہ کی تاریخ ایجاد کچھ پہلے کی ہے۔

سانحہ کربلا پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے ماتم ان شیعانِ کوفہ نے کیا جو حضرت امام عالی مقام کو بلا کر آگے کر کے حکومتِ یزید کا تختہ الٹنا چاہتے تھے۔ مگر حالات نے پلٹا کھایا۔ تو کھلم کھلا اسی طرح غداری اور دھوکہ بازی کی جیسے آپ کے والدِ ماجد اور برادرِ مکرم (حضرت علیؓ و حسنؓ) سے کر چکے تھے بلکہ خود قتل کرنے والوں میں شامل تھے جیسے شبث بن ربعی احجار بن ابجر۔ یزید بن حارث۔ قیس وغیرہ۔ پھر پچتا کر روتے رہے حضرت زین العابدینؒ اور سیدہ زینبؓ ان گرگوں کو ماتم کی وجہ سے لعنت اور پھٹکار کرتے تھے بالآخر انہوں نے رونے دھونے اور استغفار کے بعد انتقام حسین کی ٹھانی۔ توابین کہلا کر اپنا

امیر سلیمان بن صرد خزاعی کو چنا اور حسبِ بد دعا امام حسینؓ آپس میں ایک دوسرے کے اوپر تلواریں چلائیں اور بنی اسرائیل کے متعلق یہ آیتِ کریمہ فاقتلوا انفسکم ذالکم خیر لکم عند بارئکم۔ (پس تم اپنے آپ کو قتل کرو۔ یہی تمہارے لیے تمہارے رب کے ہاں بہتر ہے) اپنے حق میں جان کر اس پر عمل کر دکھایا۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (مجالس المؤمنین ج ۲ ص ۳۴۱ روضۃ الصفا ج ۳ ص ۶۷ خلاصۃ المصائب ص ۳۴۴)

پھر ماتم یزید بن معاویہؓ نے بھی کیا۔ چنانچہ جلاء العیون ج ۲ ص ۵۱۴ وغیرہ کتب شیعہ وسنی میں تصریح ہے کہ یزید کو جب حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر پہنچی تو خوب رویا اور ماتم کیا۔ اور ماتم کرنے کا گھر والوں کو حکم دیا۔ تو یہ ماتم یزید کی سنّت و ایجاد بنی۔ اب یہ عقدہ علماءِ شیعہ ہی حل کر سکتے ہیں کہ باتفاق مورخین یزید خود قاتل امام نہ تھا۔ نہ صراحتاً حکم دیا۔ ہاں اس کے عہدِ حکومت میں یہ حادثہ ہوا۔ اس کے شوخ ومنہ زور گورنر عبید اللہ بن زیاد (ابنِ شیعہ علی) نے یہ قیامت ڈھائی۔ بنابریں یزید ملوث ضرور ہے۔ اگر ماتم واشکباری بر حسینؓ سے حسبِ اعتقاد شیعہ بڑے سے بڑا ظالم۔ قاتل۔ فاجر جس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں اور آسمان تک فضا کو گھیرے ہوں۔ (جلاء العیون وغیرہ) بخشا جائے گا۔ تو یزید اس کارِ خیر سے کیوں نہ بخشا جائے گا۔ یا تو شیعی اصول غلط ہے۔ اور رونے رلانے کے ثواب وضعی داستانیں ہیں۔ یا پھر شیعہ یزید کو بباطن جنتی اور ماتم وعزا میں اپنا امام وپیشوا جانتے ہیں۔

اس کے بعد مختار بن عبید ثقفی نے ماتم وعزاداری کو اپنایا۔ یہ وہ امت میں سب سے پہلا ظالم خونریز شخص ہے جس نے ۷۰ ہزار مسلمانوں کو اپنے اقتدار کی خاطر۔ انتقام حسینؓ کے بہانے ذبح کیا۔ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ حضرت محمد بن حنفیہ کو اپنا امام مانا۔ امام زین العابدینؒ نے اسے جھوٹا اور دروغ گو بتایا۔ خونریزی میں بدترین خلق بخت نصر سے تشبیہ دی۔ اور فرمایا یہ جہنم میں ہوگا۔ اس کا مذہب باطل تھا۔ تعجب ہے کہ شیعہ حضرات کو مسلمانوں کا قتلِ عام اتنا پسند ہے کہ تشیع ونصرتِ حسینؓ کے عنوان سے جو شخص جتنا ہی مسلمانوں کا خون بہائے جیسے ماضی قریب میں دہلی میں نادر شاہ شیعہ نے لاکھوں مسلمانوں کو ذبح کیا تھا۔ تو اسے وہ

اپنا ہیرو اور ملتِ جعفریہ کا پاسبان سمجھنے لگتے ہیں۔ ورنہ ملا باقر علی جیسے متعصب شیعہ نے بھی اس کی بدنیتی اور مذمت کو طشت از بام کر دیا ہے۔ احادیث مذمت مختار کے بعد لکھتے ہیں۔ مختلف احادیث جمع کرنے سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ اس خروج بر مسلمین میں صحیح نیت نہ رکھتا تھا۔ بلکہ بہت سی جھوٹی اور باطل باتوں کو اپنے اقتدار کا ذریعہ بنایا تھا۔ لیکن جب بڑے کام (۷۰ ہزار بے گناہ مسلمانوں کا قتل) اس کے ہاتھ پر ہوئے اس کے حق میں نجات کی امید ہے اس قسم کے لوگوں کی بدگوئی سے بچنا ہی بہتر اور احوط ہے۔ (جلاء العیون ص ۴۸۳)

واہ واہ ملا صاحب کا جواب بھی لاجواب ہے۔ ؎ گر مسلمانی ہمیں است کہ ملا دارد وائے بر مسلمانی

پھر تین صدیوں کے بعد ۳۵۲ھ میں معز الدولہ ابوالحسین احمد بن ابی شجاع بویہ نے اپنے عہدِ وزارت میں ایام محرم میں عزاداری کو جبراً نافذ کیا۔ ۱۰ محرم کو چھٹی جبراً کروائی۔ اس نے امام حسین کی مصیبت میں نوحہ وبین کرنے۔ طمانچے مارنے اور عورتوں کے بال بکھیرنے اور جلوسِ ماتم نکالنے کا حکم دیا۔ شیعہ کے عظیم عالم صاحب قمقام فرماتے ہیں۔

"گزشتہ ۳۵۲ھ کا حال ایک کتاب میں میری نظر سے گزرا ہے کہ معز الدولہ نے اہلِ بغداد کو حکم دیا کہ اپنے منہ خراش کر کے بال بکھیر کر۔ منہ نوچتے اور پیٹتے کوچہ و بازار میں گریہ کریں۔

دوسرے بادشاہ مُعز لدین اللہ ابو علیم محمد بن منصور قائم بن مہدی حسب بیان کتاب الخطط والآثار للمقریزی نے شیعوں کی طرف ۳۶۳ھ میں مشہد کلثوم اور نفیسہ بھیجا اور وہ امام حسین پر نوحہ و بکا کرتے تھے۔ ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ رسم دولتِ اسماعیلیہ میں تا حکومت آلِ ایوب جاری رہی۔ (بحوالہ شیعہ مذہب کی حقیقت ص ۲۴۹)

مجتہدین شیعہ بھی عزاداری کو حرام کہتے ہیں

حقیقت وصداقت منہ سے نکل کر ہی رہتی ہے فی الجملہ دیانت دار قسم کے علماء شیعہ میں بھی ایسے ہیں جو ان بدعات کی علانیہ مذمت و تردید کرتے ہیں۔ ماضی قریب میں ایک الطاف حسین صاحب ذمہ دار شیعہ عالم ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے شیعہ کے کفر وشرک کی اصلاح کے لیے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام تنقیح المسائل ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

تعزیہ وغیرہ ہرگز مذہب ائمہ درست نہیں بلکہ بمنزلہ سوانگ ہے ص ۱۷-۱۸!

ماتم حسین فقط عوام شیعہ کا شور و غل ہے نہ مذہب شیعہ (ایضاً)

ماتم حسین پر جو کچھ شیعہ خرچ کرتے ہیں یہ سب اسراف ہے۔ سر و سینہ ماتم حسین میں پیٹنا بے فائدہ ہے۔

اسی کتاب کے صہ ۱۵ پر ہے۔ مرثیہ خوانی پر اجرت لینی درست نہیں۔

آگے صہ ۱۷ پر فرماتے ہیں۔ شادی قاسم بے اصل واقعہ ہے۔

اور اصلاح الرسوم بکلام المعصوم صہ ۲۵ پر ہے۔ تعزیوں کے سامنے شیرینی رکھنا حرام ہے۔ طوق اور زنجیر پہننا حرام ہے۔ علم اور تعزیہ کے سامنے زیارت پڑھنا حرام ہے۔ (ایضاً صہ ۲۹)

شیعان پنجاب کے معروف عالم مولانا محمد حسین ڈھکو نے شیعہ کی اکثریت کے شرک و بدعت سے نالاں ہو کر "احسن الفوائد" اور "عقائد الشیعہ" جیسی ضخیم کتابیں لکھی ہیں اور اکثر مدعیان تشیع کو مفوضہ جن پر آئمہ نے صریح لعنت فرمائی ہے۔ اور شیخی العقیدہ بنایا ہے۔ جن کا سرخیل شیخ احمد احسائی تھا اور اس نے غلو سے شرک و بدعت کو اہل تشیع میں رواج دیا اور بہت سے علماء اعلام نے اس کی تکفیر کی ہے چنانچہ اس صاف گوئی سے ملک کے تمام شیخیہ شیعہ بھڑک اٹھے اور اسے وہابی اور گستاخ آئمہ بنا ڈالا۔ موصوف نے "اصلاح المجالس والمحافل" کے نام سے ایک رسالہ لکھا جو مجالس عزا سے بدعات و منکرات کے ازالہ میں ہمارے ضمیر کی آواز ہے کہ ہم کبھی سیدنا حضرت حسینؓ کے ذکر خیر سے روکنا نہیں چاہتے بلکہ اسے شرعی حدود و آداب کے ساتھ مزین کرتے ہیں تاکہ وہ حب علیؓ و حسینؓ نہیں بغض معاویہؓ و یزید کا مصداق نہ ہو۔ لہٰذا رسالہ مذکورہ کے چند حوالہ جات قارئین کرام کی نذر کرتے ہیں۔

۱۔ "عشرت کنیم و تعزیہ شاہ مے نہیم نام — حاشا کہ رسم در راہ محبت چنیں بود۔"

لیکن رونے کا مقام تو یہ ہے کہ جہاں منبر رسولؐ اور حسینی اسٹیج پر جانے والے بعض نا اہلوں کی یہ حالت ہو کہ وہ عین ایام محرم الحرام میں بجائے واعظ یا ذاکر حسین معلوم ہونے کے اپنی وضع و قطع صورت اور شکل و شمائل سے کسی تھیٹر کے ایکٹر معلوم ہوتے ہوں۔ پس اگر سامعین کی یہ حالت نہیں ہو گی تو اور کیا ہوگی۔ صہ ۴۲

۲۔ دوسرا ادب جن مجالس میں بعض ذاکرین اور شیعہ ... کذب و افتراء المعصومین تو ...

(مومنین (صحابہ عظام) اور غنا و سرود کے ساتھ ہتک دین کی جائے۔ بانیان کرام اور سامعین عظام کا فرض ہے کہ اصلاح کی کوشش کریں اگر اصلاح کرنے سے قاصر ہوں تو ایسے لوگوں کا مقاطعہ کریں نہیں تو ایسی مجالس میں شرکت نہ کریں۔

ارشاد قدرت ہے۔ پ ۵ ع ۱۷۔ ترجمہ "کہ جب تم دیکھو کہ آیات خداوندی کا انکار اور ان کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے تو تم ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہی کی طرح سمجھے جاؤ گے۔" صہ ۱۱

مؤلف کی نظر میں آج ۹۹٪ مجالس عزا و جلوس اسی آیت کا مصداق اور حرام ہیں۔ (م)

۳۔ بعض علماء کا یہ مقولہ مشہور ہے الغناء فی المراثی کالزنا فی المساجد۔ یعنی مراثی میں غنا کرنے کا عذاب و عتاب اسی طرح دوگنا ہے جس طرح مساجد میں زنا کرنے کا۔ اعاذنا اللہ منہ حضرت شیخ عباس قمی نے بھی غنا کی حرمت مطلقہ پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ (منتہی الآمال ج ۱ صہ ۲۷۱)

۴۔ اس مدعا پر جو تھا شاہد ناطق یہ ہے کہ اس گروہ کی اکثریت اپنی مجلس کی ظاہری کامیابی کے لیے اور بالخصوص بکاء و ابکاء کی خاطر بلا تحاشہ کذب و افترا اور وہ بھی معصومین پر ایسے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتی ہے جس کا عمداً ارتکاب کرنے والا بالاتفاق دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ کذب تمام صفات رذیلہ کی جڑ ہے۔ صہ ۵۳

۵۔ اسے آج یہ منبر کے اجارہ دار اپنے نفس امارہ کی آتش انتقام بجھانے اہل ایمان کو اپنے تمام ملام کا نشانہ بنانے اور علماء اعلام کو ہدف تنقید بنانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ افسوس سے

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
بدل ہی جاتے ہیں غلامی میں قوموں کے ضمیر

۶۔ ارباب عقل و دانش جانتے ہیں کہ اگرچہ سرکار سید الشہداء یا دیگر آئمہ ہدیٰ کے مصائب و آلام پر رونا یا ان کے فضائل و محامد کا بیان کرنا بہت بڑا فعل جمیل ...... ہے لیکن اگر یہی ہے تو بہرحال امر مستحب اور کذب و افتراء اور غناء گانا مسلمہ حرام ہیں۔ عقل سلیم و شرع اس بات پر متفق ہیں کہ جب کسی مستحب امر کی بجا آوری کسی حرام کے ارتکاب پر موقوف ہو اس کے لیے حرام کو ہرگز حلال اور جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ وہ حرام اس مستحب امر کو بھی ... قرار دیتا ہے۔ صہ ۶۱

قارئینِ کرام! جب یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی کہ یہ جملہ امور عزاداری بدعت ہیں۔ مذہبِ آئمہ سے ان کا ہرگز تعلق نہیں ہے۔ اب ذرا آئمہ کرامؒ سے پوچھیے کہ جو شخص کسی بدعت پر اصرار کرے اس کے بانی کی تعظیم اور پیروی کرے اور لوگوں کو اس کی دعوت دے تو وہ کیسا ہے۔

بدعتی پر امام صادقؒ کا فتویٰ

حضرت امام باقرؒ و جعفرؒ کے مذہب میں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرک ہے اور ایسا شخص مشرک ہے۔

چنانچہ اصول کافی باب الشرک ص ۳۹۷ / ۲۲ سے چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

۱۔ امام باقرؒ سے بریدعجلی نے پوچھا کم از کم آدمی کس چیز سے مشرک بنتا ہے تو فرمایا جو گٹھلی کو کہے یہ کنکری ہے یا کنکری کو کہے یہ گٹھلی ہے۔ پھر اس بات کی اتباع کرے (یعنی معمولی سی غلطی پر اصرار کرے اور اسے دین بنا لے۔)

۲۔ امام صادقؒ سے ابو العباس نے پوچھا آدمی کس چیز سے کم از کم مشرک بنتا ہے۔ فرمایا جو ایک رائے اور نظریہ گھڑ لے پھر اسی پر لوگوں سے محبت رکھے۔ اور اسی سے (اعراض کرنے پر) لوگوں سے دشمنی رکھے۔

۳۔ امام صادقؒ نے اللہ کے اس ارشاد۔ وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔ کہ اللہ پر اکثر لوگ یوں ایمان لاتے ہیں کہ اس کے ساتھ شرک بھی کرتے ہیں۔ کی تشریح میں فرمایا کہ آدمی شیطان کی تابعداری میں غیر شعوری طور پر لگ کر شرک کرتا رہتا ہے۔

۴۔ امام صادقؒ نے دوسری روایت میں اس سے شرک عبادت کی بجائے شرک در اطاعت (غیر اللہ) مراد لیا ہے۔ اور ارشادِ الٰہی "کچھ لوگ اللہ کی عبادت ایک کنارے پر ہو کر کرتے ہیں" کی تفسیر میں فرمایا۔ آیت ایک (بدعتی) آدمی کے حق میں اترتی ہے۔ اور اس کے (بدعت میں) تابعداروں پر بھی صادق آتی رہتی ہے۔ میں نے کہا ہر وہ شخص اس کا مصداق ہوگا جو آپ کے سوا کسی چیز کو بھی اپنا مقتدا بنا لے۔ فرمایا ہاں۔ کبھی ایسا عمل (تعلیم امام کے خلاف غیر کو اپنا مقتدا بنانا) خالص شرک ہوگا۔

تعزیہ بنانے والا خارج از اسلام ہے

بلکہ تعزیہ سازی اور اس سے متعلقہ یادگاروں کے متعلق تمام آئمہ کرام کا بڑا شدید فتویٰ ہے۔ ایسے شخص کو وہ خارج از اسلام کہتے ہیں۔

شیعہ کے ذمہ دار عالم شیخ صدوق من لایحضرہ الفقیہ میں امام صادقؒ سے راوی ہیں۔

من جدد قبرا او مثل مثالا فقد خرج من الاسلام۔ (الفقیہ ص ۵۸)

جو کوئی قبر پھر سے بنائے یا اس کی تشبیہ و شکل بنائے تو وہ اسلام سے خارج ہے۔

پھر شیخ صدوق اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

من مثل مثالا انہ یعنی بہ انہ من ابدع بدعۃ ودعا الیھا او وضع دینا فقد خرج من الاسلام وقولی فی ذالک قول ائمتی صلوات اللہ علیھم۔ (من لایحضرہ الفقیہ ص ۵۹)

جس نے قبر کی تشبیہ و شکل بنائی مراد عام یہ ہے کہ کوئی بھی بدعت ایجاد کی اور لوگوں کو اس کی دعوت دی یا کوئی نیا مذہب بنا لیا تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا اس بات میں میں وہی کہتا ہوں جو تمام میرے آئمہ نے فرمایا۔

حرمتِ تعزیہ و مجسمہ پر اس سے بڑھ کر کیا صریح حدیث اور فتویٰ ہوگا۔ شیخ صدوق کے زمانے میں تعزیہ کی بدعت ایجاد نہیں ہوئی تھی ورنہ وہ تعزیہ کی اقسام کا فرداً فرداً رد کرتے۔

ماتم غناء کی وجہ سے بھی حرام ہے

پہلے ماتم و غناء کا مختصر نقشہ وقار انبالوی (شیعہ) صاحب کے الفاظ میں سن لیں۔

"ماتم کا ایک سادہ سا دستور یہ ہے کہ سوز خوان بند ختم کرتا ہے تو نقیب پکارتا ہے ماتم حسین! اور پھر ماتم دارانِ حسین دائیں ہاتھ سے سینہ زنی کرتے ہیں اور یا حسین پکارے جاتے ہیں۔ دو منٹ کے بعد سوز خوانی شروع ہو جاتی ہے۔ نقیب نعرہ حیدری کا جملہ بلند آہنگ سے کرتا ہے ...... شدتِ غم میں سینہ زنی دونوں ہاتھوں سے ہوتی ہے

...... ہی جلوس میں ضرب و آہنگ کا آرٹ ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ موسیقی کی غم آمیز دھنوں

ہیں جو نوحے یا مرثیے پڑھے جاتے ہیں انھیں احترام کے طور پر سوز خوانی کا نام دیا جاتا ہے ..... محفلِ عزا میں کبھی ماتم ہوتا ہے کبھی نہیں بھی ہوتا اور محفلِ حضرت سید الشہداء امام غریب الغرباء اور امام منتظر کی زیارتوں پر ختم کر دی جاتی ہے۔ لیکن تعزیہ۔ ضریح اور ذوالجناح وعَلَم کے جلوس کے ساتھ ماتم لازمی ہوتا ہے اور ماتمی نوحے بھی پڑھے جاتے ہیں۔

(ماہنامہ المعرفت ص۷ حیدرآباد محرم ۱۳۸۹ھ)

شیعہ کی اس اپنی شہادت سے معلوم ہوا کہ مرثیہ خوانی و نوحہ خوانی۔ سوز خوانی موسیقی کی دھنوں پر ہوتی ہے۔ اب ملاحظہ کیجیے کہ مذہبِ آئمہ میں غناء و موسیقی حلال ہے یا حرام ہے؟ الحمد للہ حضرات اہلِ بیت سب سنی المسلک تھے اس مسئلہ میں بھی سب کا اتفاق ہے۔ کہ راگ و غناء و موسیقی حرام ہے۔

حضرت نبی علیہ السلام اور آئمہ اہلِ بیت کرام سے متواتراً اس کی حرمت ثابت ہے۔

شیعہ حضرات کے ایک معتبر عالم جناب امداد حسین کاظمی۔ جن کی تحریر کا ایک ایک صفحہ یا جملہ۔ صحابہ کرامؓ۔ امہات المؤمنین پر طعن و طنز اور بغض کے زہر سے بجھا ہوتا ہے "الغناء فی الاسلام" کے عنوان سے اہلِ سنت کی قوالی پر برستے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں۔

قاعدہ کلیہ ہے کہ ایک چیز کا نام بدل دینے سے اس کی حقیقتِ واقعیہ نہیں بدل جایا کرتی بلکہ جوں کی توں رہتی ہے مثلاً عرفِ عام میں جس چیز کو پانی کہا جاتا ہے اردو زبان میں اسے پانی کہتے ہیں۔ عربی میں ماء۔ فارسی میں آب۔ پشتو میں اوبہ۔ ہندی میں جل ترکی میں سو۔ ہنزہ نگر کے لوگ اپنی زبان میں اسے سل اور انگریزی میں اسے واٹر (WATER) کہتے ہیں غرضیکہ ہر ملک کی زبان میں ایک ہی چیز کے الگ الگ نام ہیں اسی طرح گانے کو راگ کہو یا غناء یا موسیقی تو اسے سماع کا نام دینے سے یہ نہ حلال ہوگا نہ جائز نہ مباح نہ مستحب بلکہ حرام کا حرام ہی رہے گا۔" بلفظہ)

آگے چند مثالیں دینے کے بعد کاظمی صاحب فرماتے ہیں۔

"غرضیکہ ہر فعلِ منکر کے جواز میں یہ لوگ نام کی تبدیلی کا سہارا لیتے ہیں اسی پر غناء و سماع کو قیاس کر لیں اگر غناء کا نام سماع رکھ لیا جائے پھر بھی وہ غناء ہی رہے گا اور غناء

ہی کے احکام اس پر وارد ہوں گے۔ (شیعہ ماہنامہ معارفِ اسلام ص۳۴ بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ)

غناء کی تعریف و تشریح

لغت کی متداول کتاب المنجد ص۵۹۳ پر ہے۔

الغناء من الصوت ماطُرِّبَ به۔

کہ غناء اس (خاص) سریلی آواز کو کہتے ہیں جس سے طرب و لذت پیدا ہو۔

کاظمی صاحب بھی لکھتے ہیں.... لغت مجمع البحرین میں ہے کہ آواز کو حلق میں اس طرح پلٹانا کہ اس سے تین ہمزہ (آآآ) پے در پے پیدا ہوں پس تعریفِ غناء میں یہی ملحوظ ہے۔ اس کی حرمت ثابت ہے اور اس پر نص وارد ہے۔" آگے لکھتے ہیں کہ شرح لمعہ ص۳۱ پر غناء کی یہی تعریف لکھی ہے۔

والغناء بالمد الصوت المشتمل على الترجيع المطرب وما سمى فى العرف الغناء وان لم يطرب سواء كان فى شعر ام قرآن ام غيرها۔

غناء اس لمبی آواز کو کہتے ہیں جو پلٹانے پر مشتمل ہو۔ لذت آور ہو اور جسے عرفِ عام میں گانا کہا جائے اگرچہ لذت نہ دے خواہ اشعار میں یا قرآن وغیرہ میں۔

(معارفِ اسلام ص۳۸)

غناء کی یہی تعریف مسالک الافہام شرح شرائع الاسلام جلد اوّل کتاب التجارۃ میں بھی لکھی ہے۔ بہرحال غناء ہر حال میں حرام ہے خواہ شعروں میں ہو یا قرآن میں یا کسی اور آواز میں۔ (بلفظہ)

آگے چل کر کاظمی صاحب غناء کے حرام ہونے کی علت بتاتے ہیں۔

"اب سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ غناء کیوں حرام ہے پس واضح ہو کہ قرآن مجید میں غناء کو لہو الحدیث اور قولِ زور (بے ہودہ اور جھوٹی بات) کہا گیا ہے۔ لہو کے معنی اقرب الموارد میں یوں لکھے ہیں۔

اللهو ما لهوت به وشغلك من هوى وطرب ونحوها وقال فى التعريفات اللهو هو الشئ الذى يتلذذ به الانسان

لہو وہ چیز ہے جس میں انہماک پیدا ہو جائے اور غفلت و بے توجہی پیدا ہو جائے۔ خواہ وہ کوئی خواہش ہو یا کیف ہو یا اور کچھ۔ صاحب

فیلھیہ ثم ینقضی وقال الطرطوشی واصل اللھو الترویح عن النفس بما لاتقتضیہ الحکمۃ

تعریفات لکھتے ہیں جس سے انسان لطف حاصل کرے اور وہ اسے غافل کر دے پھر گزر جائے طرطوسی کہتے ہیں لہو کے اصلی معنی ہیں خلافِ حکمت طریقے سے دل خوش کرنا۔

امام راغب اصفہانی اپنے مفردات میں لکھتے ہیں۔

اللھو ما یشغل الانسان

جو چیز انسان کو مفید مطلب بات سے ہٹادے وہ لہو ہے۔

قارئین کرام! ان حوالہ جات سے غناء کی جامع و مانع تعریف یہ ثابت ہوئی۔

،،جس چیز کو آ آ آ کی طرح آواز بڑھا گھٹا کر گایا جائے خواہ لذت و وجد پیدا ہو یا نہ ہو اور عرف میں اسے گانا کہا جا سکے اور اس کے قائل کو گویا کہا جائے خواہ اشعار میں ہو یا قرآن وغیرہ میں،،

اس کی علت حرمت یہ ہے کہ اس سے انسان جب مشغول ہو جاتا ہے تو اس کی لذت کی بنا پر دوسرے امور خیر سے غافل ہو جاتا ہے یہ خلافِ حکمت و شرع دل خوش کرنا ہے اور مفید مطلب (جائز) بات سے ہٹانے والی چیز ہے اسے قرآن کریم نے لہو الحدیث کہہ کر قطعی حرام ٹھہرایا اور عذاب کی وعید سنائی ہے۔

مرثیہ خوانی وغیرہ بھی یقیناً غناء ہے

ہر وہ شخص جسے اہل تشیع کا قرب و جوار حاصل ہو یا کچھ نہ کچھ مجالست کی ہو اس پر یہ ہرگز مخفی نہیں ہے کہ ماتمی مجالس میں مرثیہ خوانی۔ نوحہ خوانی۔ سوز خوانی۔ دوہڑے۔ بیت بازی۔ قصائد چند گلوکاروں کا مل کر گانا سب ہی غناء کی تعریف میں آتے ہیں۔ اس سے لذت اور وجد آفرین و بے ضبطی کی حالت پیدا ہوتی ہے۔ انسان نماز وغیرہ سے بھی غافل ہو جاتا ہے جب دو تین ذاکرین ہم آواز ہو کر (قواعد موسیقی سے آواز بنا کر) مرثیے اور قصیدے پڑھتے ہیں تو سامعین جھومنے لگتے اور مستی سے گریہ کرتے ہیں۔

نیز عرف عام میں بھی اسے گانا کہتے ہیں کیونکہ جب کسی مشہور خوش آواز گلوکار ذاکر

کی آمد ہوتی ہے تو شیعی دنیا میں یوں تشہیر و تعارف کرایا جاتا ہے کہ فلاں صاحب بڑے خوش الحان گویے (گانے والے) ہیں۔ گانے اور رلانے میں امام فن ہیں۔ ان کی مجلس میں لوگ جھومتے رہتے ہیں۔ وغیرہ۔ اس لیے ایسے ذاکروں کی مالی طور پر بہت ہی عزت و توقیر کی جاتی ہے جیسے موسیقاروں اور گلوکاروں کی قدر ہر جگہ ہوتی ہی ہے۔ جبکہ سادگی سے قرآن حکیم اور روایاتِ صحیحہ سے مقامِ شہادت بیان کرنے والوں کو لوگ پسند نہیں کرتے۔ حالانکہ عام شعر گوئی اور بیت بازی تو در کنار مدح اہلبیت میں بھی مرثیہ خوانی اور شعر گوئی کی مطلقاً اجازت نہیں۔

سیدنا امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا فرمان ملاحظہ ہو۔

وقال الصادق علیہ السلام لا تنشد الشعر بلیل ولا تنشد فی شھر رمضان بلیل ولا نھار فقال لہ اسماعیل یا ابتاہ وان کان فینا قال وان کان فینا (من لا یحضرہ الفقیہ ج۱)

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا: شعر رات کو کبھی نہ پڑھے جائیں اور ماہِ رمضان میں رات دن میں نہ پڑھے جائیں آپ کو اسماعیل نے کہا اے ابا جان اگرچہ وہ اشعار ہم اہل بیت کی تعریف میں ہوں۔ فرمایا اگرچہ ہمارے حق میں ہوں (بہر حال حرام ہیں)۔

یہ شیعہ کی اہم مستند کتاب الفقیہ کی حدیث ہے جس کے مصنف کو اہلِ تشیع نے ان کے صدق کی بنا پر صدوق کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ مسئلہ عزاداری سے متعلق گزشتہ احادیثِ صحیحہ کی طرح اس کی صحت پر بھی کلام یا اس کے معنی کی تاویل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ حدیث اس بات کی نص صریح ہے کہ پورے سال میں رات کو مرثیہ خوانی۔ نوحہ خوانی۔ قصائد بازی حرام ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ محرم الحرام کی آئمہ کے ہاں کوئی خصوصیت نہ تھی۔ نہ وہ مرثیہ خوانی اور عزاداری کا رواج رکھتے تھے۔ اگر محرم کی راتوں کو ماتمی نوحوں اور ترنم و غناء سے پر وجد و کیف بنانے کی کچھ گنجائش ہوتی تو حضرت امام صادق ضرور استثناء کرتے۔

جب یہ عقلی و نقلی طور پر ثابت ہو گیا کہ رسمی مرثیہ خوانی غناء میں داخل ہے تو اس کے متعلق امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ کا فیصلہ ملاحظہ ہو۔

۱- الغناء مما اوعد الله علیه النار۔
(کافی - الفقیه ص۳۷۱)

راگ ان چیزوں میں سے ہے جن پر اللہ نے آگ کی دھمکی دی ہے۔

۲- مجلس الغناء لاینظر الله الی اھله۔
(وسائل الشیعہ)

راگ گانے کی مجلس کی طرف اللہ تعالیٰ (نظر رحمت سے) نہیں دیکھتے۔

۳- عن الصادق علیه السلام استماع الغناء واللھو ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء فی الزرع۔
(وسائل الشیعۃ بحوالہ معارف اسلام)

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا راگ اور بے ہودہ قصوں کا سننا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی فصل اگاتا ہے۔

کاظمی صاحب نے تفسیر احمدی کے حوالے سے جن ناجائز مجالس کا نقشہ کھینچا ہے ہم اسے ہدیۂ ناظرین کرکے یہ بحث ختم کرتے ہیں تاکہ دونوں قسم کی مجالس میں فرق یا اتحاد سامنے آجائے
"ہمارے زمانے کے لوگوں نے جو انداز اختیار کر رکھا ہے کہ وہ مجلسیں منعقد کرتے ہیں اس میں شراب نوشی اور فواحش کا ارتکاب کرتے ہیں۔ فاسقوں اور بے ریش لونڈوں کو اکٹھا کرتے ہیں اور گانے والوں اور طوائف کو بلاکر ان سے گانے (مراثی اور دوہڑے بھی) سنتے ہیں۔ ان سے لطف اٹھاتے ہیں جو محض نفسانی خواہشوں اور شیطانی خرافات کی تکمیل ہوتی ہے۔ پھر گانے والوں کو خوب انعام دے کر ان کو داد دیتے ہیں۔ اور شکریہ ادا کرتے ہیں ان باتوں کے متعلق کوئی شک نہیں کہ یہ سخت گناہ ہیں اور انہیں جائز سمجھنا یقیناً کفر ہے کیونکہ قرآن مجید میں جو لہو الحدیث بیان ہوا ہے ان کی شان میں پورا اترتا ہے" انتہیٰ۔

اب ہم عزاداری کا انتظام کرنے والی انجمنوں اور ماتمی مجالس کے سرپرست حضرات سے پوچھتے ہیں کہ مذکورہ بالا مجالس کے نقشے میں شراب نوشی کے سوا اور کون سی چیز ہے جس کی ماتمی مجالس اور جلوس عزاداری میں کمی ہے۔ یقیناً فاسقوں کا اجتماع۔ کیونکہ صرف ایام محرم میں شراب خانے۔ متعہ خانے اور موسیقاری کے علانیہ اڈے بند کرکے تمام حضرات امام باڑوں اور کربلاؤں کو آباد کیا کرتے ہیں) عورتوں مردوں کا اختلاط۔ بے پردگی بے حیائی۔ گویوں کو بلاکر قصائد و مراثی سننا۔ موسیقی کی دھنوں پر نوحہ خوانی کرنا اور اس پہ اعزاز و اکرام

ہر چیز بڑھ چڑھ کر موجود ہے ہاں شراب نوشی کی کمی یوں پوری ہو جاتی ہے کہ ماتمی عزادار اتباع شیطین میں روزہ کے بجائے قسم قسم کے مروجہ مشروبات سے کام و دہن کی ضیافت کرتے ہیں جن کے بعض مشروبات میں شراب کی آمیزش ہوتی ہے۔

ہاں فرق صرف اسقدر ہے کہ عام لہو ولعب کی مجالس کو گناہ ہی سمجھا جاتا ہے اس لیے ان سے توبہ نصیب ہو جاتی ہے۔ مگر ماتمی مجالس چونکہ آئمہ اہل بیت کرام اور شہداء عظام کے نام پر جن کے پس پردہ سیاسی۔ اور معاشی حکمتیں کارگر ہوتی ہیں۔ منعقد کی جاتی ہیں لہٰذا ان میں شرکت کو جب گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا تو توبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ تو ماتمی مجالس ہیں لہو ولعب کے مناظر اور مجالس سے ان کا کیا تعلق؟ دونوں میں کافی فرق ہے تو اس کا جواب ہم امداد حسین کاظمی کی عبارت ہی میں دے دیتے ہیں۔

"قاعدہ کلیہ ہے کہ کسی چیز کا نام بدل دینے سے اس کی حقیقتِ واقعیہ نہیں بدل جاتی بلکہ جوں کی توں رہتی ہے..... اسی طرح گانے کو راگ کہو یا غنا یا موسیقی یا اسے سماع سے معروف کرو۔ نام بدل دینے سے اس کی حقیقت نہیں بدل سکتی اگر غناء حرام ہے تو اسے سماع کا نام دینے سے یہ حلال ہوگا نہ جائز نہ مباح۔ بلکہ حرام کا حرام ہی رہے گا۔" اسی قاعدہ کی بنا پر ہم بھی کہتے ہیں کہ سماع اور غناء کے معنی اور مرادمیں فی الجملہ فرق ہے مگر وہ فرق حلّت ثابت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اس کا نام مرثیہ خوانی رکھو یا نوحہ خوانی۔ ماتمی مجالس کہو یا قصائدِ مدحیہ بہر حال غناء ہے اور حرام ہے نام و عنوان بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی اور معمولی ظاہری فرق۔ رنگ کے فرق کی طرح۔ اس کی حرمت کو نہیں اٹھا سکتا۔ واللہ الھادی۔

ع۔ بنابریں آئمہ اہل بیت کو منصوص من اللہ معصوم حلال و حرام میں مختار صاحب وحی و صحیفہ و صاحب جماعت (امت بنام شیعہ) ماننا ہی ان کو نبی ماننا اور ختم نبوت کا انکار کرنا ہے۔ محض امام نام رکھنے سے وہ نبوت کی حقیقت سے خارج نہیں ہو سکتے۔ م م۔

باب پنجم
اہلِ ماتم کے سطحی شبہات کا اصولی جواب

قارئینِ کرام! اس رسالہ کو ہم جامع و مانع کرنا چاہتے ہیں لہٰذا جائز کہنے والوں کے وساوس و شبہات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جس مسئلہ کی حرمت پر قرآن کریم۔ احادیثِ نبویہ۔ ارشاداتِ آئمہ اور عقلی دلائل کا عظیم ذخیرہ موجود ہو۔ اس کے جواز کا تصور ہی کیسے ہو سکتا ہے۔ اور پھر قرآن و سنّت سے ان کی ضد کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ہو تو شرعی دلائل آپس میں متعارض ہو کر ساقط ہوں۔ کلام اللہ اور سنّتِ نبویہ اس کمزوری سے پاک ہیں۔ شیعہ چونکہ تقیہ اور کتمانِ دین و حق کے قائل ہیں آئمہ سے ان کے مروی لٹریچر میں تعارض عقلاً ممکن ہے اور بہت سے مسائل میں واقع بھی ہے مگر الحمد للہ مسئلہ ہذا میں محرّم روایات کے مقابل مُبیح کا عشر بھی ثابت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حال و ماضی قریب کے سوا شیعہ کی سب تاریخ میں بحث و نظر اور استدلال کے لحاظ سے اس مسئلہ کا وجود نہیں ملتا۔ نہ کتب و رسائل لکھے گئے۔ نہ محدثین شیعہ نے جوازِ ماتم پر ابواب قائم کیے۔ نہ اسے اصول و فروع یا فرائض و سنن میں شمار کیا عصرِ حاضر میں تحریکِ ماتم کے ذریعے پاکستان کو ایران اور شیعستان بنانے کی امنگیں رکھنے والے اہلِ قلم و زبان ماتمی حضرات اگر قرآن کی چند آیات یا تاریخی چند واقعات اور اخبارِ موضوعہ سے استدلال کرتے ہیں تو یہ ان کی کھلی بے اصولی۔ مذہب سے انحراف۔ مسلمانوں میں نفاق و انتشار کی سعی مذموم اور اسلام و پاکستان سے کھلی بغاوت کے مترادف ہے۔ ہم ان شبہات کی نمبروار تردید سے پہلے چند کلی اصول اور مقدمات پیش کرتے ہیں تاکہ ماتمی دنیا کا کوئی فرد بھی کسی بھی چیز سے اگر ماتم پر استدلال کرے تو اس کا جواب ان قواعد کے تحت دے دیا جائے۔

قرآن مستقل حجت نہیں

جمہور مسلمانوں کے ہاں شرعی دلائل چار ہیں۔ کتاب اللہ[1]۔ احادیث نبوی[2] (افعال و ارشاداتِ پیغمبر)، تمام صحابہ[3] و امت یا عظیم اکثریت کا کسی چیز پر اتفاق۔ [4] غیر منصوص فروعی درپیش مسائل میں قیاس شرعی کا استعمال۔ شیعہ حضرات کے ہاں شرعی دلائل صرف دو ہیں۔ [1] کتاب اللہ اور [2] احادیث آئمہ کرام جن کو ثقلین کہا جاتا ہے۔ حدیثِ نبوی اجماعِ امت اور قیاس کی حجیت کے وہ قائل نہیں۔

نیز ان کے یہاں کتاب اللہ مستقل دلیل شرعی نہیں کہ جو شخص جس مسئلہ پر چاہے قرآن پاک سے استدلال کرے اور برحق ہو۔ بلکہ کلام اللہ کے ساتھ کلام امام کے ضمیمہ کی احتیاج یقینی ہے۔ کیونکہ کلام اللہ کو صرف وہی جان سکتے ہیں۔ اصول کافی کتاب الحجۃ میں یہ باب موجود ہے

باب انه لم یجمع القرآن الا الائمة علیهم السلام و انهم یعلمون علمه کله۔

اس کا بیان کہ قرآن کسی نے سب جمع نہیں کیا مگر صرف آئمہ علیہم السلام نے اور وہی قرآن کا سارا علم جانتے ہیں۔

شیعہ کے شہیدِ ثالث قاضی نور اللہ شوستری قرآن کے حجت نہ ہونے کی بحث میں لکھتے ہیں۔

وازینجا معلوم میشود کہ قرآن حجت نتواند بود مگر بقیمے کہ بیان مقاصد بر وجہے نماید کہ احدے را دراں مجال شبہ و احتمال نماند۔ (مجالس المومنین ج ۱ صـ ۳۸۶)

اس تفصیل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن حجت نہیں ہو سکتا مگر امام کے ساتھ کہ وہ قرآن کا مقصد اس طرح بیان کرے کہ کسی کو اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

اس اصول کے تحت کوئی شیعہ اپنے کسی مسئلہ پر بھی قرآن کی آیت نہیں پڑھ سکتا جبتک اس کے امام نے استدلال نہ کیا ہو مسئلہ ہذا میں بھی شیعہ کو احادیث آئمہ سے استدلال کا حق ہے۔ قرآن سے ہرگز نہیں۔ کیونکہ آئمہ نے نہ ماتم کیا نہ حکم دیا نہ قرآن سے استدلال کیا شیعہ کے قبلۃ المجتہدین علامہ دلدار علی نے اساس الاصول صـ ۱۹ پر علامہ محمد تقی کا قول نقل کیا ہے۔

استشهد المصنف بالآیات تبعا للاصحاب وان لم یکن من داب الاخباریین فان الظاهر من کلامهم انهم یقولون ما نفهم کلام الله تعالى حتی نستدل به (بحوالہ تعنیہ آیاتِ قرآنی صـ ۶۳۹)

مصنف نے اپنے ساتھیوں کی طرح آیات سے بھی استدلال کیا ہے۔ حالانکہ قرآن سے استدلال محدثین (شیعہ) کی عادت نہیں ہے کیونکہ انکی یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہتے ہیں ہم کلام اللہ کو سمجھتے ہی نہیں کہ استدلال کریں۔

۲۔ خلافِ قرآن احادیث مردود ہونگی

شیعہ احادیث میں تقیہ کی وجہ سے شدید تعارض اور صحیح وغلط سب کچھ موجود ہے۔ امام نے استدلال کا معیار یہ بتایا ہے (جس سے ان کا سنی المذہب ہونا ظاہر ہے)، کہ ہر روایت قرآن پر پیش کی جائے اگر موافق قرآن ہو تو مانی جائے ورنہ جھوٹی سمجھ کر رد کر دی جائے۔

اصول کافی باب الاخذ بالسنۃ وشواہد الکتاب ص۶۹ پر ہے۔

عن ابی عبد اللہ یقول کل شئ مردود الی الکتاب والسنۃ وکل حدیث لا یوافق کتاب اللہ فھو زخرف وفی روایۃ عنہ مالم یوافق من الحدیث القرآن فھو زخرف"۔

امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کتاب اللہ اور سنتِ نبوی کی طرف لوٹائی جائے گی۔ جو حدیث کتاب اللہ کے موافق نہ ہو وہ بناوٹی ہے اور ایک روایت میں آپ سے یہ ہے کہ جو حدیث قرآن کے موافق نہ ہو وہ بناوٹی ہے۔

شیعہ وغیرہ کی احادیث کو کتاب وسنت پر جانچنے کا یہ معیار علماءِ اہلِ سنت والجماعت ہی اپنا سکتے ہیں کیونکہ وہ کتاب وسنت کو مستقل حجت سمجھتے ہیں۔ شیعہ حضرات تو مقدمہ اول کے تحت کتاب وسنت کے کسی مفہوم کو معیار بنا ہی نہیں سکتے بلکہ وہ تو ارشاداتِ آئمہ کے تابع ہی قرآن میں غور کر سکتے ہیں۔ تو وہ خلافِ اصول اسے کیسے اپنائیں۔ بنا بریں شیعہ لٹریچر سے ماتم وغیرہ کے جواز پر جو حدیث پیش کی جائے گی قرآن وسنت سے تعارض کی وجہ سے اہلِ سنت اسے رد کر دیں گے۔

۳۔ استدلال کے چار طریقے

کسی مسئلہ پر کتاب وسنت سے استدلال ۴ قسم کا ہوتا ہے۔ ا۔ عبارۃ النص۔ یعنی وہ کلام اسی مسئلہ کے لیے بولی گئی ہے۔ ب۔ اشارۃ النص۔ یعنی یہ مسئلہ کلام کا مقصودی تو نہیں۔ مگر خود بخود سمجھ آجاتا ہے۔ جیسے کسی خاص چیز پر نظر لگانے سے آس پاس کی چیز بھی نظر آجاتی ہے۔ ان دونوں کی مثال اصولِ فقہ والے یہ دیتے ہیں کہ مثلاً سورت حشر کی آیت للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم (یہ مالِ فے ان نادار مہاجرین کا بھی حق ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے بے دخل کر دیے گئے)، میں نص کی عبارت سے

مقصود تو ان کا "حقدار مالِ فے" بتانا ہے۔ مگر اشارہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ ان کے گھر بار اور اموال کے کفار مالک بن گئے اور یہ نہ رہے تبھی تو ان کو فقیر ونادار کہا گیا۔ ج۔ دلالۃ النص یعنی ضمنی طور پر سمجھ آنے والی بات ایسی یقینی ہو کہ مقصودی بات کی علت بنے۔ جیسے ارشاد ربانی ولا تقل لھما اف۔ (اور ماں باپ کو اف نہ کر)، سے یہ معلوم ہوا کہ ماں باپ کو مارنا۔ ستانا خادم وغیرہ بنانا سب کچھ ناجائز ہے کہ ان میں اف سے زیادہ ایذا رسانی ہے۔ د۔ اقتضاء النص۔ یعنی معنی مفہوم ومقصود کی تکمیل کسی مقدر لفظ سے ہوتی ہو۔ جیسے تحریر رقبہ (غلام آزاد کرنا) کے حکم میں مملوک ہونا بھی نص کا تقاضہ ہے کہ غلام بغیر خریدے اور مملوک بنے آزاد نہیں کیا جا سکتا۔

ان چاروں قسموں میں عبارۃ النص اور دلالۃ النص سب سے قوی حجت ہیں ہمارے پیش کردہ قرآن وسنت اور ارشاداتِ آئمہ کے دلائل صاف امر ونہی اور خاص قطعی المفہوم عبارۃ النص کی قسم پر مشتمل ہیں۔ بالفرض اگر دیگر وجوہ سے کسی آیت وحدیث سے استدلال ہوگا۔ تو وہ ہرگز معارض اور دلیلِ مسلمہ نہ سمجھا جائے گا۔

مقدمہ ۴۔ ترجیح کے اسباب

محدثین نے مختلف احادیث میں ترجیح کے متعدد اسباب بیان کیے ہیں۔ حدیث قولی۔ حدیث فعلی پر مقدم ہوگی۔ کہ فعلی میں تخصیص کا احتمال ہے۔ مثلاً فرض کیجیے کہ کسی موقعہ پر حضرت حسینؓ رو دیے یا حضور علیہ السلام نے سوگ کیا۔ جیسے شیعہ موضوع قسم کی روایات سے تاثر دیتے ہیں۔ تو یہ قابلِ عمل نہ ہوں گی بلکہ آپکے صریح ارشادات حجت ہوں گے جو قولی ہیں۔ اسی طرح حرام ثابت کرنے والی روایت حلال ثابت کرنیوالی پر مقدم ہوگی۔ احتیاط پر مبنی غیر احتیاط والی سے افضل ہوگی۔ بنا بریں یہ قاعدہ بھی ہے کہ سنت وبدعت کا کسی چیز میں اختلاف پڑ جائے تو چھوڑنا اولیٰ ہے۔ کہ احتیاط بدعت سے بچنے میں ہے۔ اسی طرح ظاہر قرآن۔ سنت۔ عملِ امت۔ آئمہ دین اور قیاس صحیح کے موافق روایات مقدم ہوں گی تو مذکورہ ۷ قسم کی احادیث وجوہِ بالا کی رو سے افضل اور قطعی ہیں۔ ان کے مقابلے میں کوئی صحیح روایت بھی پیش نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ محض موضوع اور ضعاف کا سہارا لیا جائے۔

مقدمہ ۵ استدلال صرف صحاح سے ہوگا

مسئلہ ماتم اور اسکے متعلقات شریعت میں حرام ہونے کے علاوہ کوئی فرض۔ واجب۔ سنّت۔ مستحب نہیں۔ لیکن عصرِ حاضر میں شیعہ حضرات نے ان کو احکام اور شعائر کا درجہ دے دیا ہے۔ تو گذارش ہے کہ احکام پر استدلال صرف احادیثِ صحیحہ سے ہوتا ہے۔ ضعاف اور غیر معتبر روایات یا محض عوام کے عمل سے نہیں ہوتا۔ ہم نے حرمت کا ثبوت قرآنِ پاک کی ۵۰ آیات کے علاوہ شیعہ کی صحاح اربعہ کافی۔ من لا یحضرہ الفقیہ وغیرہ کتب معتبرہ سے دیا ہے۔ نہج البلاغۃ بھی قطعی معتبر ہے جلاء العیون بھی معتبر ہے مگر ان سے کم ہے۔ اور ہر روایت پر "معتبر" ہونے کی مہر لگی ہے۔ تاہم اگر کوئی انہیں مستند نہ مانے تو یہ روایات تائیداً سمجھے۔ اب جو شخص ان کا معارضہ کرے تو وہ صحاح اربعہ سے ہی نہی کے مقابل باقاعدہ امر کے صیغوں سے ماتم اور اس کی متعلقہ رسوم کو ثابت کرے۔ ورنہ اسکی پیش کردہ ہر دلیل ردّی کی ٹوکری میں ڈال دی جائے گی۔ اسی طرح اہلِ سنّت کی صحاح کے معارضہ میں اسی کے ہم پلّہ صیغہ امر پر مشتمل ماتم کی تعلیم درکار ہوگی۔ غیر مستند کتبِ سیرت۔ معجزات کتبِ حدیث کی قسم سوم و رابع سے استدلال خلافِ اصول ہوگا۔ فافہم

مقدمہ ۶ نصوص کے مقابلے میں قیاس یا عملِ عوام سے استدلال باطل ہے

شیعہ حضرات کے نزدیک قیاس کسی بھی شکل میں حجّت نہیں اور عوام الناس کا عمل اور اجماع تو بالکل حجت نہیں۔ امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ قیاس والوں (اور ڈھکوسلہ بازوں) نے علمِ قیاس کے ذریعے طلب کیا تو ان کو قیاس نے حق سے دور کر دیا اور بلا شبہ اللہ کا دین قیاس کے ذریعے درست نہیں رہ سکتا۔ (اصول کافی باب البدع والرای والمقائیس ص ۵۴)

بنا بریں ہم کہتے ہیں کہ شیعہ عوام و خواص جوازِ ماتم پر جو عقلی استدلالات کیا کرتے ہیں کہ "حضرت امام حسینؓ سب سے بڑے مظلوم ہیں تو آپ پہ تو ماتم و سینہ کوبی جائز ہونی چاہیے۔ آپ نے اسلام کی خاطر اپنا خاندان شہید کرایا تو ماتم و عزاء کے ذریعے آپ کو خراجِ تحسین پیش کرنا چاہیے۔ آپ چہیتے نواسہ رسول ہیں آپ کی یادگار مجالسِ ماتم رہنی چاہیں۔ آپ کی عزت یا مظلومانہ شہادت کا معاینہ اگر رسولِ پاکؐ، حضرت فاطمہؓ و علی المرتضیٰؓ کرتے تو ماتم کرتے وغیرہ"

یہ سب قیاسات فاسدہ ہیں۔ نصوص کے مقابلے ہیں۔ اس قسم کی سخن سازی دراصل خدا اور رسول اور آئمہ دین کے اقوال و اعمال سے استہزاء کرنا ہے۔ خدا اور رسولؐ ہرگز ان باتوں سے خوش نہیں ہوتے۔ اسی طرح یہ استدلال "کہ تحریکِ ماتم دن بدن زوروں پہ ہے۔ مخالفت کرنیوالے خود ناکام ہو رہے ہیں جب بنو امیہ اور بنو عباس اسے نہ روک سکے تو علماء کی مخالفت سے کیا ہوتا ہے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس تحریک عزا پہ راضی اور خوش ہیں اور یہ بلا شبہ جائز ہے" سراسر جہالت اور خدا و رسول کا مقابلہ ہے۔ عہدِ رسالت اور خیر القرون سے دوری کی بنا پہ ہر قسم کے کبائر و جرائم ترقی پر ہیں تو کیا یہ بھی جائز اور خدا کی رضا سے ہیں۔ مشرکینِ مکہ بھی تو یہی کہتے تھے۔ "اگر اللہ کو ہمارا شرک و کفر ناپسند ہوتا تو ہم نہ کرتے (القرآن) دراصل ماتم کے ناجائز عمل نے فطرتِ سلیمہ مسخ کر دی ہے کہ حرام، حلال اور حلال، حرام نظر آرہا ہے۔

مقدمہ ۷ مقربینِ الٰہی کیطرف گناہ کی نسبت بڑی جسارت ہے

یہ بھی قاعدہ ہے کہ جو شخصیت جتنی بڑی ہوگی اس کیطرف نامناسب کام کی نسبت بھی خطرناک ہوگی۔ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں۔ بظاہر چند آیات کی بھی تاویل کی جاتی ہے۔ مشہور اور متواتر روایات سے بھی گناہ کی نسبت نہیں کی جاسکتی اور منافی عصمت عام روایات کو تو کبھی قبول نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیتِ عظامؓ کیطرف انکے پُرعظمت مقام کیوجہ سے نامناسب کام یا گناہ کی نسبت بڑی جسارت کی بات ہے۔ قطعی لاریب ذریعہ کے بغیر ان پر اتہام لگانا ان سے دشمنی رکھنا ہے اور قطعی ذریعہ سے منسوب بات کی بھی تاویل اور مرادِ صحیح بیان کرنا لازم ہے۔ بنا بریں ہم کہتے ہیں کہ روایاتِ متعلقہ سانحہ کربلا میں مستوراتِ اہلِ بیت کا بے پردہ ہونا ننگے سر لوگوں سے خطاب و گفتگو کرنا پیٹنا بین کرنا۔ علانیہ مرثیے پڑھنا وغیرہا جو کچھ بیان کیا جاتا ہے سب بے اصل اور غلط ہے اس کی نسبت ان مخدراتِ کریمہ کی طرف گناہِ عظیم ہے۔ بالفرض بین و بکاء کی کچھ اصلیت ہو تو یہ صنفِ نازک کی طبعی کمزوری۔ مصائب کے عینی مشاہدہ سے مغلوبیت اور خاص قسم کے اثر و حال پر مبنی تھی جس سے بچاؤ ممکن ہی نہ رہا تھا۔ نہ انہوں نے قرآن و سنّت اور وصیتِ امام حسینؓ کی مخالفت کی نہ خلافِ شرع کام حلال جان کر کیے تاکہ باطل پرست اسے جائز بنا دیں۔

مقدمہ ۸ تفسیر بالرائے کی حقیقت | قرآنِ پاک کے الفاظ سے جو مفہوم خود بخود سمجھ آئے عام آیات واضحہ محکمہ کے بھی خلاف نہ ہو کسی قطعی عقیدہ کے بھی خلاف نہ ہو اور روایات واقوالِ مفسرین سے اس کی تائید ہوتی ہو۔ یا سابقہ تائید تو نہ ملے مگر وہ کسی نئے مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوں لغت بھی تائید کرے اور کسی اصول وعقیدہ کے بھی خلاف نہ ہو تو اس مفہوم کو بیان کرنا تفسیرِ صحیح کے ذیل میں آئے گا۔

اور اگر پہلے سے ایک نظریہ قائم کر لیا جائے بظاہر قرآن وسنّت اس کے خلاف ہوں اب بعض آیات کو کھینچ تان کر اس پر فٹ کیا جائے۔ سیاق وسباق اور محاورہ لغت کے خلاف اس سے مطلب اخذ کیا جائے۔ مسئلہ زیرِ بحث قدیم ہونے کے باوجود اس پر کسی نے استدلال نہ کیا ہو تو یہ تفسیر بالرائے سمجھی جائے گی جو حرام ہے۔ بنا بریں ہم کہتے ہیں کہ آج جو چند آیات سیاق وسباق سے کاٹ کر اور توڑ موڑ کر جوازِ ماتم پر پیش کی جاتی ہیں کیا وجہ ہے کہ ۱۳۰۰ سال سے کسی مفسر عالم۔ محدث۔ شیعہ وسنی نے ان سے ماتم کے جواز پر استدلال نہیں کیا اور آج نئے محقق ماتم کو قرآن سے ثابت کر لینے والے اسی طرح پیدا ہو گئے جیسے خاتم النبیین کی نبی ساز تفسیر کرنیوالے قادیانی مفسر پیدا ہو گئے۔

مقدمہ ۹ خواب کی شرعی حقیقت | نبی کا خواب دیکھنا معتبر ہے کہ وہ ایک قسم کی وحی ہوتی ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنا دیکھا تو پھر اس پر عمل کر دکھایا۔ مگر غیر نبی کا خواب معتبر نہیں۔ وہ اگر شریعت کے خلاف نہ ہو تو صرف خواب دیکھنے والے کے لیے معتبر ہے اوروں کے لیے حجت اور اس کا ماننا لازمی نہیں اور اگر خلافِ شرع ہو تو پھر ظاہر شرع پر عمل ہوگا خواب کا اعتبار نہ ہوگا۔ اور بسا اوقات خواب کا منظر الٹ ہوتا ہے۔ تعبیر برعکس کی جاتی ہے۔ مثلاً خواب میں مرنا اور قتل ہونا درازیٔ عمر کی علامت ہے۔ پانی دیکھنا مصیبت کی علامت ہے۔ دولت دیکھنا . . . . .

بنا بریں ہم کہتے ہیں کہ مشکوٰۃ شریف میں خواب میں حضورؐ کے غبار آلود ہونے کی روایت اگر صحیح بھی ہو تو اس کی تعبیر یہ نہ ہو گی کہ آپؐ ماتم کرتے ہیں یا ماتم کو پسند کرتے ہیں کیونکہ یہ آپ کی تعلیم اور مشنِ حیات کے خلاف ہے بلکہ یہ ہو گی کہ منافقوں نے میرے نواسہ کو شہید کر کے

میری عزت خاک میں ملا دی اور میرے سر پہ مٹی ڈال دی۔ میں مقتلِ حسین سے ہو آیا ہوں۔ یعنی میرے ساتھ یہ توہین آمیز سلوک کیا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت سکینہ کا آپ کو اور حضرت فاطمۃ الزہرا کو غمگین اور سیاہ پوشی میں دیکھنے کی تعبیر یہ ہو گی کہ آپ کی شہادت سے اسلام کا نقصانِ عظیم ہوا اور وہ غمزدہ ہے۔ اور تاریکی کی سیاہ چادر سب زمین پہ چھا گئی ہے۔ واللّٰہ اعلم۔

مقدمہ ۱۰ ہر کام حدود میں ہونا چاہیے | کچھ نئے محقق یہ ڈھکوسلہ بھی بار بار دہراتے ہیں کہ "رونا اور آنسو بہانا طبعی اور فطری ہے۔ بچہ بھی روتا ہے۔ مصائب آنے پر ہر کوئی روتا ہے۔ غم جب شدت اختیار کرتا ہے تو آہ و آواز نکلتی ہے جس کا نام بین ہے۔ جب جذبات میں اور شدت ہوتی ہے تو آدمی منہ سر پیٹتا، دیوار سے سر ٹکراتا اور سینہ زنی بھی کرتا ہے۔ یہ سب حرکات فطری اور شدتِ غم کا نتیجہ ہیں۔ جب آغاز جائز ہے تو انتہا بھی جائز ہونی چاہیے۔" مگر یہ سراسر جہالت بلکہ حماقت ہے۔ جو چیز فطری ہے وہ جائز ہے۔ سنتِ نبوی تک سے اس کا ثبوت ہے۔ اور آگے جو غیر فطری امور ہیں وہ سب ناجائز ہیں۔ شریعتِ مقدسہ نے حرام کر دیے ہیں۔ اگر وہ محض فطری ہوتے تو شرع حرام نہ کرتی۔ مثلاً ہنسنا بھی فطری ہے تبسم وضحک سنت سے بھی ثابت ہے۔ قہقہہ جائز مگر ناپسندیدہ ہے۔ لیکن اس سے آگے لوٹ پوٹ ہونا۔ ناچنے لگنا۔ گیت گانا۔ سب وقار کے خلاف بلکہ شریعت کے بھی خلاف ہیں۔ شادی بیاہ کی خوشی میں برائے اعلانِ نکاح دف بجانا۔ اچھے کپڑے پہننا۔ خرچ میں توسع کرنا درست ہے۔ مگر ڈھول وباجے بجوانا۔ رقص کرنا کرانا۔ تکبر واسراف کرنا سب حرام ہے۔ حالانکہ یہ بھی ایک ہی سلسلہ شادی کا مبداؤ منتہا ہے۔ کسی غیر محرم حسین پر نظر پڑ جانا۔ ذہن میں نقش مرتسم ہو جانا فطری ہے۔ مفر ممکن نہیں۔ لیکن پھر تجسس کرنا۔ محبت بڑھانا حتّٰی کہ گناہ تک میں گرفتار ہو جانا۔ سب ہی ایک سلسلہ کی کڑیاں ہیں مگر مبداء وانتہا میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ تو اسی طرح طبعی غم اور اشکباری سے تجاوز کر کے بین کرنا۔ پیٹنا۔ سینہ زنی کرنا وغیرہ حرام ہوگا۔ جیسے شہداءِ کربلا کے ساتھ ایمانی اور درود وسلام کی محبت سے تجاوز کر کے۔ ان کی یادگاریں بنانا چومنا۔ سر ٹیکنا منت ماننا۔ نذر ونیاز چڑھانا اولادیں مانگنا اور مصائب میں پکارنا۔ نورٌ من نور اللّٰہ واجزائے خداوندی ماننا بلاشبہ حرام اور شرک ہوگا۔ حالانکہ ایک سلسلہ کے یہ امور ہیں سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا

نوٹ: طبع دوم میں اختصار اور افادہ عام کے لیے آخری دو جزو حذف کر دیئے

جوازِ ماتم پر استدلالات مع جوابات۔

۱۔ "عام الحزن" کی وجہ تسمیہ دال ہے کہ غمگین ہونا سنتِ نبوی ہے۔

الجواب۔ یہ سنہ نبوت کا واقعہ ہے کہ شعب کی محصوری سے نکلنے کے بعد حضرت ابوطالب نے وفات پائی جو آپؐ کے چچا اور خاندانی لحاظ سے پشت پناہ تھے آپؐ کو صدمہ شدید ہوا۔ ابھی یہ ہٹنے نہ پایا تھا کہ تین دن بعد حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا جو آپؐ کی سب سے پہلی انتہائی غم خوار اور غمگسار رفیقہ حیات تھیں۔ بھی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ ان ہمدردوں کی معاً وفات سے رسول اللہ کو اتنا رنج و قلق ہوا کہ اس سال کا نام عام الحزن پڑ گیا۔ یعنی وہ سال جس میں حضورؐ کو رنج و غم شدید پہنچا۔ یہ وجہ تسمیہ ایسے ہی ہے جیسے ہجرت کے سال کو عام الہجرت۔ ہاتھیوں کی مکہ پر چڑھائی والے سال کو۔ عام الفیل۔ اور صلح حدیبیہ یا حجۃ الوداع والے سال کو عام الحدیبیہ یا عام حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ یعنی اہم حادثہ کی وجہ سے وہ سال اس کے نام سے مشہور ہو جاتا ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پورا سال غم مناتے رہے یا ماتمی مجالس قائم کیں۔ یاروں نے پیٹنے کی طرح ڈالی۔ اللہ استدلال کرنے والوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

۲۔ سیرت النبی وغیرہ میں ہے کہ شہداءِ احدؓ پہ انصاری عورتوں نے ماتم کیا اور روتی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا حمزہؓ کو تو رونے والی نہیں ہیں۔ پھر وہ حمزہؓ کو رونے آئیں تو آپؐ نے ان کو دعائے خیر دی۔ معلوم ہوا کہ شہداء پہ ماتم حضورؐ کو پسند تھا۔ (محصلہ)

الجواب۔ اس سارے قصہ کی مراجعت سے یہی پتہ چلتا ہے کہ عورتیں اکٹھی ہو کر روتی تھیں اور اسی اجتماعِ زناں برائے سوگ کو عرف میں ماتم کہا جاتا ہے۔ اور بعض حضرات نے تعبیر کیا ہے۔

شیعہ کتاب فروع کافی ج ۱ باب التعزی میں ہے۔ عن ابی عبد اللہ قال یصنع لاھل المیت ماتما ثلثۃ ایام من یوم مات۔ اس کا ترجمہ شیعوں کے ادیب اعظم سید ظفر حسن صاحب امروہوی نے یہ لکھا ہے۔ "کہ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ اہلِ میت کے ساتھ تین روز شریکِ غم ہونا چاہیے موت کے دن سے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ کتبِ سیرت سے لفظِ ماتم کا مفہوم صرف سوگوار ہونا اور شریکِ غم ہونا یا اہلِ میت کو کھانا وغیرہ بھیجنا ہے۔ ماتم کا معنیٰ بین کرنا۔ پیٹنا۔ منہ نوچنا اور سینہ زنی کرنا تو ہرگز نہیں جس پر شیعہ کا اصرار ہے۔ پھر اس ماتم کی بھی صرف تین دن تک اجازت ہے۔ اور کتبِ سیرت میں یہ بھی ہے کہ جب عورتیں حضرت حمزہؓ کو رونے جمع ہوئیں تو آپ نے فرمایا۔

"میں تمہاری ہمدردی کا شکرگزار ہوں مگر مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں۔"

اور سیرت ابنِ ہشام کے الفاظ یہ ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ پر عورتوں کے رونے کی آواز سنی تو آپ باہر تشریف لائے وہ مسجد کے دروازے پر ہی نوحہ کر رہی تھیں آپؐ نے فرمایا: اللہ تم پر رحم فرمائے تم واپس چلی جاؤ۔ تم نے اپنی طرف سے تسلی کا حق ادا کر دیا ابنِ ہشام نے کہا اسی روز نوحہ کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ قال ابن ھشام ونھی یومئذٍ عن النوح (سیرت ابن ہشام ص 99/2) اور مدارج النبوۃ میں جو یہ قصہ ہے اسمیں بھی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن نوحہ کرنے سے منع فرما دیا۔ اور معارج النبوت میں بھی یہی ہے اور روضۃ الاحباب میں اتنا زیادہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا میرا مقصد نہ تھا کہ عورتیں آئیں اور حضرت حمزہؓ پر روئیں آپؐ نے نوحہ کرنے سے منع فرمایا اور اس مخالفت میں تاکید و مبالغہ فرمایا۔ (بحوالہ بشارۃ الدارین ص ۱۲۴)

~ اتنی سی بات تھی جس کا افسانہ کر دیا۔

ورنہ ماتم و گریہ بر شہداء کی شرعی حیثیت وہ ہوتی جو شیعہ باور کراتے ہیں تو حضور علیہ الصلاۃ والسلام منع کرنے کے بجائے باقاعدہ پورے سال میں اور پھر ہر سال۔ چہلم۔ برسی وغیرہ کی شکل میں ماتمی مجالس قائم کرتے کیونکہ آپ حضورؐ کے انتہائی محبوب شفیق چچا تھے۔ انتہائی مظلومی اور بے دردی سے شہید کیے گئے۔ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد سب سے بڑا صدمہ ان کا ہی آپ کو پہنچا تھا۔

۳۔ حضور علیہ السلام کی وفات پر حضرت عائشہؓ نے اور خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراءؓ نے آپؐ پر گریہ و ماتم کیا۔ جیسے کہ طبری۔ معارج النبوۃ۔ سیرِ حلبیہ وغیرہ سے پتہ چلتا ہے۔

الجواب۔ حرمتِ ماتم پر قوی ترین مراجع کے مقابلے میں ان کتب کی کوئی حیثیت نہیں جب اسکا

حرام ہونا قطعی ثابت ہے تو ان نفوسِ قدسیہ کی طرف گناہ کی نسبت ناجائز ہوگی۔ یا مناسب تاویل کرنی پڑے گی۔ ملاحظہ ہو مقدمہ ص

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے بے قراری سے جو الفاظ فرمائے ان میں یہ بھی تھے۔ اے خدا اپنے حبیب کے ثواب سے محروم نہ فرما اور روزِ قیامت حضور اکرم کی شفاعت سے محروم نہ کرنا۔

جس سے معلوم ہوا کہ وہ آپ کی شفاعت کی محتاج اور صبر کی ہی طالب تھیں۔ اس میں نہ آپ کے بین و پیٹنے کا ذکر ہے نہ منہ و سینہ کوبی اور بالوں کی پراگندگی کا جو شیعہ کا مطلوب ہیں۔ اور وہ ایسا کرتی ہی کیوں جبکہ حضور نے آپ کو لا تقیمی علی النائحۃ (مجھ پر ماتمی مجلس قائم نہ کرنا) سے منع فرما دیا تھا حوالے باب ثالث میں دیکھ لیں۔

اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رونے کے ذکر میں یہ بھی ہے کہ کاشانۂ اقدس کے ایک کونے سے یہ آواز سنی گئی لیکن کہنے والے کو کسی نے نہ دیکھا اس نے کہا۔ السلام علیکم اهل البیت و رحمۃ اللہ و برکاتہ کل نفس ذائقۃ الموت۔ اے نبی اللہ کے اہل بیت اتم پہ اللہ کا سلام و رحمت اور برکتیں نازل ہوتی رہیں۔ ہر جی موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ بلاشبہ قیامت کے دن تمہاری نیکیوں کا پورا پورا اجر دیا جائے گا تم جان لو کہ ہر مصیبت کے لیے اللہ عزوجل کے نزدیک درجہ اور خوشی ہے۔ ہر فائت کے لیے ایک قائم مقام ہے لہذا اللہ عزوجل پہ اعتماد و وثوق رکھو اور وہ تمہیں اس کی طرف لوٹائے گا آہ و فغاں نہ کرو درحقیقت وہی مصیبت زدہ ہے جو ثواب سے محروم ہے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۴۳۷)

جس سے معلوم ہوا کہ منجانب اللہ فرشتے نے تسلی دیکر اس بیتابانہ عمل سے بھی آپ کو روک دیا۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اہل بیتِ نبوی ہیں۔ اسی قسم کا سلام بر اہلبیت حضرت سارہ پر فرشتوں نے کیا تھا (پ ۱۲ ع ۷) اور سورہ احزاب میں بھی سب ازواجِ مطہرات کو اہلِ بیتِ نبوی اللہ نے قرار دیا ہے۔ الغرض اس قسم کی روایات کی صحیح تعبیر اور نصوص سے غیر متصادم معنیٰ بیان کرنا اسی طرح ضروری ہے جیسے وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی اور

ووجدک ضالا فهدی کا معنیٰ بیان کیا جاتا ہے۔ جیسے یہاں عصیان وغوایت اور ضلالت کو برِ اصل رکھ کر انبیاء کی طرف (العیاذ باللہ) نسبت کرنا اور تمام دیگر دلائلِ عصمت کو جھٹلانا۔ یا قرآنی ہدایت کے مفہوم کو بدلنا روا نہیں ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی جائز نہیں ہے کہ ماتم نوحہ بین وغیرہ حرام نہیں ہیں۔ اگر حرام ہوتے تو حضرت فاطمہ و عائشہ رضی اللہ عنہما کیوں کرتیں۔

۴۔ مسند احمد بن حنبل۔ الاصابہ وغیرہ میں ایسی روایات ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر رونے سے جنت مل جاتی ہے۔

الجواب۔ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں ہے۔ بالفرض ایسی روایات کی اگر کچھ اصل ہو تو اس کا متبادر مفہوم یہی ہوتا ہے جس شخص میں ایمان وغیرہ اعمالِ صالحہ موجود ہوں۔ روایاتِ صحیحہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ خیر سنے اور رقت طاری ہو۔ جیسے خود راقم اور سنی مسلمانوں کو بھی بلا تکلف ہوتا رہتا ہے۔ اور اس پر ثواب موصل الی الجنۃ مرتب ہو تو یہ محلِ نزاع سے خارج ہے مگر شیعہ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ غمِ حسین میں آواز سے رونا۔ پیٹنا۔ منہ و سینہ کوبی کرنا سب محرمات مطلقاً ذریعہ جنت ہیں۔ بڑے سے بڑا گنہگار معافی پاکر جنت میں جائے گا۔ اس لحاظ سے نہ حدیث دال بر دعویٰ ہے۔ نہ وہ صحیح ہے۔ کہ درایت کے خلاف ہے۔ اس پہ لازم آتا ہے کہ اور کوئی بخشا جائے یا نہ یزید۔ ابن زیاد۔ قاتلانِ امام حسین شیعانِ کوفہ سب سے پہلے جنتی ہوں کہ ان کا غمِ حسین میں رونا تاریخی حقیقت ہے۔ اور جو عمل خیر کی بنیاد ڈالے سب متبعین کا ثواب اس کو تو پہنچتا ہی ہے۔

جواب ۲۔ مسندِ احمد کا بھی مجہول حوالہ دیا جاتا ہے۔ صحابی اور اس سے راویوں کا حال نہیں بتایا جاتا۔ بنا بریں تلاشِ بسیار کے باوجود یہ ملتی نہیں۔ جب تک اس کی صحت ثابت نہ ہو تو بلا ثبوت صحت یہ کیونکر حجت ہو۔ علاوہ ازیں مسند احمد احادیث کا عظیم ترین ذخیرہ ہے۔ اس میں ضعیف احادیث بھی بکثرت ہیں۔ علامہ قاری حنفی لکھتے ہیں۔ والحق ان فیه احادیث کثیرة ضعیفة وبعضها اشد فی الضعف۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۳) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ عجالہ نافعہ میں لکھتے ہیں۔ در مسندِ احمد ضعاف بسیار اند۔ الاصابہ کا حوالہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ

مطبوعہ بیروت ہو یا مصر کسی میں اس روایت کا نشان نہیں۔ شیعہ دوست مرعوب کرنے کے لیے بے پر کی اڑاتے رہتے ہیں۔

۵۔ ینابیع المودة۔ تذکرۃ الخواص۔ سر الشہادتین وغیرہ میں ہے کہ شہادت حسین رض پر زمین و آسمان روئے۔ ملائکہ اور جنات روئے۔ تو انسانوں کو بھی ماتم کرنا چاہیے۔

الجواب لہ۔ بالفرض جب یہ چیزیں روئیں تو انسان بھی روئے۔ دوست دشمن سب روئے حضرت علی رض ہوں یا حضرت حسین رض۔ حضرت عثمان مظلوم ذوالنورین ہوں یا حضرت عمر فاروق رض حضرت طلحہ ہوں یا حضرت زبیر (رضی اللہ عنہم اجمعین) کونسا وہ مسلمان ہوگا جو ان اکابرین اسلام کی مظلومانہ شہادت پر اشکبار نہ ہوا ہو۔ حادثہ پہ بالفعل متاثر ہونا اور آنسو بہانا محل نزاع سے خارج ہے۔ مابہ النزاع یہ ہے کہ کیا اب آسمان و زمین گریہ کرتے ہیں۔ جنات ماتم کرتے ہیں۔ کائنات کی ہر چیز یا ماتم کرتی ہے۔ اگر نہیں کرتی۔ حالانکہ وہ مکلف اور رد کے ہوئے بھی نہیں ہیں۔ تو انسانوں کا ایک گروہ خلافِ فطرت رونا پیٹنا چہرہ و بدن لہولہان کرنا۔ خودکشی کا شکار ہو جانا کیوں اپناتا ہے۔ شریعت کی خلاف ورزی کرکے واجباتِ شرعیہ کو بھی چھوڑ بیٹھتا ہے۔

ب۔ یہ کتابیں نہ اہلسنت کی ہیں نہ ان پر حجت ہیں۔ ینابیع المودت کے مصنف شیخ سلیمان قندوزی حنفی اور سنی نہیں بلکہ تقیہ باز شیعہ ہیں۔ جیسے بیشتر شیعہ علماء کا یہی کردار رہا ہے۔

قاضی نور اللہ شوستری نے لکھا ہے کہ ہمارے شیعہ علماء حنفی و شافعی بن کر کام کرتے رہے ہیں اور اپنے قلم و تصانیف کے ساتھ اکابر و مشاہیر شیعہ کی وادی طے کرتے رہے ہیں۔ ہمیشہ اپنے حالات کو دشمنوں سے چھپایا ہے اور اپنے دل میں التقیہ دینی ومن دین آبائی۔ (تقیہ و کتمانِ مذہب میرا اور میرے باپ دادے کا مذہب ہے) کا بیج دل کی زمین میں بویا ہے۔ (مجالس المؤمنین ص۳)

چنانچہ ان کی کتاب ینابیع المودة میں فی الجملہ صحابہ رض پر تبرا کیے بغیر عموماً شیعہ عقاید کا ہی بیان ہے۔ مثلاً دو حدیثیں ملاحظہ ہوں۔ ۱۔ موفق بن احمد نے حضرت بریدہ رض سے حدیث وصیت

روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر نبی کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے۔ میرے وصی اور میرے وارث علی ہیں۔ (ینابیع المودة ص۱۲۷) نیز رسول اللہ نے فرمایا اے علی میرے بعد فضیلت تیرے لیے ہے۔ تیرے بعد ان آئمہ کے لیے ہے جو تیرے فرزند کی اولادیں سے ہوں گے ص۱۴۷۔ یہ دونوں شیعہ کے خاص عقیدے ہیں۔ اہلِ سنت تو وصی و خلیفہ اور سب سے افضل حضرت ابوبکر رض کو مانتے ہیں۔ اور اگر شیخ سلیمان موصوف واقعی سنی اور حنفی ہیں تو یہ کتاب ہرگز ان کی نہیں ہے کسی شیعہ عالم کی ہے جو ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ شیعہ کے کارناموں میں سے یہ بھی ہے کہ خود کوئی کتاب لکھ کر کسی عالمِ اہلسنت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ بہرحال ینابیع المودة چونکہ شیعہ عقاید پر مشتمل ہے اور شیعہ ہی نے زرِ کثیر صرف کرکے شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور سے شائع کرائی ہے۔ اس لیے اہلِ سنت پر اس کی کوئی عبارت حجت نہیں۔ (ماخوذ از البشارۃ الدارین ص۲۲)

رہی تذکرۃ الخواص۔ تو یہ سبط ابن جوزی کی تالیف ہے۔ اس کا نام یوسف بن فرغلی ہے ان کی متعدد تالیفات ہیں کوئی ٹھوس مذہب نہ رکھتے تھے۔ بعض مؤرخین نے تو ان کے مناقب ہی لکھے ہیں۔ جیسے مرۃ الجنان یافعی۔ تاریخ ابن خلکان۔ فوائد البہیہ۔ لیکن محققین علماء نے ان کا مسلک واضح کر دیا ہے۔ جیسے حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں۔ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ ج۲ ص۱۳۲ میں عبدالقادر قرشی نے جواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ ج۲ ص۲۲۳ میں اور کاتب چلپی نے کشف الظنون میں اور حافظ ابن حجر نے لسان المیزان ج۶ ص۶۲۸ واضح کر دیا ہے۔ کہ یہ بزرگ حنفیوں میں حنفی تھے۔ حنبلیوں میں حنبلی تھے اور شیعوں میں شیعہ تھے۔ اور شیعوں کے لیے انہوں نے تصانیف مدون کی ہیں چنانچہ ایک جس کا نام اعلام الخواص بھی ہے اور اسی کتاب کو تذکرۃ الخواص کے نام سے شیعوں نے مطبع العلمیہ نجف اشرف سے شائع کیا ہے۔ یہ اسی سبط ابن جوزی کا ہے اور شیعہ مسلک کی تائید میں مدون کی ہے۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ قلت ومن شرط الامام ان یکون معصوما لئلا یقع فی الخطاء ص۳۸ تذکرۃ الخواص) اور امام مہدی کو زندہ فی الحال منتظر تسلیم کرتے ہیں اور اس کو آخر الائمہ کہتے ہیں۔ (از حدیث ثقلین ص۱۹۲ مولانا محمد نافع)

معارج النبوۃ سے بھی شیعہ حضرات اپنے مفاد میں کچھ نقل کرتے رہتے ہیں۔ مگر یہ بھی کوئی

معتبر اور سنی عالم کی کتاب نہیں۔ بریلوی مکتبِ فکر کے امام مولانا احمد رضا خاں صاحب سے پوچھا گیا کہ "معارج النبوۃ" کیسی کتاب ہے اور اس کے مصنف عالم اہل سنت معتبر محقق تھے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا "کہ سنی واعظ تھے۔ کتاب میں رطب و یابس سب کچھ ہے۔ (احکامِ شریعت ج ۲ ص ۹۲) علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں "متاخرین نے عام طور پر بیہ معجزات کا سرمایہ جن کتابوں سے حاصل کیا۔ وہ طبری۔ طبرانی۔ بیہقی۔ دیلمی۔ بزار۔ اور ابو نعیم اصفہانی کی تصنیفات ہیں۔ حافظ قسطلانی نے اپنی روایات کو بغیر نقد کے مواہب لدنیہ میں داخل کیا اور معین فراہی نے ان کو "معارج النبوۃ" میں فارسی زبان میں اس آب و رنگ سے بیان کیا کہ یہ روایتیں گھر گھر پھیل گئیں اور عوام نے شیفتگی اور وارفتگی کے ساتھ ان کو قبول کیا کہ اصلی اور صحیح معجزات اور آیات بھی اس پردہ میں چھپ کر رہ گئے۔ (سیرت النبی ج ۳ ص ۶۲۳) بحوالہ بشارۃ الدارین ص ۵۹ از قاضی مظہر حسین صاحب) رہی سر الشہادتین جو حضرت شاہ عبد العزیزؒ کی طرف منسوب ہے یہ بھی معتبر کتاب نہیں نہ شاہ صاحب کی تصنیف ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ پڑھنے والا یہ کبھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ سر الشہادتین جیسی شیعہ مذہب کی مؤید کتاب حضرت شاہ صاحب کی ہو سکتی ہے۔ جسے شیعہ کے ادارہ علومِ آلِ محمد نے شائع کیا ہے اور اپنے حلقوں میں اس کی اشاعت کرتے ہیں۔

۶۔ نور العین فی مشہد الحسین ص ۶ میں ہے کہ حضرت سکینہ بنت الحسینؓ نے خواب میں حضورؐ کو غمگین دیکھا۔ اسی طرح حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو غمناک اور ماتمی ہیئت و لباس میں دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ ماتم ان بزرگوں کی سنت ہے۔

الجواب: یہ خواب کا معاملہ ہے۔ غیر نبی کا خواب دیکھنا۔ نو عمر سکینہ کا جو حضورؐ کو پہچانتی بھی نہیں اور خواب میں ایک لڑکے سے پوچھا تھا۔ کوئی حجت نہیں۔ اس کے لیے مقدمہ ۹ ملاحظہ کریں۔ اس خواب میں تصریح ہے کہ یزید کو حضرت سکینہ نے سنایا۔ حالانکہ غیر محرم کے سامنے یہ بے حجابی مستوراتِ اہل بیتؓ کے مقام کے خلاف ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام سکینہ سے داستانِ غم سن کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جو حضورؐ کے صبر و تحمل پر مکروہ حملہ ہے۔ حضرت فاطمہؓ کی سیاہ پوشی بھی من گھڑت ہونے کی دلیل ہے کیونکہ حضورؐ نے کالا لباس پہننے اور بال بکھیرنے سے منع فرمایا تھا۔ پھر آپ اس کی خلاف ورزی کیسے کر سکتی ہیں۔

۷۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے میدانِ کربلا میں منہ سر پیٹا جب یہ یقین ہو گیا تھا کہ بھائی شہید ہو جائے گا۔ نیز بعد از شہادت بھی وہاں ندبہ اور بین کیا۔ (جلاء العیون وغیرہ کتبِ تاریخ)

الجواب: ۱۔ اس کے لیے مقدمہ ۷ ملاحظہ ہو۔ ب۔ درایۃً بھی یہ اتہامات بالکل لغو ہیں کیونکہ ہمارے اعتقاد میں قریش کے سب سے افضل و بہادر قبیلہ بنو ہاشم کی سلالہ حضرت شیرِ خدا و فاطمۃ الزہراؓ کی نورِ نظر یوں بے صبری اور جزع فزع کا مظاہرہ کرے۔ کہ عام بہادر و حوصلہ مند خواتین بھی ایسا نہیں کرتیں۔ یہاں صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ جب حضورؐ کی خبرِ شہادت اڑی اور صحابہ کرامؓ میدانِ احد سے لوٹے تو ایک انصاری خاتون حالات معلوم کرنے کے لیے احد کی طرف آ رہی تھی۔ جب اسے بتایا گیا۔ تیرا باپ۔ بھائی اور شوہر شہید ہو گئے تو اس نے بے تابانہ پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔ بتایا گیا کہ آپ بفضل اللہ خیریت سے ہیں تو وہ بے اختیار بولی۔

کل مصیبۃ بعدک جلل۔ آپ زندہ ہیں تو سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا ۔۔۔ اے شہِ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

(رسولِ رحمت ص ۳۱۴)

اسی طرح خنساءؓ مشہور صحابیہ ہیں حضرت فاروقِ اعظمؓ کے دورِ خلافت میں جنگِ قادسیہ کے لیے اپنے چار صاحبزادوں کو قسم دے کر بھیجا کہ میں نے تمہارے باپ کی خیانت نہیں کی (تم حلالی ہو) پیٹھ نہ پھیرنا۔ وہ چاروں اس جنگ میں شہید ہو گئے۔ جب اسے اطلاع ملی تو خدا کے حضور سجدۂ شکر میں گر گئی کسی قسم کی جزع فزع نہیں کی۔ جب عرب میں ایسی حوصلہ مند خواتین بھی تھیں تو حضرت سیدہ زینبؓ کے متعلق ابو مخنف شیعی افسانہ گو کی گپیں کیسے تسلیم کر لیں کہ آپ بال بکھیرے گریباں چاک کیے غیروں کے سامنے ماتم و نوحہ اور منہ زنی کرتی رہیں استغفر اللہ

ج۔ روایت و سند کے لحاظ سے بھی سانحہ کربلا کے واقعات انتہائی کمزور ہیں۔ کیونکہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب و احباب نے تو جامِ شہادت نوش کیا۔ کوفی غداروں اور قاتلوں کی روایات کا فسق کی بنا پر اعتبار ہی نہیں۔ حضرت زین العابدینؒ اور مستورات تو خیمول

میں تھیں۔ پوری تفصیلات سے نہ وہ آگاہ تھے۔ نہ کسی کو جانتے پہچانتے تھے۔

اس قسم کی حکایات افسانوی رنگ میں ہمارے قدیم ماخذ میں لوط بن یحییٰ ابومخنف المتوفی ۱۷۵ھ اور ہشام بن محمد کلبی المتوفی ۲۰۴ھ سے منقول ہیں۔ اس سے اوپر کی کڑی سب غائب ہے لہٰذا اس روایت کا اعتبار نہیں۔ نیز جملہ محدثین لوط بن یحییٰ کی تضعیف کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۰۲ پر لکھتے ہیں، "کہ کربلا کے اکثر واقعات ابومخنف لوط بن یحییٰ سے ہیں۔ یہ شیعہ تھا اور آئمہ کے نزدیک ضعیف الحدیث ہے۔ لیکن قصے کہانیوں کا حافظ ہے۔ ایسا مواد جتنا اس کے پاس ہے اور کسی کے پاس نہیں اس لیے تو بہت سے مؤلفین اس پر لپکتے ہیں۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ اخباری ہے۔ رطب ویابس جمع کرتا ہے ثقہ نہیں ہے۔ ابوحاتم نے اسے متروک کہا ہے۔ ابنِ عدی کہتے ہیں۔ جلا بھنا شیعہ اور ان کا محدث تھا۔ دارقطنی اور ابنِ حبان نے غیر ثقہ اور ضعیف کہا ہے۔

حافظ ابن حجر لسان المیزان ج ۴ ص ۴۹۲ میں لکھتے ہیں۔ ابومخنف پر کچھ اعتبار نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں۔ کمزور ہے۔ یحییٰ ابن معین کہتے ہیں۔ غیر معتبر ہے۔

شیعہ رجال کی مستند و مفصل کتاب تنقیح المقال فی الرجال للماقانی میں ابومخنف کے متعلق لکھا ہے۔ یہ امامیہ شیعہ تھا۔ مگر مامقانی صاحب اس کی ثقاہت نہیں کرتے علاوہ ازیں اس کی روایات میں تناقض ہے کہ اس سے صبر و تلقین کی روایات بھی مروی ہیں۔

اصولِ تطبیق کی رو سے اس کی وہ روایات راجح ہوں گی جو قرآن و سنت کے مشابہ ہوں۔ اور اہلِ بیت کی شانِ رفیع کے مناسب ہوں اور وہ صبر ہی کی روایتیں ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت زینبؓ سے بہت بعید ہے کہ قرآن و سنت کی عالمہ ہونے کے باوجود۔ پھر وصیتِ حسینؓ کی موجودگی میں بے صبری اور جزع فزع کریں۔ ہمارے خیال میں اہلِ بیتؓ کی قربانی کو داغدار کرنے کے لیے کوفی غداروں کا یہ افترا ہے۔ ورنہ مائی صاحبہ کا دامن خدا و رسولؐ کی مخالفت سے پاک ہے۔ اگر بالفرض یہ روایتیں صحیح ہوں اور مائی صاحبہ نے

ایسا عمل کیا ہو تو ان کا عمل شرعاً ہرگز حجت نہیں۔ ہمارے لیے قرآن و حدیث کے واضح نصوص اور اسوۂ حسینی قابلِ عمل ہے۔ مائی صاحبہ کو خونی منظر کے شاہد ہونے کی وجہ سے معذور سمجھیں گے۔

۸ــــ کربلا کا لٹا ہوا قافلہ مدینہ پہنچا تو عورتوں نے شور و ماتم کیا۔

الجواب۔ تو کیا شیعانِ کوفہ قاتلوں کی طرح اندر اندر سے خوش ہوتے۔ یا کیا چودھویں صدی کے عزاداروں کی طرح اسلام زندہ شد کے نعرے لگاتے اور فخر کے جلوس نکالتے۔ ان کا گریاں ہونا اس حقیقت پر مبنی تھا۔ کہ کہاں وہ دن جبکہ عزت و احترام کے ساتھ تمام اہلبیت کو دارالامن مکہ مکرمہ کی طرف وداع کیا گیا تھا اور کہاں آج کا دن کہ صرف بیوہ مستورات قاصدِ یزید کی نگرانی میں مدینہ میں وارد ہو رہی ہیں۔ یہ عورتوں کا انفرادی معاملہ تھا۔ کمزور دل عورتوں کا متاثر ہو کر رونے لگنا فطری تھا۔

مگر کیا پھر مدینہ میں مجالسِ ماتم کا بھی رواج ہوا۔ اور معین دنوں میں بار بار کیا گیا؟ اگر ایسا نہیں ہے تو قرآنِ کریم احادیثِ صحیحہ کے مقابلے میں ایسی تاریخی غیر معتبر روایت اور غیر معصوم عورتوں کے عمل سے جوازِ ماتم بلکہ اس کے دوام و بقاء پر استدلال کرنا کیا قال اللہ و قال الرسول کا انکار نہیں ہے؟

حجت اور واجب الاتباع خدا و رسول کا فرمان ہوتا ہے۔ عوام کا عمل نہیں ہوتا۔

۹ــــ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کا ماتم کیا اور سوگ منایا۔

الجواب۔ شیعی ماتم و رسومِ عزا پر اس واقعہ سے استدلال ناجائز ہے۔ آیات کے باب میں کچھ ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے تو ایسا صبر کا مظاہرہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر کی گواہی دی اور صابر لقب ٹھہرا۔ لختِ جگر حضرت یوسفؑ سے کمال محبت پھر یکدم طویل جدائی سے ان کو صدمہ سخت پہنچا۔ مگر اندوہ و غم کو اندر ہی پیا۔ قرآنِ پاک نے آپ کو کظیم کہا ہے۔ کظیم اور کاظم کہتے ہی اس کو ہیں جو غم اور شدتِ جذبات کو پی جائے۔ کسی کے سامنے اظہارِ غم نہیں کیا۔ نہ منہ سر اور سینہ پیٹا۔ نہ بین و واویلا کیا۔ نہ کوئی ماہانہ۔ سالانہ۔ چالیسواں بیسواں۔ ہفتہ وار رسم منائی۔ نہ کالے کپڑے پہن کر سوگ منایا۔ جب کبھی صدمہ سے بے چین ہوتے تو فصبر جمیل کہہ کر دل باغ باغ کر لیتے تھے۔

اہلِ تشیع کا معاذ اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنی طرح سمجھنا یا رسمی ماتم و غم کو ان کی سنت کہنا اللہ تعالیٰ کے نبی پر بہت بڑا افترا ہے اور ایسے شخص کے کفر کا اندیشہ ہے۔ ہاں دل کا غمگین ہونا محلِ نزاع سے خارج ہے۔ کسی مظلوم کا حال سن کر دل پسیج ہونا اور آنکھوں کا ڈبڈبانا ایک فطری امر ہے۔ مگر اہلِ تشیع کا ماتم صرف ظاہری ہے۔ اگر دل میں ہوتا تو صرف عشرۂ محرم کے ساتھ خاص نہ ہوتا۔ بلکہ سارے سال میں اس کا اثر ہوتا کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا غم کسی وقت و یادگار کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ دائمی تفکر و حزن تھا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ عشرہ محرم کے قبل و بعد ہر قسم کی خوشیاں ہوتی ہیں اور صرف عشرۂ محرم میں صفِ ماتم بچھتی ہے اور یوم شہادت کے دوسرے دن ۱۱، ۱۲ محرم کو ہی الٹی چارپائیاں سیدھی ہو جاتی ہیں۔ غم رخصت ہو جاتا ہے۔ کیا یہ شیعانِ کوفہ فوجِ ابنِ زیاد کی پوری نقالی نہیں ہے کہ وہ ان دنوں میں قافلہ اہلِ بیت کے گھیراؤ وغیرہ میں مصروف رہے اور پھر ۱۱ محرم کو اپنے مذموم مقصد کی تکمیل سے فارغ ہو گئے تھے۔

۱۰ــــ ایک شیعہ ماہنامہ روزنامہ مشرق کے حوالے سے جلوسِ ذوالجناح کی رپورٹ شائع کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ذوالجناح کے جلوس کو دیکھنے کے لیے بلاتفریق ہر مذہب کے لوگ اکٹھے تھے اور لاکھوں شہریوں نے جلوس دیکھا۔ موصوف لکھتے ہیں کہ یہ رپورٹ روزنامہ مشرق کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عزاداری میں سب متفق ہیں اور یہ تمام اہلِ اسلام کا مشترکہ سرمایہ ہے ..... لہٰذا اس کا تحفظ اور اس کی مکمل آزادی کے لیے گورنمنٹ عالیہ کا فوراً توجہ دینا اور اس کے تحفظ و آزادی کے لیے خاص قانون بنانا فرض ہے۔

الجواب۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر وہ کام جو اچنبہ اور خلافِ عادت ہو اور فنکار اس میں اپنے فن کا مظاہرہ کریں اور نفس و دماغ کو کچھ حظ حاصل ہو گو وہ خلافِ فطرت اور خلافِ شرع ہی کیوں نہ ہو۔ نفوسِ انسانیہ اس کی طرف راغب ہوتے اور تماشائی کی حیثیت سے ضرور حاضر ہوتے ہیں۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انسان میں آزادیٔ طبع عام ہو چکی ہے کہ وہ مذہبی حدود و قیود سے نکل کر غیر متعلقہ امور میں بھی حصہ لیتا ہے۔ لہٰذا

عورتوں بچوں اور آزاد طبع لڑکوں و نوجوانوں کو قطعِ نظر مذہب کے ایک مزین [illegible] اور اس کے پیروکاروں کو دیکھنے جانا اور ماتمیوں کے فن کا معاینہ کرنا کوئی عجیب بات نہیں اس کی مثال ایسے ہے جیسے پہلوانوں کا دنگل و کشتی ہو یا لارڈ فرر کا شاہی لشکر ہو۔ یا سپیروں بہروپیوں اور رقص کرنے والوں کی فنکاری ہو تو لوگ بلاتفریق مذہب سب جمع ہو جاتے ہیں۔ ہاں البتہ اس سے تمام فرقوں کے لیے جوازِ ماتم پر استدلال کرنا واقعی قابلِ ماتم ہے۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جس گروہ کا قلم و زبان رات دن اسی مسئلے کے درمیان چکر کاٹتے رہتے ہیں کہ رائے عامہ و جمہوریت کچھ نہیں۔ اسلام میں پہلا فتنہ ہی رائے عامہ اور انتخاب عوام سے ہوا حتیٰ کہ تمام غیر منصوص مسائل میں۔ پوری امت کا اجماع بھی حجت نہیں۔ خدا کی طرف سے۔ رضا جنت۔ رشد و ہدایت۔ ایمان و اخلاص کی سندیں پانے والے تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق بر خلفاءِ ثلاثہ راشدینؓ بھی حجت نہیں۔

صرف قال اللہ و قال الرسول ہی حجت ہونا چاہیے۔ وہ گروہ اپنے گھر کے خود ساختہ ماتم جیسے مسائل ثابت کرنے کے لیے کبھی اخباری بیان کا سہارا لیتا ہے۔ کبھی عورتوں بچوں اور تماشائیوں کے اجتماع سے جمیع فرقِ اسلامیہ کے نزدیک جوازِ ماتم کا فتویٰ دیتا ہے اور اپنے سارے مذہبی قواعد کو تجاہلِ عارفانہ کرتے ہوئے بھلا دیتا ہے۔ کیا اختلاف اسی صورت میں قابلِ تسلیم ہو سکتا ہے کہ جلوس میں ضرور گڑبڑ اور فساد برپا کیا جائے۔؟

بالفرض اگر تمام لوگ ایک برائی پر جمع ہو جائیں تو کیا یہ اس کے جواز کی دلیل ہو گی۔؟ بازاروں اور چوراہوں میں ہزاروں لوگ شعبدہ بازوں کے کرتب دیکھتے ہیں تو کیا اس سے وہ جائز ہو جائیں گے۔ یا دیکھنے والے کے متعلق یہ اعتقاد صحیح ہو گا کہ وہ اس کو جائز بھی سمجھتا ہے۔ لاکھوں لوگوں کی فلم بنی ہے ــ اب تو فلم حج بیت اللہ اور ڈان آف اسلام کو گناہ سمجھے بغیر دیکھتے ہیں ــ نہ فلم کے جواز پر استدلال ہو سکتا ہے۔ نہ دیکھنے والے کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس کو جائز بھی سمجھتا ہے ان چیزوں کے گناہ ہونے کی حیثیت الگ ہے۔ مگر طبائع پر خواہشاتِ نفسانی کے غلبہ کی وجہ سے آدمی ترک نہیں کرتا۔ اسی طرح جلوسِ ذوالجناح اور ماتم وغیرہ کا حال ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی محبت اور کارناموں کی اشاعت

واتباع تمام مسلمانوں کا سرمایہ ہے۔ مگر ماتمی رسوم صرف شیعوں کا خاصہ ہے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ جب یہ ماتمی جلوس اہلِ تشیع کے نزدیک عبادت و کارِ ثواب ہے اور جمہور مسلمانوں میں باعثِ افتراق ہے تو اسے صرف شیعی عبادت گاہوں اور امام باڑوں ہی میں ادا کیا جاتا اور اہلِ سنت اس میں شرکت نہ کرتے نہ کوئی فساد کا اندیشہ ہوتا نہ حکومت پر کوئی ذمہ داری آتی مگر افسوس کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ شیعہ اس (مصنوعی) عبادت کو بازاروں اور چوراہوں اور سنی آبادیوں میں ہی ادا کرنا واجب سمجھتے ہیں اور کمزور اعتقاد نام کے سنی بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ دو متضاد نظریہ والوں کے اجتماع سے یقیناً تصادم کا خطرہ رہتا ہے اور کسی کی بھی غیر ذمہ دارانہ حرکت سے امنِ عامہ فساد کی آگ میں خاکستر ہو جاتا ہے۔

لہذا اندریں حالات ہم اپنی امن پسند حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ امنِ عامہ کی بحالی کے لیے عزاداری حسینؓ کی رسوم کو امام باڑوں اور شیعی جماعت خانوں (عبادت گاہوں) تک محدود رکھے — جبکہ اہل تشیع کے نزدیک اس کی مذہبی حیثیت کچھ بھی نہیں اور محض سیاسی، معاشی اور گروہی مسائل کے پیشِ نظر ایک پروپیگنڈہ ہے — اور ۹۰٪ جمہور مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے عام بازاروں میں اس پر پابندی عائد کرے اور فریقین کے لیے اپنی اپنی حدود میں اجتماع کا قانون بنائے۔ خصوصاً مجالسِ عزا میں گڑبڑ کو ختم کرنے کے لیے ہر شیعہ کے لیے شناختی کارڈ کا قانون بنائے اور مجتہد وقت سے اس پر شیعہ ہونے کی مہر ہو تاکہ غیر شیعہ ان مجالس میں گھسنے نہ فساد ہو۔ اور کسی بھی خلاف ورزی کرنے والے کو عبرتناک سزا دے۔

چونکہ یہ مذکورہ شبہات اپنے دعویٰ پر قدرے روشنی ڈالتے تھے اس لیے ان کا ذکر پہلے کیا گیا۔ اب آپ کی توجہ ان چند آیاتِ قرآنیہ کی طرف مبذول کرائی جاتی ہے۔ جن کو شیعہ بطور تحریف ہی اپنے موقف پر فٹ کرتے ہیں ورنہ ماتم سے ان کو ذرا بھی تعلق نہیں۔ ہاں قرآنِ پاک سے ایک بات کا یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ جو گروہ اپنے کسی محسن یا عزیز پر ظلم ڈھاتا ہے۔ وہی روتا بھی ہے اور اس کی مظلومی اور پاکبازی کی تشہیر بھی کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ان کے

شور سے ہی اصل حقیقت کا علم ہوتا ہے۔ مثلاً پ۱ سورۃ البقرہ میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے جب بھتیجوں نے مال و مفاد کی خاطر اپنے بے گناہ چچا کو قتل کر دیا۔ اور صبح کو لاش ظاہر کر کے رونا پیٹنا، چلانا شروع کر دیا اور قاتل کا پتہ نہ بتایا۔

اللہ پاک فرماتے ہیں "جب تم نے ایک جی کو قتل کیا اور اس کے متعلق پھر جھگڑنے لگے حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس سازش کو منظرِ عام پر لانے والا تھا جسے تم چھپاتے تھے۔ تو ہم نے کہا کہ گائے ذبح کر کے میت کا بدن اس کے ساتھ لگاؤ۔ (وہ مقتول زندہ ہو گیا) اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا تاکہ تم عقل سے سمجھو۔ پ۱ ع ۹)

اسی طرح حضرت یوسفؑ کے قصہ میں ہے۔ کہ آپ کے بھائی مظالم کے بعد یوسفؑ کو کنویں میں ڈال کر جب اباجان کے پاس آئے تو روتے تھے۔ اپنے کو سچا کہتے تھے اور ذوالجناح کے استر و نمدے کی طرح جھوٹے خون کے دھبے قمیص پر یادگار بنا لائے تھے۔ اللہ پاک فرماتے ہیں۔

وَجَاءُوٓا أَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُونَ تا وَ جَآءُوْا عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ	اور وہ شام کے وقت روتے ہوئے اپنے والد کے پاس آئے ..... اور یوسفؑ کی قمیص پر جھوٹے خون کے دھبے لگا کر لے آئے۔ یعقوبؑ نے فرمایا۔ تمہارے نفسوں نے کوئی بات بنالی

ہے۔ پس صبر ہی اچھی بات ہے۔ جو کچھ تم بیان کرتے ہو میں اس کے خلاف اللہ پاک ہی سے مدد مانگی جاتی ہے۔

اب اہلِ سنت۔ شیعہ بھائیوں کو برادرانِ یوسف کی طرح برادرانِ حسین جانتے ہیں اور فصبر جمیل کی سنتِ یعقوبی پر عمل کر کے۔ شہادتِ حسینؓ کا ذمہ دار اور مجرم ان کو ہی گردانتے ہیں۔ کسی دعویٰ کے ثبوت کے لیے قرآن کی دو شہادتیں کافی ہیں۔

لگاتار رونے اور کم ہنسنے کے متعلق بھی دو گروہوں کو اللہ پاک نے پابند بنایا ہے۔ خدا و رسول سے غداری کرنے والوں اور منافقوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (توبہ ع ۱۱)
چاہیے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور چاہیے کہ بہت روتے رہیں۔ یہ ان کی اپنی کمائی کا بدلہ ہے۔

اور بالکل یہی بد دعا حضرت سیدہ زینب۔ فاطمہ۔ ام کلثوم اور حضرت سجاد (رضوان اللہ علیہم) نے شیعان کوفہ قاتلانِ اہلبیت کو بار بار دی تھی جس کا تذکرہ جلاء العیون وغیرہ سب کتبِ تاریخ میں ہے۔ اور ہم نے "تحفہ امامیہ" میں مفصل بد دعائیں ذکر کر دی ہیں۔ اور آج ۱۳۰۰ سال بعد ان کا اثر اس طرح ظاہر ہے کہ ماتمی فرقہ کو اپنے اس ماتم و بین پر فخر عظیم ہے اور دعوتِ شریعتِ محمدی سے اعراض کرنے والے کافروں کے متعلق ارشاد ہے۔

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ (النجم)
کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔ (کافرو! قرآن میں اپنا انجام بد پڑھ کر تم کو رونا چاہیے)

رونے کے متعلق قرآن پاک میں یہی صریح تعلیم ہے۔ اب شیعہ حضرات کی مرضی ہے جس گروہ میں چاہیں بھرتی ہو جائیں۔ انجام اللہ کے سپرد ہے۔

بزعم شیعہ اب آیات ماتم ملاحظہ ہوں۔

ا۔ قرآن کریم میں ہے کہ جب فرشتوں نے اہل بیت ابراہیم حضرت سارہ علیہا السلام کو بیٹے (اسحاق) کی خوشخبری سنائی تو ہنس پڑیں اور منہ پر ہاتھ مارا۔ فضحکت پ۱۲ فصکت وجہہا معلوم ہوا کہ پیٹنا سنتِ اہل بیت ہے۔

الجواب: استدلال کے لیے بھی اللہ تعالیٰ عقل نصیب فرمائے۔ خوشی کے موقعہ پر اگر کوئی پیٹنے لگے تو کیا قرینِ قیاس ہے؟ یا معاذ اللہ حضرت سارہؓ بیٹے جیسی نعمت اللہ سے قبول کرنا چاہتی تھیں۔ اس لیے خبر سن کر دکھ ہوا اور پیٹا۔ جیسے شیعہ نے حضرت پیغمبرؐ اور فاطمۃ الزہراؓ پر یہ تہمت لگائی ہے کہ وہ شہید حسینؓ کو قبول نہ کرنا چاہتی تھیں۔ حمل کے دوران بھی ناپسند کرتی تھیں ولادت پر بھی ناخوش ہوئیں۔ حسینؓ نے بھی غیرت سے ماں کا دودھ نہ پیا۔ ملاحظہ ہو۔ اصول کافی باب مولد الحسین وغیرہ)

دراصل بات یہ ہے کہ عورتوں کی عادت ہے جب کوئی عجیب اور انوکھی بات سنتی ہیں تو

تعجب کی بنا پر پیشانی پہ یا منہ و ناک پہ ہاتھ رکھ دیتی ہیں۔ جیسے ہمارے ملک میں تعجب کے وقت ناک کے نیچے انگلی شہادت رکھ کر کہتی ہیں۔ "اچھا ایسا بھی ہوا۔ تو اس زمانے اور علاقے میں عورتیں تعجب اور خوشی کی خبر سن کر پیشانی پہ ہاتھ مارتی تھیں جب حضرت سارہ علیہا السلام نے ۹۹ سال کی ضعف پیری میں بانجھ پن کے باوجود لڑکے کی خوشخبری سنی تو تعجب و مسرت سے اپنے عرف کے مطابق ماتھے پہ ہاتھ مارا چنانچہ تفسیر روح المعانی ج ۱۴ ص ۲۶ پر ہے۔

"کہ حضرت سارہ نے خون کی حرارت محسوس کی تو حیا کے مارے چہرے پر ہاتھ مارا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے تعجباً ایسا کیا جب کسی چیز سے عورتیں تعجب کرتی ہیں تو ایسا کرتی ہیں"

ب۔ بالفرض اگر اس آیت سے ماتم جیسے قبیح و حرام مسئلے پر روشنی پڑتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہ عقدہ آئمہ کرام سے اور بڑے بڑے مجتہدین شیعہ سے حل نہ ہو سکا۔ ان کے فرشتوں کو بھی استدلال کی خبر نہ تھی مگر آج چودہویں صدی کے بے علم ذاکروں و مجتہدوں پہ یہ قرآنی دلیل واضح ہو گئی۔ کیا یہ قرآن پہ بہتان اور اس کے معنیٰ کی صریح تحریف نہیں۔

ج۔ اگر خوشی کے موقعہ پہ منہ پیٹنے سے ماتم حسین پہ دلیل قائم ہو۔ تو ہنسنا بھی ساتھ چاہیے۔ کیونکہ حضرت سارہ بنص قرآنی فَضَحِکَتْ ہنسی بھی تھیں تو اس ہنسی وگریہ کے ملغوبہ ماتم کو اظہارِ خوشی و غمی کہنا چاہیے تاکہ دلیل اور مدلول میں مطابقت ہو اور پھر "مجلس ماتم در خوشی قتلِ حسین" نام رکھنا چاہیے۔ جیسے فخریہ جلوس عزا میں یہ بینر لکھے ہوتے ہیں "اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد" اس دلیل اور ردِ عمل سے شیعان کوفہ کے ماتم کی ابتدا اور آج تک ان کے متبعین کا نظریہ اور پس منظر بھی معلوم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ شیعانِ حسینؓ کو دارین میں ایسی پاکیزہ مجالس نصیب کرے۔

آیت ۲۔ فرعونیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ پ۲۵ ع ۱۴۔ (پس ان پر آسمان و زمین نہ روئے اور نہ ان کو مہلت دی گئی) اس سے بطورِ مفہوم مخالف کے ثابت ہوا کہ بعض مقربانِ خداوندی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان پر آسمان و زمین روتے ہیں تو رونا ثابت ہوا۔

الجواب۔ ا۔ یہ استدلال مفہوم مخالف کو حجت ماننے پر موقوف ہے۔ اگر شیعہ کے نزدیک مفہوم

مخالف معتبر اور حجت ہے۔ تو تقریب تام ہے۔ ورنہ استدلال باطل ہے۔ کیا اس طرز پر مندرجہ ذیل آیات کا مدعیٰ آپ کو تسلیم ہے؟ - ١۔ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ ۔ اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب مومن و ہدایت یافتہ ہیں تو آپ شاعر نہیں بلکہ پیغمبر ہیں۔ جب شعر کی نفی آپ سے لازمی ہے۔ تو نفاق و گمراہی کی نفی آپ کے اصحاب و اتباع سے لازمی ہے۔

٢۔ جب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ، اللہ نے اے اصحابِ محمدؐ تمہیں ایمان محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دِلوں میں خوبصورتی سے سجا دیا۔ اور تمہارے دلوں میں کفر۔ نافرمانی اور گناہ کی نفرت ڈال دی۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ (حجرات ع ١) تو اس آیت سے مفہومِ مخالف کے طور پر یہ ثابت ہوا کہ صحابہ رسول کے دشمنوں کو ایمان مبغوض ہے۔ ان کے دِل اس سے خالی ہیں۔ اور کفر نافرمانی، گناہ سے ان کو الفت ہے اور وہ گمراہ ہیں۔

٣۔ جب عورتوں سے ازدواج کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "کہ ان محرمات مذکورہ کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں ان شرائط کے ساتھ کہ تم حقِ مہر کے عوض میں طلب کرو۔ پاکدامنی اور دائماً قید میں لانا (گھر میں رکھنا) تمہارا مقصود ہو۔ شہوت رانی اور پانی بہانا مقصد نہ ہو۔ (النساء ع ٤)، تو ان شرائط سے بطورِ مفہوم معلوم ہوا کہ عارضی اور وقتی عقد جسے متعہ کہتے ہیں حرام ہے۔ کیونکہ اس میں شہوت رانی سب سے بڑا مقصد ہوتی ہے۔

ج ٢۔ آسمانوں اور زمینوں کے رونے میں نزاع نہیں ہے۔ یہ تو غیر مکلف ہونے کے علاوہ امورِ تکوینیہ میں سے ہیں۔ جن کا فعل شریعت کے مکلفین کے لیے حجت نہیں ہو سکتا۔ سیدنا عثمان ذی النورین و حضرت حسین رضی اللہ عنہما پر اگرچہ آسمان نے اشک باری کی ہو مگر یہ انسانوں کے لیے جوازِ ماتم پر دلیل نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ انکے مقتدا و پیشوا انبیاء و ائمہ علیہم السلام ہوتے ہیں۔ نہ تکوینی اشیاء۔

ج ٣۔ اگر بالفرض ان کا رونا ہمارے لیے حجت بھی ہو تب بھی جزع فزع سینہ کوبی جائز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ رونا صرف آنسو بہانے کا نام ہے۔ اس میں بالاتفاق کوئی نزاع نہیں۔ اور نزاعی ماتم اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ نیز اگر آسمان و زمین کے رونے سے

ماتم پر استدلال درست ہے تو ان کا رونا کسی شخصیت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام مومنین پر بھی روتے ہیں تو چاہیے ہر کس و ناکس پر ماتمی مجالس قائم کی جائیں۔ چنانچہ بیہقی نے شعب الایمان میں اور حاکم وغیرہما نے (اور حاکم نے تصحیح بھی کی ہے) حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت نقل کی ہے۔

ان الارض لتبکی علی المومن اربعین صباحا ثم قرأ ھٰذہ الآیۃ

بے شک زمین مومن پر چالیس دن تک روتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اور ابن المنذر وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا:

ان المومن اذا مات بکی علیہ مصلاہ من الارض ومصعد عملہ من السماء ثم تلا (فما بکت) الخ

کہ مومن جب فوت ہو جاتا ہے تو زمین پر اسکی سجدہ گاہ اور آسمان میں اس کے اعمالِ صالحہ کے دخول کا مقام روتا ہے۔ پھر آیت فما بکت تلاوت فرمائی۔

روح المعانی ج ٢٥ ص ١٢٤

انکے رونے سے مراد اگرچہ تمثیل و استعارہ ہے۔ حقیقۃً مراد نہیں۔ مگر اس سے معلوم ہوا کہ زمین و آسمان کے یہ دو حصے اس لیے روتے ہیں کہ مومن کی حیات میں اعمالِ صالحہ کا وقوع اور گزران جگہوں سے ہوتا تھا۔ موت سے وہ ختم ہو گیا لہٰذا ان کو افسوس ہوتا ہے۔ یہ وجہ علی حسب المراتب ہر مومن صالح میں پائی جاتی ہے، تو چاہیے کہ ہر مومن کی یاد میں ماتم کیا جائے۔ اور مطلق ماتم کی حرمت پر جو ذخیرہ احادیث موجود ہے اس کا اُسا انکار کر دیا جائے۔ (معاذ اللہ)

دلیل ٣ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰيٰتِنَا اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ۔

بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آیات دیکر بھیجا (اور کہا) کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالو۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے دن یاد دلاؤ۔

شیعہ کی تفسیر صافی ص ٦٣ پر ہے کہ آیت میں ایام اللہ سے مراد وہ واقعات عظیمہ ہیں جو سابقہ امتوں میں ان دنوں میں واقع ہوئے۔ تفسیر کبیر ج ٥ ص ٢١٩ پر ہے کہ ایام اللہ ...

وہ وقائع (عذاب) ہیں جو گزشتہ امتوں پر واقع ہوئے لہذا ان کا ذکر ضروری ہوا۔
کنز العمال ج ۴ صد۳۲ پر ہے کہ یوم عاشورا ایام اللہ میں سے ہے۔ جن کے یاد دلانے کا حکم قرآن میں موجود ہے۔ لہذا محرم کے دن ایسے حوادث کا ذکر اور ماتمی یادگار قرآن سے ثابت ہوئی۔ (ملاحظہ ہو۔ معارفِ اسلام محرم ۱۳۸۷ھ)

الجواب۔ ماتمی محفل وجلوس پر اس آیت سے استدلال بچند وجوہ باطل ہے۔
اولاً۔ اس لئے کہ یوم عاشورا وہ دن ہے جس میں مومنین پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی انعامات کیئے۔ عاشورہ کے دن ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور خصوصی رحمت ان پر نازل فرمائی۔ ایک مومن کے لیے یہ بات باعثِ مسرت ہے۔ تفسیر درمنثور ج ۱ صد۶۰ وغیرہ۔ ۲ یہی وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو فرعون جیسے ظالم سے نجات دلائی اور ان کو غرق کیا۔ بخاری ومسلم۔
۳ یہی وہ دن ہے کہ سفینۂ نوحؑ جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوا۔ اور کافروں سے حضرت نوحؑ اور مومنوں کو نجات ملی اور حضرت نوح علیہ السلام نے روزہ رکھا۔ (فتح الباری ج ۴ صد۲۱۴)

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لیے یہ دن بہت اہم مبارک اور تعظیم کے لائق ہے یہی وجہ ہے کہ اس دن کی تعظیم اور اس میں آزادی کے شکریے میں حضرت نوح علیہ السلام نے بھی روزہ رکھا اور حضرت موسیٰؑ نے قوم کی آزادی اور فرعون کی غرقابی کے شکریہ میں روزہ رکھا اور خوشی کا اظہار کیا۔ بخاری ج ا صد۲۱۳۔ چنانچہ یہود نے بھی اپنے نبی کی اتباع میں خوشی اور شکریہ میں روزہ رکھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی رکھتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
انا احق بموسیٰ منکم فصامه (بخاری) کہ میں تم سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قریبی ہوں پس آپؐ نے روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ یوم عاشورا کی یہود تعظیم کرتے تھے۔ اور اس دن عید کرتے اور جلوس [illegible] لہٰذا تم اس دن کی تعظیم و شکریے میں روزہ رکھا کرو۔

صحیح مسلم ج ا صد۳۵۹ اور بخاری صد۲۱۲ بحوالہ فتح ج ۴۔ مگر اس طرح یہود سے مشابہت لازم آتی ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اگلے سال تک زندگی رہی تو میں ۹ و ۱۰ محرم دو تاریخوں میں ضرور روزہ رکھوں گا۔ فتح الباری ج ۴ صد۲۱۴۔
(نوٹ) یہ روزے نفلی اور استحبابی ہیں۔ اس پر سال بھر کے گناہوں کی بخشش کا وعدہ ہے۔

معلوم ہوا کہ اس دن جشن وجلوس منانا تو یہود کی سنت ہے۔ مگر اس دن کی تعظیم اور انعاماتِ الٰہیہ کے شکریے میں روزہ رکھنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور امت محمدیہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم ہے۔ تو آیتِ کریمہ میں (وذکرھم بایام اللہ) کہ اللہ کی نعمتوں کے دن یاد کرو۔ کی یہی عملی تفسیر آپؐ نے کرکے دکھائی اب اس دن روزہ نہ رکھنا اور قسم قسم کے مشروبات ومٹھائیاں اڑانے کے لیے یہ کہنا کہ شرعی روزہ مراد نہیں بلکہ صرف روٹی نہ کھانے کا روزہ مراد ہے۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ روزہ کا یہ معنیٰ نہ لغتہً درست ہے نہ شرعاً نہ ہی حدیث میں اس کا کوئی قرینہ موجود ہے۔
اب اہلِ ایمان کے لیے اس مبارک ومعظم اور خوشی کے دن کو منحوس کہنا اور اس میں رنج ومصیبت کا اظہار کرنا سنتِ انبیاءؑ کے خلاف ہے۔ اگر اظہارِ ماتم کی ذرہ گنجائش ہوتی تو بقول شیعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کربلا کا یہ خونچکاں منظر عینی شاہد کی طرح معلوم تھا پھر کیوں نہ بجائے خوشی کے غم کا اظہار کیا اور عزاداری وماتم کی تلقین امت کو کیوں نہ کی۔
حضرت حسینؓ کی مظلومانہ شہادت یوم عاشورہ کی شرعی حیثیت کو منسوخ یا تبدیل نہیں کرسکتی کیونکہ آپؓ عاملِ شریعت تھے نہ کہ ناسخ شریعت۔ اگر کسی کا صاحبزادہ یا خاندان عید کے دن حادثہ کا شکار ہو یا یا مظلومانہ شہید ہو تو کیا شرعاً یہ جائز ہے کہ وہ ہر سال عید کی خوشی ختم کرکے رونا پیٹنا دستور بنالے خصوصاً جبکہ مدت دراز گزر جائے۔
ثانیاً۔ بے شک مفسرین نے "ایام اللہ" سے وہ واقعات مراد لیے ہیں۔ جو سابقہ مسلم اقوام میں انعام واکرام کی صورت میں رونما ہوئے۔ اور کافروں کے لیے ذلت وعذاب کی صورت میں نازل ہوئے۔ اور ان میں یوم عاشورہ بھی ہے کہ اس دن کافروں پر عذاب

آئے اور مومنین پر انعام واکرام کی بارشیں ہوئیں اور ظالموں سے انہیں نجات ملی۔ لہٰذا ان ایام سے پند و موعظت حاصل کرو۔ کہ نعمتوں کے بدلے میں شکر ادا کرو۔ اور معذّبین اقوام کا حال سنکر عبرت بھی حاصل کرو۔ اور صبر بھی کرو۔ جیسے مندرجہ ذیل جملہ اشارہ کرتا ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (ابراھیم ع ۱) بے شک گذشتہ قوموں کے واقعات کے تذکرے میں البتہ ہر صبر کرنے والے اور شکر گذار کے لیے نشانیاں موجود ہیں۔

چنانچہ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں۔

کہ (ذکرھم بایام اللّٰہ) کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ اے موسیٰ (اپنی قوم کو) ترغیب و ترہیب اور وعدہ وعید سے نصیحت کرو۔ ترغیب اور وعدے سے بایں معنیٰ کہ انہیں ان نعمتوں کی یاد دہانی کراؤ جو ان پر اور اس سے سابقہ زمانوں میں رسولوں کے ماننے والوں پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں۔ اور ترہیب و وعدے بایں طور کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی وہ گرفتِ عذاب اور وہ انتقام یاد دلائیں جو اللہ تعالیٰ نے گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنے والی قوموں پر نازل کیا تھا جیسا کہ عاد و ثمود وغیرہ پر عذاب نازل ہوا تھا۔ تاکہ یہ لوگ وعدہ و خوشخبری میں رغبت ظاہر کریں اور تصدیق کریں۔ اور وعید سے ڈر کر تکذیب چھوڑ دیں۔ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ موسیٰ علیہ السلام کے حق میں ایام اللہ دو قسم کے تھے۔ بعض وہ تھے جو سختی اور آزمائش کے دن تھے۔ یہ وہ ہیں۔ جن میں بنی اسرائیل فرعون کی غلامی اور بندش میں تھے۔

دوسری قسم وہ ہے۔ جو نعمتوں و آسائش کے دن تھے۔ مثلاً ان پر من و سلویٰ کا نازل ہونا۔ سمندر کا پھٹ جانا۔ بادلوں کا سایہ کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۔ معنیٰ یہ ہے۔ کہ بے شک اس تذکیر و تنبیہ میں ہر صابر اور شکر گذار کے لیے دلائل موجود ہیں۔ اس لیے کہ آدمی یا تو مصیبت و مشقت میں ہوگا یا بخشش و انعام کے حال میں ہوگا۔ پہلی صورت میں مومن صبر گذار ہوگا دوسری صورت میں نعیم الٰہیہ کا شکر گذار ہوگا۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۱۹)

اس طویل اقتباس کا خلاصہ یہ نکلا کہ اس قوم کو بغیر معینہ وقت میں کبھی کبھی سابقہ

معذب قوموں کے حالات سنا کر وعظ و تذکیر کرتے رہیں۔ تاکہ یہ اللہ کے عذاب سے ڈریں۔ اور تکذیب نہ کر سکیں۔ اور کبھی کبھی سابقہ اقوام پر انعاماتِ الٰہیہ کا تذکرہ کر کے وعظ و تذکیر کریں تاکہ یہ شوق سے ایمان لائیں۔ اور اس سے مقصد یہ ہے کہ سابقہ اقوام کا حال سن کر راہِ ہدایت اختیار کریں۔ انعام و اکرام پر شکر کریں۔ مصائب پر صبر کریں۔

الحاصل تذکیر بایام اللہ عام ہے کسی خاص وقت یا کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ یومِ عاشورہ بھی ان ایام اللہ میں سے ہے۔ لہٰذا اس کے وقائع اور انعامات کا تذکرہ کبھی کبھی تذکیر و شکر گذاری کے لیے کرنا چاہیے۔ کسی خاص وقت یا قوم کے ساتھ مختص نہیں کرنا چاہیے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ بیت کرامؓ نے اس آیت کا یہی عام مطلب سمجھا۔ کہ ان ایام کے واقعات و حوادث کا ان کی وقوعہ تاریخوں میں تذکرہ نہیں کیا۔ نہ ہی کسی دن کے ساتھ مختص کیا۔ نہ ہی بطورِ یادگار کے برسی منائی۔ لہٰذا ان حوادث و واقعات کو یومِ عاشورہ کے ساتھ مختص کرنا یا ضروری سمجھنا باطل ٹھہرا۔

ثالثاً۔ اس آیت سے جن وقائع و انعامات کی تذکیر کا حکم ہے۔ وہ سابقہ اقوام کے ہیں اور انبیاء علیہم السلام ان کی تذکیر کرتے رہے۔ قرآن کریم خصوصیت سے ان کی ہی تذکیر فرماتا ہے۔ اب سانحۂ کربلا کو جو نزولِ قرآن کے بعد رونما ہوا۔ ان وقائع میں گڈمڈ کرنا قرآن کی صریح تحریف ہے۔ اور اس کے منشا کے خلاف ہے۔ بالفرض اگر ان وقائع میں داخل مان کر تذکیر ضروری بھی ہو۔ تو عشرہ محرّم کی تخصیص اور سالانہ ماتمی یادگار کہاں سے نکل آئی جبکہ قرآن میں مطلق تذکیر کا حکم ہے۔ نیز دونوں قسم کے وقائع میں فرق بین ہے۔ ۱ ان وقائع میں کفار و مشرکین کی تباہی ہوئی اور مسلمانوں کو دائمی مسرت حاصل ہوئی۔ مگر سانحہ کربلا اس کا عکس ہے۔ کہ اللہ کے بندوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا اور ان پر مصائب ٹوٹے ان کی عزت کی پامالی ہوئی۔ منافقین اور اتباع سے گریزاں حسبِ باطن خوش ہوئے اور آج بھی ان کے فخریہ جلوس اور قومی طاقت کے مظاہرے اسی حقیقت کے ترجمان ہیں۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو آیتِ کریمہ میں سابقہ انبیاء کرامؑ کے خوشی کے یومِ عاشورہ میں ہونے والے واقعات ہی مراد ہوں

جو صحیح تفسیر ہے اور ان کا ذکر عبرت و نصیحت کے لیے کرتے رہنا چاہیے۔ یا پھر ان سنن الٰہیہ
اور تذکیر کے حکمِ خداوندی کی عدولی کر کے شیعانِ کوفہ کی ذلیل کارستانی ہی کو موضوعِ سخن
بنالیا جائے اور ان کے رونے پیٹنے اور ماتم و بین کر مذہب بنا کر آیت کے تحت مندرج کر دیا
جائے جو بدترین قسم کی تحریف ہے جو کسی مومن کی شایانِ شان نہیں ہاں اگر غیر معین طور پر
یوم عاشورا کے وقائع بیان کیے جائیں تو سانحہ کربلا کا ذکر بھی مناسب ہے۔ مگر شیعہ اس پر
عمل نہیں کر سکتے۔

دلیل ۲۔ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔ اللہ تعالیٰ برائی
کی آواز بلند کرنے کو پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم سے (النساء ع ۲۱)
جب حضرت حسینؓ مظلوم ہیں تو ان کی مظلومی کا چرچا اور اس برائی کا اظہار درست
ہے۔ اور قرآن سے ثبوتِ ماتم پر یہ آیت اہم و صریح ہے۔

الجواب۔ اس دور کے ماتمی حضرات کا ذہن ثاقب واقعی قابلِ داد ہے۔ کہ جس مسئلہ پر استدلال
ان کے آئمہ اور بڑے بڑے فضلاء مجتہدین کو نہ سوجھا آج اس مسئلہ تراشیدہ پر اہم دلیل ان
کو مل گئی۔ آیت سے مراد تو صرف اتنی ہے کہ مظلوم ظالم کے خلاف فریاد کرے یا مدد طلب کرے
تو اس کو ظالم کی برائی زبان سے بیان کرنے کی اجازت ہے جبکہ اور کسی کو نہیں ورنہ غیبت
ہو گی۔ مولوی مقبول اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں "اللہ لفظوں میں کھول کر بدی بیان کرنے
پسند نہیں کرتے سوائے اس کے جو ستایا گیا ہو اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اگر تم کسی نیکی
کا اظہار کرو گے یا اس کو چھپاؤ گے یا کسی برائی سے درگذر کرو گے تو اللہ بھی بڑا درگذر کرنے والا
ہے۔ قدرت رکھنے والا ہے۔ (ترجمہ مقبول ص ۱۲۱)

اسی طرح پھر مَنْ ظُلِمَ کی مثالوں میں تفسیر قمی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ کوئی شخص تمہارے
پاس آکر یہ کہے کہ تم میں کوئی خیر و خوبی نہیں تو اس کی بات پر خاموش نہ رہو بلکہ اس کو جھٹلاؤ
کہ اس نے تم پر ظلم کیا اور مجمع البیان سے حضرت صادقؓ کی زبانی کسی مہمان کا صحیح حق مہمانی نہ
میزبان کی شکایت کرنا لکھا ہے۔ اس تفصیل سے اس آیت کا تفسیری مقام واضح ہو جاتا ہے
[illegible] واسطہ نہیں ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی ملحوظِ خاطر رہے

ظالم و مظلوم دو خاص شخص ہیں۔ ظالم وہی ہے جو ظلم کرے۔ اس کے بھائی دوست خاندان
کے افراد وغیرہم کو محض اس سے کسی رشتہ و تعلق کی بنا پر ظالم نہیں کہا جائے گا۔ جب تک ظلم میں
ان کی شرکت یا تعاون ثابت نہ ہو۔ اسی طرح مظلوم بھی وہی شخص ہے جس پر فعل ظلم واقع ہو
اس کے دوسرے متعلقین کو مظلوم نہیں کہا جا سکتا اور نہ ان کو یہ اجازت ہے کہ وہ زبان سے
قولِ سوء کا پرچار کریں جس کی اجازت صرف مظلوم ہی کو ہے۔ اور وہ بھی پسندیدہ نہیں ہے
بلکہ معاف کر دینا اور زبان پر نہ لانا اولیٰ ہے۔ جیسے بعد والی آیت کا ترجمہ گذر چکا ہے۔ علیٰ ہٰذا
مظلوم تو حضرت امام حسینؓ اور آپ کا ہمسفر قافلہ ہوا۔ بالفعل ان کو اجازت ہو سکتی تھی کہ وہ اہلِ کوفہ
وابن زیاد وغیرہ کی شکایت و برائی بیان کریں۔ کسی دوسرے کو یہ حق حاصل ہی نہیں تو آج صدیوں
بعد فرقہ شیعہ کو ان مظلوموں کا نمائندہ کس نے بنایا ہے۔ یا ان مظلوموں کا کونسا فرمان ان کے پاس
ہے۔ کہ تم ہمارے ظلم کی بدگوئی کرتے رہنا۔ حالانکہ ان کی اپنی زندگی بھی اس قولِ سوء سے پاک نظر
آتی ہے وہ عفو کے اعلیٰ درجہ پر عامل تھے۔ تو شیعہ کا پانچویں سوار کی حیثیت سے ہنگامہ برپا
کرنا حُبِ حسینؓ نہیں بغضِ یزید کا مظاہرہ ہے۔

مولوی مقبول صاحب اس آیت کی تفسیر میں مجمع البیان کے حوالے سے حضرت باقرؒ سے
نقل کرتے ہیں "کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مدد طلب کرنے میں کسی کو برا بھلا کہا
جائے الا جس شخص پر ظلم کیا گیا ہو اس کے لیے کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ ظالم کے خلاف اتنی
مدد مانگے جتنی مدد دینی دین میں جائز ہے اور اس مدد مانگنے میں اگر وہ ظالم کی برائیاں بیان کرے
تو کوئی حرج نہیں۔ طلبِ نصرت کی نظیر دوسری جگہ بھی قرآن میں موجود ہے۔ وانتصروا من
بعد ما ظلموا (بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا انہوں نے مدد مانگی۔)"

اس تفسیر کے لحاظ سے شیعہ کے ماتمی مشغلہ پر یہ آیت منطبق نہیں ہوتی۔ کیونکہ اب انتقام کا
محل ہی نہیں ہے۔ ۷۲ حضرات کے بدلے میں ۷۰ ہزار بے گناہوں کو تو شیعہ کے ناصر حسین
مختار ثقفی شہید کر چکے ہیں۔ اگر اب بھی یہی امنگ ہے تو اس کا مطلب واضح ہے کہ شیعہ تحریک عزا
کی آڑ میں اپنے جرم پر پردہ ڈالتے ہوئے لاکھوں مسلمانوں کو ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ جیسے ڈیڑھ صدی
قبل نادر شاہ رافضی کر چکا ہے۔ اللہ ان ملک و ملت اور مسلمانوں کے دشمنوں سے اپنے بندوں

کو محفوظ رکھے۔

ورنہ یہ کونسا معقول یا شرعی طریقہ ہے کہ انتقام کے بہانے مسلح ہو کر نکلو۔ پھر خود اپنے چہروں اور سینوں کو لہولہان کر دو اور قولِ بد کے ساتھ فعلِ بد بھی شروع کر دو۔

آیت کا آخری جملہ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے کا ماقبل سے ربط یہ چاہتا ہے کہ مظلوم ظالم کے خلاف فریاد یا اس کی برائیوں کا آوازہ اللہ کے حضور میں بلند کرے اور نصرت مانگے۔ اللہ پاک اس کی فریاد سنیں گے اور مدد فرمائیں گے۔ چنانچہ مظلومین کربلا نے اللہ کے حضور میں یوں آواز بلند کر کے شیعانِ کوفہ کو بد دعا دے دی۔ "کہ تم اپنی تلواریں اپنے نفسوں پر چلاؤ گے اور ہمیشہ روؤ گے۔ خدا تمہاری آنکھوں کو خشک نہ کرے گا الخ اللہ نے اسے پورا کر دکھایا کہ آج بھی ہر شیعہ کہلانے والے پر اثر صادق ہے۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن ۔۔۔ اجابت از درِ حق بہر استقبالِ می آید

رسالہ "چودہ مسئلے کے چھ سوالوں کا جواب الجواب (اضافہ ایڈیشن سوم)

انتہائی مختصر اور اصولی جواب دیئے ہیں تاکہ کتاب طویل نہ ہو۔

سوال ۱: تم لوگ روتے پیٹتے کیوں ہو کیا اسلام کی شریعت رونے پیٹنے اور آہ و فغان کرنے کو جائز قرار دیتی ہے۔

اس کا واضح جواب تو یہ تھا کہ مشتاق صاحب قرآن و سنت اور تعلیمات اہل بیتؑ سے اس کی ممانعت یا جواز پر سب دلائل جمع کرتے پھر فیصلہ کرتے مگر اس نے "کبوتر پیش گربہ" کی طرح تمام امتناعی بیسیوں دلائل سے چشم پوشی کی اور صرف اثبات پر تین عنوانات سے بحث کی۔

۱۔ اثبات از عقل و فطرت، ۲۔ اثبات از کتب اہل سنت، ۳۔ اثبات از قرآن

پہلے عنوان کے تحت ان دس باتوں سے استدلال کیا ہے۔ ۱۔ رونا قدرتی امر ہے۔ ۲۔ عقلمند کے رونے پر وجہ پوچھی جاتی ہے ۳۔ پُردرد افسانہ پڑھنے سے آدمی اشکبار ہو جاتا ہے، ۴۔ ماتم اور رونے کی مجلس متاثر کرتی ہے۔ ۵۔ آفیسر کے سامنے رو کر درخواست دینے سے کام ہو جاتا ہے۔ ۶۔ اطباء کے بقول رونے سے غبارِ دل ڈھل جاتا ہے۔ ۷۔ بچے کا رونا اس کی زندگی کی دلیل ہے کسی کی موت پر آنسو بہانا اس کے وارث ہونے کی نشانی ہے، ۸۔ رونے سے برائی نہیں ہوتی بلکہ

غم سے رونے میں انسان لاچار و مجبور ہے۔ ۹۔ کبھی خوشی سے رونا آجاتا ہے ۱۰۔ بچہ ضد سے روتا ہے
بیوی کے رونے کی کوئی وجہ ہوتی ہے۔ پھر سینہ زنی اور سر پیٹنے پر عقلی استدلال میں کھانے کے ساتھ
معاون افعال ہاتھ دھونا دسترخوان، برتن دانتوں سے چبانا وغیرہ سے استدلال کیا ہے ہنسنے میں
مسکرانا قہقہہ لگانا منہ کھول کر یا بند کر کے ہنسنا چکر کاٹنے سے دلیل بنائی ہے کہ مغموم بھی پیٹتا اور سینہ زنی
کر لیتا ہے، پرندے بچے کے فراق میں شور مچاتے اور بازو کھولتے اور بند کرتے ہیں۔ کسی گھر میں میت
ہونے پر کہرام مچ جاتا ہے ان کو رونے سے روکنے کی کوشش ناکام ہوتی ہے عقل کہتی ہے کہ خوشی
کے موقع پر خوشی مناؤ غم میں غم، پس معلوم ہوا کہ غم کے موقع پر جزع فزع اور آہ و بکا کرنا فطری فعل
ہے اور عزاداری عین مطابق عقل و فطرت ہے مشاہدہ سب سے بڑا گواہ ہے۔

جواب الجواب: جب آدمی قرآن و سنت سے منہ موڑ لے تو شریعت کے برخلاف کیسے
تنکوں اور بودے ڈھکوسلوں کا سہارا لیتا ہے کبھی پرندوں کی نقالی کرتا ہے کبھی غیر مسلموں کے تہواروں
سٹالن ماوزے تنگ چو این لائی کے مرنے پر سوگ سے استدلال کرتا ہے کبھی کھانے اور ہنسنے
سے رونے پیٹنے کی دلیل تراشتا ہے۔ مگر شریعت اور اسلام کا ہرگز یہ حکم نہیں مانتا "کہ غم میں ماتم و بین
کرنا چیخنا چلانا، سر سینہ پیٹنا سیاہ پوشی اور مجالس ماتم قائم کرنا حرام اور ناجائز ہیں یہ جاہلیت اور
کفار کا شعار ہیں" قرآن کریم اور کتب فریقین سے سنت نبوی و عمل اہل بیتؓ کی ۷۰ احادیث
پھر دیکھ لیں۔ ایسی سخن سازی واقعی قابل ماتم ہے اور عقل و فطرت سے بیگانہ ہونے کی دلیل ہے۔
ورنہ تازہ حادثہ اور صدمہ پر غمناک ہونا آنسو بہانا پُر درد واقعہ سے متاثر ہونا اگر فطری ہے تو شریعت
میں اس کی ممانعت نہیں اس کتاب میں کتب اہل سنت سے ۲۵، احادیث پھر پڑھ لیں لیکن
اس سے بلند آواز سے چیخنے چلانے بین کرنے اور پیٹنے پر استدلال کرنا گویا اپنی فطرت و عقل
کو قتل کر دینا ہے یا یوں کہیئے کہ لا تقربوا الزنیٰ کی نہی سے زنا کو جائز بتاتا ہے کیونکہ شہوت
و محبت فطری ہے اور ہر فطری عمل شریعت میں جائز و مستحسن ہے۔ معاذ اللہ۔ اس کے برعکس مروجہ
ماتم کے عقل و فطرت سے ناجائز مضر اور حرام ہونے پر ۱۵ دلائل سے اس کتاب کے مقدمہ میں
ہم بحث کر چکے ہیں یہاں تکرار بے سود ہے۔ مجیب کو خود یہ بات تسلیم ہے ایسا رونا جھوٹے
بہانا ہوگا ریاکاری اور مکاری ہوگی جو کہ غیر فطری ہے اور جب کوئی بھی مستحسن فعل حد اعتدال سے

تجاوز کر جائے گا تو وہ مذموم ہوگا حتیٰ کہ اگر نماز بھی ریاکاری سے پڑھی جائے گی تو قابل تعریف نہ ہو
گی پس معلوم ہوا کہ بدنیتی اور ریاکاری سے کوئی بھی کام لیا جائے اس کا فاعل قابل مذمت ہوگا (چودہ ستارے ۳۴۲)
اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ بآواز بلند رونے اور پیٹنے پر یہ خیالی فطری عقلی استدلال کافور ہوگیا۔ بالفرض
نفس رونا مستحسن ہوتا بھی۔ تو شیعوں کی موجودہ شکل وصورت میں ماتم وعزاداری تو نا جائز ہے کیونکہ
وہ اسے بقول خمینی" سیاسی طاقت کا مظاہرہ" کہتے ہیں اور اس کی نمائش اور دکھلاوے میں پورا زور
صرف کرتے ہیں یہی بدنیتی اور ریاکاری ہے (قافلہ اہل بیتؓ سے ہمدردی ہرگز مقصود نہیں ہے)
جو اپنے ہی فتویٰ میں قابل مذمت اور حرام ہے۔ ؎ چاہ کن را چاہ در پیش۔

مجیب کہتے ہیں" یاد رکھیے بری بات وہی ہوتی ہے جس کا نتیجہ برا ہو یا محرک کا انحصار نیت
بد پر ہو اگر اس کام کا نتیجہ برا نہیں اور نیت بھی نیک ہے تو اسے برا کہنا بری بات ہے ہم ناظرین
کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ اگر رونا برا ہے تو اس سے پیدا شدہ نتیجہ ایسا بتایئے جو اچھا نہ ہو اگر
قاصر رہیں تو رونے کی مذمت نہ کریں" جواب : تو گذارش یہ ہے کہ تازہ صدمہ پر خفیہ گریہ وزاری
کے علاوہ بلاوجہ رونا یا فرقہ پرستی اور نمائش کے لیے رونا۔ اپنی مظلومی باور کرانا حالانکہ خود ظالم
ہیں اپنا جرم قتل چھپانے کے لیے آنسو بہانا۔ گھر میں رونے کے بجائے چوکوں اور جلسہ عام میں
رونا۔ حالانکہ صدمہ پر آدمی ہر جگہ رو دیتا ہے۔ برا رونا ہے اس کے نتائج بھی بد ہیں، ایسا عزادار
بد عمل، مواخذہ آخرت سے بے فکر، شرک وبدعت کا رسیا عام مسلمانوں کا دشمن، اہل بیتؓ کا
نافرمان اور تشیع وفرقہ پرستی کا خطرناک مریض بن جاتا ہے مشاہدہ سب سے بڑا گواہ ہے۔

اثبات از کتب اہل سنت والجماعۃ کے دوسرے عنوان میں چند روایات سے استدلال کیا ہے۔
۱:۔ شہادت حسینؓ کی حضور علیہ السلام کو جبریلؑ نے اطلاع دی تو آپؐ آنسو نہ روک سکے (کنز العمال)
۷:۔ صدمہ کی اطلاع پر اشکباری فطری ہے جیسے والدین کا اپنے بیٹے کے پھانسی لگنے کا فیصلہ
سن کر رو پڑنا ایک فطری غیر اختیاری فعل ہے۔ اس سے یہ استدلال باطل ہے کہ صدیوں بعد حادثہ
شہادت پر خالص شکل اور خاص مقصد کے لیے ہر سال معین دنوں میں ماتم وبین کو سنت رسولؐ
یا شرعی مسئلہ بنا لیا جائے۔
۲:۔ ام الفضلؓ سے روایت ہے کہ حادثہ قتل حسینؓ کی خبر سن کر اور سرخ مٹی دیکھ کر آپؐ رو پڑے (مشکوٰۃ)

اس کا جواب پہلے مفصل ہو گزرا ہے اور بالا جواب بھی کافی ہے کہ وقتی تاثر دائمی فرقہ وارانہ
مشن اور منافرت بین المسلمین کی دلیل نہیں بن سکتا۔
۳:۔ رسول کریمؐ اور حضرات صحابہ کرامؓ حضرت آمنہ کی قبر پر روئے (مسلم)
جواب :۔ یہ بھی بروقت تاثر اور دلیل محبت تھا مسلمان کو اب بھی اگر والدین کی قبروں پر رونا
آجائے تو سنت رسولؐ پر عمل ہوگا۔ مگر امام باڑوں میں کی جانے والی اسلام کش دین سوز کارروائی
سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

۴:۔ جناب ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کے سال وفات کو عام الحزن کہنا دلیل ماتم ہے۔
جواب تفصیلاً ہو چکا ہے کہ یہ اضافت ظرفی ہے یعنی غم کا سال جس میں آپ کا چچا اور محسنہ بیوی
فوت ہوئی۔ اور آپ کو صدمہ ہوا یہ مطلب نہیں کہ ہر سال آپؐ نے ان کا معین یا غیر معین دنوں
میں سوگ منایا۔ تاکہ شیعوں کی دلیل بنے۔

۵:۔ حضرت علیؓ نے بھی اپنے والد اور خدیجہؓ کا مرثیہ کہا اور ام لباب زوجہ حسین رضی اللہ عنہا ایک
سال تک روتی رہیں (اصابہ)

۷:۔ مرثیے میں میت کی مدح کی جاتی ہے جب تک اس میں خلاف شرع بات نہ ہو یا وہ
رونے اور بین کی شکل میں نہ ہو ایسی نظم پڑھنا سننا جائز ہے۔ حضرت علیؓ کا عمل ایسا ہی تھا۔ زوجہ
حسینؓ کا رونا آواز سے نہ تھا۔ ایسا رونا زیادہ مدت تک ہو سکتا ہے مگر خاص شکل اور سوگ و ماتم
کی حیثیت میں تین دن سے زیادہ رونا درست نہیں۔ کتب فریقین سے دلائل گذر چکے ہیں ورنہ
بتائیں کہ سال کے بعد ام رباب نے رونا کیوں بند کر دیا۔ معلوم ہوا کہ طبعی رونا صدمہ قدیم ہو جانے
کی وجہ سے خود بخود بند ہو گیا۔ شیعہ زوجہ حسینؓ سے زیادہ آپؓ کے حبدار نہیں تو وہ ۱۴۰۰ سالہ قدیم حادثہ
پر طبعی غم سے نہیں روتے صرف تبلیغ شیعیت فرقہ پرستی، سیاسی طاقت دکھانے اور ریاکاری اور
منافرت ملی کے لیے روتے رلاتے ہیں۔

۶:۔ اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کی وفات پر آپؐ نے گریہ فرمایا (مشکوٰۃ)
۷:۔ شروع کتاب میں ہم یہ حدیث لکھ چکے ہیں کہ طبعی غم پیغمبر کو بھی ہوتا ہے اس میں اختلاف
نہیں۔ اپنے اختراعی مذہب پر اس سے استدلال خلط مبحث ہے۔ عقلمند کا شیوہ نہیں۔ مگر بدعقلی کی

انتہا یہ ہے کہ آپؐ نے جو یہ فرمایا تھا "آنکھ آنسو بہا رہی ہے دل غمناک ہے اے ابراہیم تیری جدائی پر ہم غمزدہ ضرور ہیں مگر زبان سے وہی بات کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہوگی" اسے بین بنا دیا جائے (استغفر اللہ)

۷:۔ وفات ابوطالب پر آپ نے آہ و بکا کیا فرمایا اے چچا آپ نے صلہ رحمی کو ادا کر دیا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے (سیرت حلبیہ و مدارج النبوۃ)

جواب :۔ اس میں آہ و بکا اور بین کی کوئی بات نہیں نہ رونے پر کوئی لفظ دال ہے صلہ رحمی کا شکریہ اور جزائے خیر کی دعا سے آپ چچا کو نواز رہے ہیں تاکہ ان کے احسان کا بدلہ ہو جائے۔ اس میں ایمان ابوطالب پر دلیل کوئی جملہ نہیں ورنہ آپ صراحت فرماتے اور پھر دعائے مغفرت سے نوازتے سنی شیعہ کتب تفاسیر متفق ہیں کہ آپؐ نے دعائے مغفرت نہیں کی کیونکہ خدا تعالےٰ نے آپؐ کو روک دیا تھا (پ۱۱ توبہ ۳۶)

۸:۔ جس صحابی نے رمضان میں روزہ توڑا وہ سینہ پیٹتے اور بال نوچتے خدمت نبوی میں آیا آپؐ نے اسے روکا نہیں (موطا مالک) حدیث تقریری سے ثابت ہوا کہ پیٹنا جائز ہے۔

ج :۔ ان لفظوں کے ساتھ موطا مالک میں حدیث نہیں ملی، مترجم وحید الزمان نے شاید اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔ یہ دیہاتی صحابی چونکہ مسئلے سے ناواقف تھا نیز غلبہ حال میں تھا اس لیے غیر شعوری طور پر اس سے یہ فعل سرزد ہوا اور اسی لیے آپ نے اسے نہیں ٹوکا۔ ورنہ عام قانون یہی ہے جو بیسیوں فرامین نبوی سے ہم بتا چکے ہیں "کہ وہ شخص ہماری جماعت سے نہیں ہے جو غم میں گریبان پھاڑے اور رخسار و سینہ پیٹے اور جاہلیت کی طرح ہائے وائے سے بین کرے (بخاری و مسلم)

۹:۔ موذن رسولؐ حضرت بلالؓ نے ہاتھ سر پر مارا اور فریاد کی (مدارج النبوۃ)

ج :۔ حضرت بلالؓ کا یہ سر پر ہاتھ رکھنا اور فریاد کرنا اتفاقی اور غیر اختیاری تھا۔ نہ بار بار کیا نہ نیت ایسی تھی جب کہ شیعہ دائمی بالارادہ یہ کام کرتے ہیں جس کی ممانعت آئی ہے علاوہ ازیں روایت بے سند ہے اور صحاح کے مخالف ہونیکی وجہ سے ناقابل استدلال ہے۔

۱۰:۔ تکمیل شریعت کے بعد حضورؐ پر ماتم حضرت عائشہؓ نے کیا۔

ج :۔ یہ روایت ضعیف ہے ہم سنی کیوں ہیں میں راویوں پر جرح ہو چکی ہے۔

۱۱۔ حضرت عثمانؓ پر ان کی بیویوں نے ماتم کیا (ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ)

ج :۔ یہ معتزلی شیعہ ہیں اہل سنت پر روایت حجت نہیں، اہل سنت کے لیے دلیل حضورؐ کا قول و فعل ہے۔ بیویوں کا یہ فعل ان کے ذاتی صدمہ پر دلیل ہے قابل اتباع نہیں۔

۱۲:۔ متوکل عباسی کے زمانہ میں امام اہل سنت احمد بن حنبل پر ۲۵ لاکھ آدمیوں نے ماتم کیا (حیوۃ الحیوان دمیری)

ج :۔ یہ جنازے پر ۲۵ لاکھ آدمیوں کا اجتماع تھا "جنازہ گاہ میں ماتم کیا جائے کا بادشاہی حکم کوئی دلیل جواز نہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ تا تدفین سوگوار اور غمناک حالت میں رہنا مراد ہے نزاعی ماتم پیٹنا بین کرنا اور خلاف شرع حرکتیں کرنا ہرگز مراد نہیں نہ اس پر کوئی لفظ دلیل ہے۔ اہل سنت کی حقانیت اور ان کے امام کی بزرگی کا کیا کہنا کہ ۲۵ لاکھ افراد شریک جنازہ ہیں ۲۵ ہزار یہودی یہ جنازہ دیکھ کر مسلمان ہو رہے ہیں۔ مگر ہمارا رافضی بھائی یہاں بھی اپنی بدعتِ ماتم اور پیٹ سینہ زنی کو تلاش کر رہا ہے مگر ناکام رہا ہے۔

۱۳۔ حضرت خالدؓ بن ولید پر مکہ و مدینہ میں بنی مغیرہ کی عورتوں نے سات دن ماتم کیا (کنز العمال)

ج :۔ اولاً روایت غیر ثابت ہے، ثانیاً جذبات سے مغلوب ان غیر معصوم عورتوں کا فعل حجت نہیں۔ حجت شریعت کی تعلیم ہے۔

۱۴:۔ شہادت کے وقت آل رسولؐ نے ماتم کیا۔

ج :۔ یہاں پیٹنے اور بین سے چیخنے کی کوئی بات نہیں صرف جزع فزع بے قراری کی صراحت ہے مگر یہیں حضرت امام حسینؓ نے ان کو روک دیا اور صبر کی وصیت و تلقین کی، اپنے نانا و الد اور والدہ ماجدہ کی وفات اور اپنے صبر کا حوالہ دیا ملاحظہ ہو کتاب ہذا صفحہ (حسینی وصایا)

۱۵:۔ جب خبر شہادت مدینہ میں پہنچی تو لوگوں پر حزن و ملال کے بادل چھا گئے اہل مدینہ جلوس کی صورت میں قافلہ سادات تک پہنچے عقیل بن ابی طالب کی بیٹی نے چیخ کر یہ شعر پڑھے (عمر ابوالنصر)

جواب :۔ خبر شہادت سے اہل مدینہ کا غمناک ہونا ایک فطری عمل اور حب حسینؓ کا مظہر تھا اسی کو آج تک قائل اہلِ بیت کوئی رافضی حُبِ اہل بیتؑ سے خالی اور معاذ اللہ ان کو کافر بے ایمان مانتا ہے کیونکہ وہ حب حسینؓ کے ساتھ شیخینؓ اور سب صحابہؓ سے بھی محبت رکھتے ہیں معصوم عن الخطا گناہ و خطا ہونا پیغمبر ہی کی شان ہے اور آپؐ کی اتباع ہی اصل دین و شریعت ہے آپؐ

کے مخالف عمل کو ہم نہیں لیتے۔

۱۶۔ حضرت عمرؓ نے متمم بن نویرہ سے اپنے بیٹے زید کا مرثیہ کہلوایا (الفاروق)

ج:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بیٹے کے کمالات نظم میں بند کرو جو مرثیہ کی حقیقت ہے
میں شاعر نہیں یہ مطلب نہیں کہ پہلے کا بنا ہوا مرثیہ گا گا کر پڑھو ہم سب روتے پیٹتے ہیں اور مرثیہ
خوانی کرتے ہیں جو شیعوں کا دستور ہے تو شیعہ کا استدلال تام نہ ہوا مرثیہ بنانے اور مرثیہ خوانی میں بڑا
فرق ہے۔

۱۷۔ قبر حسینؓ پر اللہ نے ستر ہزار فرشتے مقرر کیے ہیں جو قیامت تک قبر حسینؓ پر روتے رہیں گے (غنیۃ الطالبین)

ج:۔ روایت بے سند ہے اس کی اسناد لانا اور پھر تصحیح جوئے شیر لانے کے مترادف ہے
لہذا جنوں اور ہم انسانوں کی پیدائش فرشتوں کی الگ نوعیت سے خدا کی عبادت کے لیے ہوئی ہے
ہم خدا اور رسول ؐ کے احکام کے پابند ہیں نہ کہ فرشتوں کے تکوینی اعمال کے۔ بالفرض ان کے لیے رونا
معیوب نہ ہو ہمارے لیے ممنوع اور معیوب ہی رہے گا کیونکہ لا تحزن علیہم شہداء پر غم نہ کریں کا حکم الٰہی ہے

"قرآن مجید اور عزاداری" کا تیسرا عنوان مجیب نے قائم کیا ہے۔

اس میں سب سے پہلا مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ قانون تعزیرات میں صرف ان ہی باتوں کا تذکرہ
کیا جاتا ہے جو ناجائز اور غیر قانونی ہوں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان باتوں کے علاوہ تمام چیزیں جائز ہیں"
پھر یہ نتیجہ نکالتے ہیں "جس چیز کی ممانعت ظاہر نہ ہو وہ جائز ہے تو عزاداری حسین کو محض نئی چیز یا بدعت
کہہ کر حرام قرار دینا واقعۃً غلط ہونے کے علاوہ اصول اسلام کے بالکل خلاف ہے" پھر تعلّی سے کہتے
ہیں ساری دنیا کے معترضین کو یہ کھلا چیلنج ہے کہ قرآن الحکیم سے عزاداری مظلوم کربلا کو ناجائز ثابت
کریں تو میں اہل سنت والجماعت ہونے کو تیار ہوں ورنہ عزا حسین کو میں عین منشائے الٰہی
ثابت کرتا ہوں۔

جواباً عرض ہے۔ کہ قرآن کو اگر شیعہ لوگ برحق مانتے اور اس سے فیض ہدایت پاتے تو
ان کو صبر کے وجوب جزع فزع اور بین و ماتم کی حرمت کا پتہ چل جاتا جب خدا نے فرما دیا کہ ان صابرین
کو بشارت ہے جو مصیبت پر صرف انا للہ و انا الیہ راجعون (بقرہ) پڑھتے ہیں خدا نے شہداء
احد پر غم کرنے سے اپنے پیغمبر کو منع فرمایا واصبر وما صبرك الا بالله ولا تحزن علیهم

(آیت جزع فزع اور جذبات میں آنے سے رک جائیں آپ کو صبر اللہ کی توفیق سے ملے گا اور شہداء
احد پر غم نہ کریں۔ النحل پ۱۴ آخری آیتیں، حالانکہ چچا سمیت ۷۰ اصحاب کی شہادت بہت ہی دردناک
اور شاق تھی۔ قرآن کے اصول ابدی اور عام ہوتے ہیں تمام حادثات و وقائع ایک قانون کے تحت
آجاتے ہیں شہداء کربلا کی نوعیت شہداء احد سے یقیناً کم ہے اور ان پر ماتم کرنے کا کوئی الگ قرآنی حکم
نہیں ہے مجیب کو بھی یہ اقرار ہے "کہ عزاداری کا حکم قرآن میں کہیں نہیں" چونکہ بقول اس کے "ممانعت
نہیں تو جائز ہوگا" حالانکہ ممانعت اصولی جب موجود ہے تو تمام جزئیات پر حکم لگے گا بت پرستی جب
حرام ہے تو عہد نبوی کے بزرگان دین کے نام پر بنے ہوئے ۳۶۰ بتوں کو ہی پوجنا حرام نہ ہوگا
بلکہ تا قیامت تمام اقوام کے بت اور دیوتے، گوتم بدھ لالہ رام، لال چند، گرو نانک کے نام پر مجسمے
اور یادگاریں حضرت علیؓ اور حسینؓ کے نام پر بنے ہوئے تعزیئے اور شبیہیں ضریحیں تابوت علم
ذوالجناح، تصویریں، مجسمے اور مقدس یادگاریں اسی ایک حکم فاجتنبوا الرجس من الاوثان
واجتنبوا قول الزور حنفاء لله غير مشركين به (بتوں کی گندگی سے بچو اور
شرک کی جھوٹی بات سے پرہیز کرو خالص خدا کو معبود مانو کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ) کے تحت
ناجائز اور حرام ہوں گے ان کے پجاری مشرک اور دوزخی ہوں گے۔ اگر ہندو کہے ہمارے بتوں
کی مذمت قرآن میں نہیں ہے ہم تو ضرور پوجیں گے جیسے آج شیعہ بھائی کہتا ہے کہ ہماری عزاداری
حسین اور امام باڑہ فیکٹری کی شرکیہ مصنوعات کی حرمت و مذمت قرآن میں کہاں ہے؟ تو ہم مشرکین
سے متعلقہ تمام آیات پڑھ سنائیں گے کیونکہ قرآنی احکام و نواہی تا قیامت تمام احوال کے لیے یکساں
ہیں یہ کہنا کہ "عزاداری منشاء الٰہی کے عین مطابق ہے" ایسا ہی ہے جیسے مشرکین کہتے ہیں لَوْ شَاءَ
اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ (نحل ۵۶) اگر اللہ چاہتا تو
نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے آباء و اجداد کرتے اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے (یعنی خدا کے جانتے
ہوئے ہمارا یہ کام کر لینا جائز ہونے کی دلیل ہے)۔

پھر مولف نے جواز گریہ از قرآن حکیم کے تحت ۵ آیتوں سے رونا نکالا ہے ۱۔ مشرکین کو
سرزنش ہے کہ تم (آخرت کا حال) سن کر ہنستے ہو روتے کیوں نہیں اور تم غافل ہو۔ نجم۔ ۲۔ آیت سجدہ ہے
مومنین پر جب آیات الرحمٰن پڑھی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں روتے ہوئے گر پڑتے ہیں (مریم)

۴۔ وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے روتے ہیں اور ان کا خشوع بڑھ جاتا ہے (بنی اسرائیل) ۴۔ پٹ
کی پہلی آیت کا ترجمہ لکھا ہے "اور جب وہ اس قرآن کو سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو
آپ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔
۵۔ پٹ کی آخری آیات کا ترجمہ یہ کیا ہے اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ یا الزام ہے کہ جس وقت آپ
کے پاس اس واسطے آتے ہیں کہ آپ ان کو سواری دے دیں اور آپ کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس
کوئی چیز نہیں جس پر تم کو سوار کر دوں۔ وہ اس حالت سے واپس چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے
آنسو رواں ہو جاتے ہیں اس غم میں کہ افسوس ان کو خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں"

الجواب :۔ ان ۵ آیات میں مومنین کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ہم ان کی تمنا کرتے ہیں
کہ خدا ہم سب کو یہ دولت نصیب کرے، آخرت کے ڈر سے، قرآن سن کر خشوع سے گر کر
سجدے میں رونا، میحی شرک سے تائب ہو کر اور قرآن سے بر حق توحید پہچان کر رونا جہاد کے
لیے سواری نہ ملنے اور محروم رہنے پر رونا اختلافی نہیں ہے۔ بلکہ باعث سعادت ہے اس کا
اس نزاعی من گھڑت ماتم و بین اور پیٹنے سے کیا تعلق ہے جو میت پر کیا جاتا ہے اور قطعی حرام
ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ شیعہ کے تمام استدلالات پر خیانت اور دجل و فریب کا شاہکار ہوتے
ہیں اور لطف یہ ہے کہ یہ ان صحابہ رسولؐ کی شان ہے جن کے ایمان و کردار اور بزرگی پر ہر فاسق ذاکر
عشرہ محرم میں حملے کرتا رہتا ہے پھر صبر کیا ہے کہ عنوان میں لکھا ہے "صبر کا مطلب یہ ہے کہ انسان
اپنے نفس کو ایسی چیز کے اظہار سے روکے جو اس کے مناسب نہیں ہے" تو ہم بھی کہتے ہیں کہ چیخنا
چلانا، جزع فزع کرنا۔ منہ سر پیٹنا، زنجیروں سے خود کو زخمی کرنا۔ انسان کے مناسب نہیں بلکہ حضرت
جعفر صادقؒ نے اسے ایمان کا قتل اور خاتمہ قرار دیا ہے (فروع کافی باب الصبر والاسترجاع) حضرت
یعقوبؑ کا حوالہ بے محل اور ظلم ہے آپ نے کبھی یہ حرکات نہیں کیں۔ صبر جمیل آپ کا شعار رہا۔

اثبات ماتم از قرآن مجید کے عنوان سے دو آیتیں لفظی و معنوی تحریف کر کے پیش کی ہیں۔

فاقبلت امرءته فی صرۃ فصکت وجہھا و قالت عجوز عقیم (پارہ ۲۶ آخری آیت)

اس آیت سے یہ ہودہ استدلال کا جواب پہلے گزر چکا کہ بیٹا ملنے کی بشارت پر حضرہ سارہ
بین کرنے اور پیٹنے لگیں ؟ اسے کون احمق تسلیم کرے گا مطلب تو یہ ہے کہ مائی صاحبہ نے

ترجمہ فقہ [illegible] کی زوجہ اس گروہ میں آگئیں اور اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا بڑھیا اور بانجھ (میں کیونکر بچہ جنوں گی)

اچانک بیٹے کی خوشخبری سن کر جذبہ خوشی و تعجب میں تیزی سے ہاتھ پیشانی پر مارا جیسے عورتوں کی،
عادت ہے گویا تالی بج گئی یہ کہنا کہ "بی بی صاحبہ نے جب منہ پیٹا تھا انہیں بشارت خدا کا علم نہ تھا"
ایک والنہ جھوٹ ہے کیونکہ یہ آیت فاقبلت فا تفریعیہ سے شروع ہوئی اس سے پہلے ہے وبشروہ
بغلام علیم انہوں نے ایک صاحب علم بچے کی اس کو بشارت دی۔

دوسری آیت لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم

پیش کی ہے اور عنوان دیا ہے "بین و واویلا از قرآن" کس قدر قرآن پاک کی دلیری سے تحریف کی
ہے بری بات بلند آواز سے نکالنے کو بین واویلا اور ماتم سے کیا تعلق ہے ؟ مفہوم یہ ہے کہ
کسی کی برائی اور غیبت کو با آواز بلند کہنا بھی پسند نہیں صرف مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ رپورٹ درج
کرائے یا کسی طاقت ور سے استغاثہ کرے۔ تعجب ہے جو مظلوم تھے انہوں نے تو اس اجازت سے
بھی فائدہ نہ اٹھایا عفو و درگزر کیا۔ جو مظلوم کی بجائے ظالم ہیں وہ برائی کا پرچار کر کے دوسروں پر الزام
لگا رہے ہیں مگر دراصل اپنی جانوں کو رو پیٹ رہے ہیں۔ پھر آیت استرجاع انا للہ الخ کو بھی بین
کی دلیل، مصیبت میں پکار کا جواز بنا دیا...... "معلوم ہوا وقت مصیبت خدا کو پکار نا صبر کے
خلاف نہیں ہے مگر امام حسینؓ نے مصیبت میں خدا کو پکارا اس سے مدد مانگی لیکن شیعہ آج مصیبت
میں یا علی مدد کہہ کر شرک کرتے ہیں کیوں ؟

شیعوں کو یقین ہے کہ اس بدعتی اور خود ساختہ مذہب کے خلاف آئمہ اہل بیتؓ کی
سینکڑوں روایات ہیں لہذا مشتاق صاحب آخر میں کہتے ہیں۔

نوٹ :۔ شیعہ کتب میں کچھ روایات عزاداری کے خلاف موجود ہیں لیکن وہ اکثر ضعیف
و موضوع ہیں یا پھر ان کا تعلق عام میت سے ہے ورنہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمارے ہاں کوئی ایک
بھی صحیح و مرفوع حدیث ایسی موجود نہیں ہے جس میں عزاداری امام حسین علیہ السلام کے ناجائز
[illegible] کا حکم [illegible] عام ہو اس دعویٰ کے جھٹلانے والے کو ایک ہزار روپیہ نقد انعام پیش کیا جائے گا"
[illegible] ماتمی مجالس کے ذریعے زر اندوزی کا کیا کہنا کہ انعام دینے کا اعلان ہو رہا ہے
[illegible] ہیں کہ کتب شیعہ میں بھی ایک ہی کوئی صحیح و مرفوع یا از امام صادق و باقر حدیث
موجود ہے [illegible] عزاداری امام بجالانے کا حکم ہو۔ دلیل دینا تو مدعی کا کام ہے دلیل نہ ملنے پر منکر کا

دعویٰ تو خود بخود ثابت ہو جاتا ہے جب کوئی مُثبتِ ماتم صحیح دلیل شیعہ کے پاس نہیں ہے تو خون حسینؓ کی تجارت سے کمائی ہوئی انعامی دولت سے استنجا کرلیں الخبیثات للخبیثین۔ ہمیں صرف بین و ماتم اور سینہ زنی کے ساتھ عزاداری پر صرف ایک صحیح مرفوع روایت درکار ہے؛ هلموا شهداءكم وهاتوا برهانكم ان كنتم صادقين ہم جب ۵۰ آیات ستر احادیث سے اس کام کا حرام ہونا بتا چکے ہیں تو شریعت کے احکام، عام اموات اور شہداء کے لیے یکساں ہیں استثنائی دلیل برائے شہدا شیعہ کے ذمہ قرض ہے جو قیامت تک نہ ادا کر سکیں گے نہ ہی یہ بات کہ وہ ضعیف یا موضوع ہیں۔ تو انکے ایک ایک راوی کو کذاب و دجال ثابت کر دکھایئے بچشم ماروشن دل ماشاد۔ کیونکہ پھر ستر ہی نہیں۔ سات و ستر ہزار شیعہ کتب کی سب روایات کو ٹکسال کی موضوع "مصنوعات" ثابت ہو جائیں گی۔ و للہ الحمد

سوال ۲: زنجیر وغیرہ سے ماتم کیونکر جائز ہے۔ اس کے جواب میں یہ چیزیں پیش کی ہیں۔

۱۔ معیارِ محبت یہ ہوتا ہے کہ محبوب کی ہر ادا تمام اقوال اور افعال کو پسند کیا جائے محبوب کی تکلیف بٹا نہ سکے تو خود اس میں مبتلا ہو جائے

۲۔ ابراہیمؑ چھری و خون کی آزمائش سے گذرے بیٹے پر چھری چلانیکا ارادہ کیا خلیل بن گئے۔

۳۔ یوسفؑ کے فراق میں یعقوبؑ نے آنکھوں کو سفید اور نابینا کر دیا۔

۴۔ اویس قرنی نے محبت رسول میں اپنے تبیس دانت نکال لیے۔

۵۔ شیعہ لوگ زنجیر زنی سے ماتم پسند کرتے ہیں تو ماراہ المومنون حسنا فهو عند الله حسن (جس عمل کو مومن مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے) کے تحت خدا کا پسندیدہ عمل ہے۔

۶۔ منت ماننے پر زنجیری ماتم فرض ہو جاتا ہے کیونکہ اوفوا بالعهد خدائی حکم ہے۔

۷۔ واقعہ کربلا کے بعد آئمہ طاہرین نے زنجیر زنی اس لیے نہیں کی کہ عزاداری پر کڑی پابندیاں عائد کی گئی تھیں

۸۔ زنجیری ماتم کی سائنسی دلیل جواز یہ ہے کہ ایک دوسرے کی خونی زنجیر استعمال کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا حالانکہ مخالف خون گروپ مہلک ہے تحقیقی جواب صرف اتنا ہے کہ چھریوں زنجیروں سے بدن کاٹنا اور اپنے آپ کو عمداً زخمی کرنا تغیر خلق اللہ ہے جو خدا نے شیطان کی پیروی بتائی ہے وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۔ میں ان کو یقیناً حکم دوں گا تو وہ اللہ کے ...

میں تبدیلی کریں گے (ص ۱۵۶) استدلالی خرافات کا نمبروار جواب یہ ہے۔

۱/ اگر سچا معیار محبت واقعی یہ ہے کہ محبوب کی ہر ادا، اقوال اور افعال سے محبت کی جائے تو بسم اللہ حضرت امام حسینؓ نے فاسق یزید کی سربراہی تسلیم نہیں کی اس کے خلاف اپنا سب کچھ قربان کر دیا آپ بھی حسینی شکل بنا کر اپنے دور کے سب یزیدوں کے خلاف اٹھیں فتویٰ علماء سے لے لیں پھر اپنے سربراہ و پیشوا ہر فاسق ذاکر و مجتہد کو امام باڑہ میں ہی ختم کریں، رشوت خور شراب نوش زانی افسروں اور ممبروں کا صفایا کریں قرآن اور شریعت محمدیہ کے تابعدار ہو کر ان کی حکومت قائم کرائیں۔ فاسقوں اور بے شرع لیڈروں سے تبرا کریں۔ لیکن آپ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ انہی فاسقوں کی سرپرستی اور راہنمائی میں تو آپ یزید کی طرف تمام منسوب فاسقانہ اعمال کو فخریہ اپناتے ہیں اور یہی آپ کا مذہب ہے۔ ڈاڑھی اور حفظ قرآن سے مذاق، نماز روزہ سے نفرت اور ہر قسم کی نشہ بازی تو ملنگوں عزاداروں کا امتیازی شعار ہے۔ اسی لیے آل شیعہ پارٹی نے ۱۹۸۶ء میں شریعت بل کی ڈٹ کر مخالفت کی سوشلزم اپنانے اور ماسکو جا پہنچنے کی دھمکی دی تو اب آپ کا زنجیروں سے اپنا خون بہانا حسین کی ادا سے محبت نہیں خدا کے عذاب میں گرفتاری ہے حسینؓ نے اپنا خون خود نہیں بہایا۔ بلانے والے شیعوں نے بہایا جیسے آج ان شیعوں کے پیروکار حسینؓ کے دین کو ذبح کر چکے ہیں۔

۲/ ابراہیم خلیل اللہ نے خدا کے حکم سے بیٹے کے گلے پر چھری چلائی۔ آپ بھی اتباع خلیل میں اپنے گلے یا بیٹوں کے گلے پر چھری چلا دیکھئے۔ فتویٰ مجتہدوں سے لے لیجئے ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ اگر اصل سنت ابراہیمی پر عمل نہیں کر سکتے تو خدارا بدعت کو قیاس کے ذریعے ثابت کر کے اپنا دین و ایمان برباد نہ کریں (کافی باب القیاس)

۳/ حضرت یعقوبؑ کی نابینائی پر بھی قیاس نہ کریں ہم نے آج تک کوئی شیعہ سنا یا دیکھا نہیں کہ غم حسینؓ وہ نابینا ہوا ہو۔ نابینوں قرآن کے حافظوں تک سے ان کو شدید دشمنی ہے۔

۴/ تحقیقی جواب یہ ہے کہ اویسؓ نے غلبہ حال و جنون میں یہ کام کیا۔ مجانین مکلف نہیں ہوتے ان کی اتباع کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ۱۴ صدیوں میں کسی نے اس سنت اویسی پر عمل نہیں کیا۔

۵/ ہماری تحقیق میں موجودہ رسمی شرک و بدعت میں گرفتار شیعہ ...

حدیث ماراہ المومنون حسنا سے استدلال کا حق نہیں۔ نیز یہ حدیث اجماع امت کی حقانیت کی دلیل ہے
شیعہ اس کے منکر ہیں۔ نیز یہ صحابہ کرامؓ کے متعلق ہے شیعہ ان کے دشمن ہیں ورنہ ان مومنین صحابہ
نےؓ خلفاء ثلاثہ کی خلافتوں کو حسن اور نیک جانا۔ شیعہ کو بھی چاروں راشدہ خلافتیں مان لینی چاہئیں
نہیں تو ایمان و اسلام کا دعویٰ چھوڑ دینا چاہیئے۔

۶ ۔ منت جائز کام کی مانی جاتی ہے پھر اس کا پورا کرنا لازمی ہے جو کام اصلاً حرام اور بدعت
ہو اس کی منت ماننا اور پورا کرنا حرام ہے۔ دیکھئے (شیعہ کتاب توضیح المسائل) ط ۳۱۶ مسئلہ ۲۶۹۱ مطابق امام الاعظم الو...

۷ ۔ یہ تو تسلیم کر لیا کہ زنجیر وغیرہ سے ماتم شیعوں کی اپنی بدعت ہے۔ آئمہ نے کبھی ایسا نہ کیا یہ
وجہ انتہائی بودی اور جھوٹی لکھی ہے کہ حکومتوں نے پابندیاں لگا رکھی تھیں، کیونکہ قاتلان اہل بیتؓ
شیعان کوفہ، مختار ثقفی کا گمراہ ٹولہ، توابین کہلانے والے مجرم، اپنی معزالدولہ دیلمی حکومت (۳۵۲ھ)
تک بقول شیعہ ماتم کرتے رہے یہ لوگ حکومتوں سے نہ ڈرے۔ اور آئمہ گھر میں ہی ڈرے بیٹھے
رہے۔ نہ پٹیانہ ماتمی مجلس قائم کی نہ زنجیر زنی کی ایک لاینحل معمہ ہے۔ یا شیعوں کو آئمہ سے افضل بتاتا ہے۔

۸ ۔ ایک دوسرے کی زنجیر استعمال کرنے کا دعویٰ فرضی ہے خون جب ہوا وغیرہ سے خشک
اور ٹھنڈا ہو جاتا ہے اس کے جراثیم مردہ ہو جاتے ہیں تو مردہ جراثیم بالفرض مخالف خون گروپ
میں مل بھی جائیں تو نقصان دہ نہیں ہو سکتے۔ رہا مزارات پر کی جانے والی رسوم اور ناچ پر قیاس، تو
ہم اصل سنی (سنت نبوی و جماعت صحابہؓ کے پابند اہل دیوبند) ان کے قائل نہیں۔ کرنے والوں
سے پوچھیں۔

سوال ۳ : کیا تعزیہ اور گھوڑا نکالنا ٹھیک ہے جب کہ گھوڑے کو ذاتی استعمال میں لایا جاتا
ہے کیا یہ شرک نہیں ہے ؟

جواب میں یہ امور پیش کیے ہیں۔ ۱۔ حضورؐ نے خاک کربلا کو نشانی قرار دے کر گریہ فرمایا۔
۲۔ ام سلمہؓ سے فرمایا جب یہ مٹی خون ہو جائے تو وہ شہادت حسینؓ کا دن ہوگا۔ ۳۔ حضرت یوسفؑ
کے کرتے کو دیکھ کر حضرت یعقوب نے گریہ فرمایا۔ ۴۔ حضرت عثمانؓ کے قصاص میں خون آلود
کرنے کی تشہیر کی گئی۔ ۵۔ حضرت اسماعیلؑ و ابراہیم اور ہاجرہ کی سنتوں کو شعائر اللہ قرار دے کر
میں ان کاموں کو بجا لانا واجب قرار دیا گیا۔ ۶۔ حضور نے گھوڑا بن کر حسینؓ کو اپنے اوپر سوار کیا۔

... حضرت عائشہؓ کی گڑیوں میں پردار گھوڑا تھا۔ ۸۔ سال ۷۶ء کو قائد اعظم اور علامہ اقبال کا سال قرار
... کر ان کی تمام نشانیاں (استعمال کی چیزیں) محفوظ کر لی گئی ہیں۔

الجواب :- ایک فعل حرام یا جھوٹ ثابت کرنے کے لیے جھوٹے لوگ لاتعداد حرام
... کرتے اور جھوٹے استدلال کرتے ہیں اولاً کتب اہل سنت اور ان کے اکابر شیعہ کے
... حجت نہیں مگر اب اثبات بدعت کے لیے حضرت عائشہؓ کی بچپن کی گڑیوں تک سے دلیل تراشی
... ہے ثانیاً مذہب شیعہ میں قیاس حرام ہے اسے شیطانی کام کہا گیا ہے (اصول کافی باب المقائس)
... اب اسی شیطانی کام اور ابلیسی آنت سے تعزیئے اور گھوڑے کو نکالا جا رہا ہے حالانکہ
... بات یہ ہے کہ اس نقلی کاروبار کی اصلیت یا کچھ دینی فائدہ ہوتا۔ تو تو ۶۰ھ سے ۲۶۰ھ
... المہدی در غار) تک ۲۰۰ سال میں ۹ شیعہ امام زندہ رہے تو وہ کبھی تو ایسا کام کرتے جب
... نے کوئی ایسی یادگار ایجاد نہیں کی۔ بلکہ جن مختاریوں اور شیعہ نما جاہلوں مجوسیوں نے اس سے
... ملتی باتیں نکالی ہیں ان پر آئمہ نے پھٹکار کی ہے ان کو بدمذہب اور دین سے خارج قرار
... ہے (ملاحظہ ہو باب چہارم کتاب ہذا) تو ہمارا فتویٰ بھی یہی ہے۔ ایسی شرکیہ بدعات نکالنے
... ان کی تعظیم کا سلسلہ اپنانے کا کاروبار شروع ہو جائے تو سوچئے یہ کہاں رکے گا ؟ ایک
... گدھے اور خچر کی تعظیم کرنے لگے کہ امام حسینؓ اس پر بھی بار برداری اور سواری کرتے تھے یا
... شکار کا شائق شیعہ سید چوہدری مسلی کتوں سے پیار اور ان کی تعظیم اس لیے کرنے لگے کہ امام
... اور علیؓ نے انکے ذریعے شکار کیا تھا یہ بھی ان کی مقدس یادگاریں ہیں۔ تو یہ تعزیہ اور
... پرستی خر اور سگ پرستی تک کیوں نہیں پہنچا سکتی ؟ مسلمان کو اتباع اعمال حسین کرنی چاہیئے
... اور جانوروں کی نقل نہیں پوجنی چاہیے۔ مولف نے یہ لکھ کر بت پرستوں کی دلیل کا سہارا لیا
لہذا ثابت ہوا کہ کسی بھی شئے کو کسی عزت والی شے سے نسبت ہو جائے تو قابل احترام ہے
... سے پہلے یا بعد یہ لازم نہیں کہ اس کی قدر و منزلت وہی ہو۔ صٹ ۔ کیونکہ مشرکین عرب
... لکڑی پتھر جنگل سے اٹھا لاتے تو اس کی کوئی تعظیم نہ کرتے مگر جب اسے خوبصورت جان
... ارادہ کر لیتے کہ اسے حضرت اسماعیل ابراہیمؑ، لات منات وغیرہ مثلاً کی شکل پر تراش کر یت
... تو وہ اس نسبت اور بناوٹ سے معظم ہو جاتا تھا اور حاجت روائی مشکل کشائی کا ذریعہ